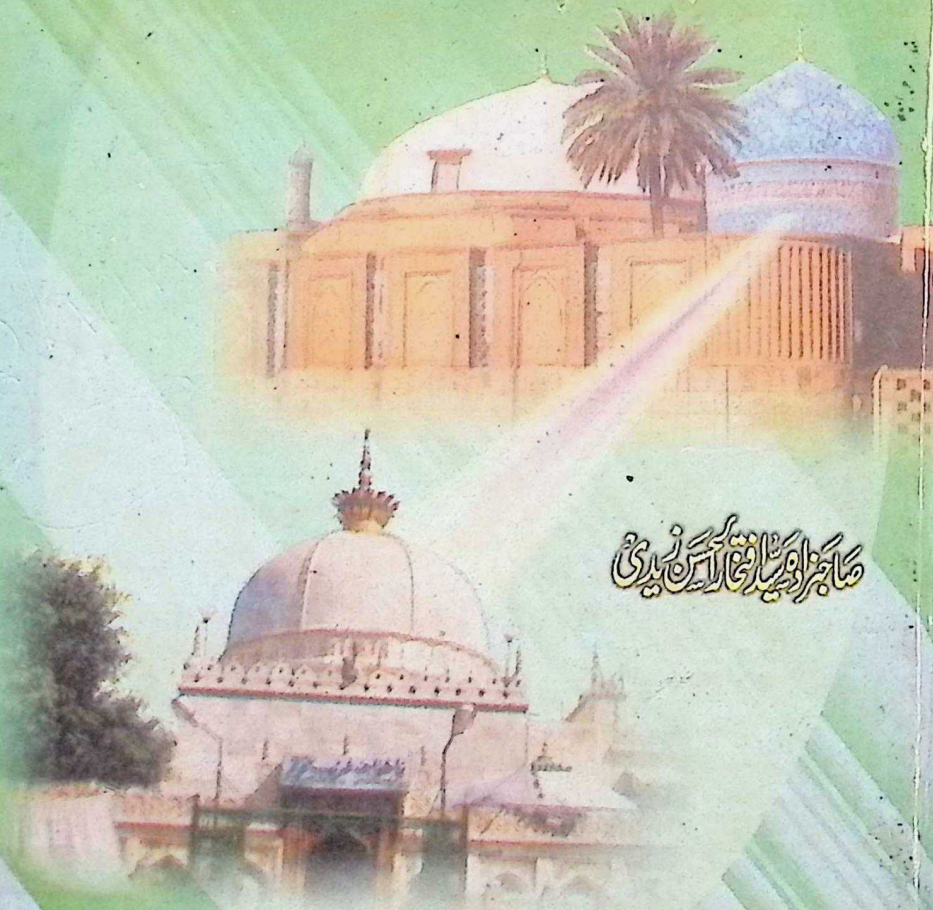


ہمکار و لائبرٹ



مکتبہ اویسیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ نعیمیہ دہلی



MAKTABA NAIMA DELHI

Digitized By eGangotri

Collection Of Advocate Showkat



[Faint, illegible handwritten text in Urdu script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]

مقام ولایت

صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب

ناشر

مکتبہ انعمیہ

۴۲۳ میٹا محل جامع مسجد دہلی ۶

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں !

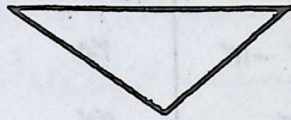


نام کتاب _____ مقام ولایت _____
 مؤلف _____ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی
 طالع _____ محمد یامین نعیمی اشرفی
 صفحات _____ ۲۶۳
 ۲۶×۲۳
 ۱۴
 ایڈیشن _____
 تعداد _____ ایک ہزار
 مطبع _____ مکتبہ نعیمیہ ۴۲۳، میا محل
 جامع مسجد دہلی ۶
 ہدیہ _____ 50/2

فہرست

نمبر شمار	صفحہ	نمبر شمار	صفحہ
۱- مقام دل	۳۵	۱۲- طریقت کے پیشوا	۱۵۹
۲- مقامات اولیاء	۴۴	پیر سید مہر علی شاہ	۱۶۲
۳- لَا تَبْدِلْ کَلِمَاتِ اللہ	۵۱	۱۵- طالبِ معبود قاضی سلطان محمود	۱۶۲
۴- معیتِ اولیاء	۸۲	۱۶- سید احمد	۱۶۵
۵- اولیاءِ الشیطان	۹۵	المعروف میراں بادشاہ	۱۶۵
۶- کراماتِ اولیاء	۱۰۱	۱۷- سید امیر صاحب	۱۷۵
۷- کراماتِ صحابہؓ	۱۰۳	۱۸- قدرت - معجزہ اور	۱۸۳
۸- غوثِ اعظمؒ	۱۰۷	کرامت	۱۹۳
۹- میرشدِ لاثانیؒ	۱۱۳	۱۹- معجزہ اور کرامت	۲۱۲
۱۰- حضرت بابزید بسطامیؒ	۱۲۳	۲۰- جسم اور روح	۲۲۱
۱۱- حضرت ابراہیم ادھمؒ	۱۲۶	۲۱- موت کے بعد زندگی	۲۲۸
۱۲- حضرت سید علی ہجویریؒ	۱۵۰	۲۲- ولایت میں عورتوں کا مقام	۲۳۹
۱۳- خواجه اجمیریؒ	۱۵۵	۲۳- تقرنات و کرامات	

اِنْتِصَاحُ



مُرشدِ لاثانی علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے دوضہ اقدس کے سفید گنبد کے منہری
 کلخ کے نام جو آج بھی سیدھی راہ سے
 بٹکے ہوئے انسانوں کے لیے نشانِ منزل
 اور ضلالت و گمراہی کے تاریکیوں
 میں رُشد و ہدایت کی مشعل ہے۔

گدائے کوچہ لاثانی

افتخار الحسن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض مصنف

ہندوستان میں جہاں کچھ لمحہ دے دین اور اشتراکیت و کمیونزم کے پرستار لوگ اسلام کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کرتے اور ہر لحظہ دہر گھڑی کو تباہ و برباد کرنے کی سازش کرتے رہتے ہیں وہاں بد عقیدہ مولویوں ——— گستاخ و اعظموں اور بے ادب خطیبوں کے رکیک حملوں سے نہ تو اسلام کی عظمت ہی محفوظ رہ سکی ہے اور نہ ہی ناموس رسالت! نہ ہی عزت صحابہؓ بچ سکی ہے اور نہ ہی اہل بیت اطہار کی آبرو اور نہ ہی اولیاء اللہ کا تقدس مامون و محفوظ رہ سکا ہے۔

ہر دن ایک نیا فتنہ اور ہر دن ایک نئی شرارت ——— توحید کی آبرو کی حفاظت کے پردہ میں کبھی مقام رسالت کی توہین اور کبھی اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی! دراصل یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تحریک ——— کی شدید مخالفت کی تھی اور جو آج بھی کانگریسی لباس پہن کر اور سردوں پر گاندھی کی ٹوپی سجا کر ملک میں مذہبی انتشار اور فرقہ واریت کی گڑبڑ پھیلا کر اور بریلوی دہلیزدہی اور مقلد غیر مقتد کا جھگڑا پیدا کر کے ملک کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

بجلا وہ لوگ جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہیں ہیں ملک کے وفادار کیسے

ہر سکتے ہیں ———
لیکن یہ سب کچھ محض اس لئے ہو رہا ہے کہ تعزیرات میں کسی سرکاری افسر کے چہرے پر

اور پولیس کے ایک سپاہی کی عزت کی حفاظت کا قانون تو ہے مگر ناموس رسالت کی حفاظت
_____ خط صحابہ کی رکھوالی۔ عزت اہل بیت کی نگہداشت اور شانِ اولیاء کے تحفظ کا کوئی
قانون نہیں ہے۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ ہمارے ملکی قانون میں انبیاء و اولیاء عظام کے تقدس کی حفاظت کی
کوئی گنجائش نہیں ہے تو پھر ان گناہ دہ ادب مولویوں کے رلیک حملوں کا جواب دینے کے لئے
میں نے مکتبہٴ رشد و ہدایت کی بنیاد رکھی ہے تاکہ ان بدعتیہ و اعطوں کے ذریعہ
سادہ لوح مسلمانوں کی جو متابعِ دین و ایمان لٹ رہی ہے اس مکتبہ کی تصانیف کے ذریعہ ان
کی رکھوالی ہو سکے اور مذہبِ حقہ اہل سنت و الجماعت کی تبلیغ ہوتی رہے! اس لئے۔ اگر
سستی مسلمان میرے اس نیک مقصد کی حمایت کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کرتے رہے تو پھر مجھے
امید ہے کہ میرا مکتبہٴ رشد و ہدایت "صحیح معنوں میں چشمہٴ رشد و ہدایت بن کر اپنی تصنیفات
کے آبِ حیات سے لاکھوں انسانوں کے مُردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشتا رہے گا اور ضلالت و
گمراہی کی تاریکیوں میں چراغِ منزل بن کر رشد و ہدایت کی روشنی پھیلاتا رہے گا۔ اور سنیت
کے سدا بہار گلشن کو ہمیشہ تر و تازہ رکھنے کے لئے کوشش کرتا رہے گا۔

مقام ولایت ہندستان لکھنؤ اللہ کے شہیز اور خاکِ کربلا کے بعد مکتبہ کی یہ چوتھی پیشکش
مقام ولایت کی صورت میں تارینِ کرام کے پیشِ خدمت ہے جس میں میں نے قرآن و حدیث
کی روشنی میں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے صحیح مقام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ
مسلمانوں کو اصلی حقیقت کا پتہ چلی جائے اور ان کے دلوں میں اولیائے کرام کے متعلق جو
شکوک، شبہات، کاغذِ بٹھ چکا ہے وہ دور ہو جائے اور سیدھے راستے سے بٹکے ہوئے مسلمان
کو منزلِ کائنات بل جائے اور اولیائے عظام کے کمالات و مقامات اور ان کی صفات و
کرامات کو ماننے والے خوش نصیب سنیوں کے دلوں میں اور بھی نورِ معرفت و یقین پیدا ہو
جائے۔ اور اولیاء اللہ کی عظمت کے غیر فانی نقوش لوگوں کے دلوں میں ایسے جم جائیں

کہ جو بے ادب و اعظوں کے ٹٹانے سے بھی نہ مٹ سکیں —

حالانکہ یہ وہی نفوسِ قدسیہ ہیں جن کی بدولت کفرستانِ ہند میں اسلام کی شمع روشن ہوئی اور انہیں اولیاء اللہ کے فیوض و برکات سے خطہ ہند کے برہمنوں کو دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی — اور آج اولیائے عظام کے بے ادب و گستاخ مولویوں کی زندگی کی تاریخ دیکھی جائے تو ان کی تعمیری یا چوتھی پشت یا تو کسی ہندو راجپوت سے جا ملے گی اور یا کسی بھمن گانے والے برہمن سے — پھر جب یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کا دین و ایمان اور حق و اسلام بھی کسی نہ کسی ولی اللہ ہی کی نگاہِ کرم کا مرہونِ برکت ہے، تو پھر خدا جانے ان لوگوں کو بزرگانِ دین سے کیوں دشمنی ہے کہ ایسے کامل مردوں کی توہین و بے ادبی کرتے ہیں جن کی معرفت ان کے آباء و اجداد کو دولتِ اسلام حاصل ہوئی —

اور اگر ایسے اولیاء اللہ کو محض اس لئے ہر طرف تنقید بنایا جائے کہ یہ غیر اللہ ہیں تو پھر نہ قرآن پر ایمان رہے گا اور نہ ہی خدا کی توحید پر — اس لئے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے لیکن اس کی تمام سورتیں غیر اللہ کے نام پر ہیں — مثلاً — البقرہ — آل عمران — انعام — یونس — یوسف — ابراہیم — مریم — کہف — طہ — یسین — اور محمد / صلی اللہ علیہ وسلم — غرضیکہ قرآن پاک کی کسی بھی سورۃ کا نام اللہ نہیں ہے — سب غیر اللہ ہیں تو پھر ان لوگوں کا قرآن پر بھی ایمان نہیں رہے گا —

اور اگر اولیاء اللہ کے مخالف لوگ انہیں غیر اللہ سمجھ کر تسلیم نہیں کرتے تو پھر ان لوگوں کو قرآن پاک کی تمام سورتوں کو بھی غیر اللہ جان کر نہیں ماننا چاہیے —

اللہ تعالیٰ تو اپنے کلام پاک کو شروع ہی سورۃ البقرہ سے کرتا ہے جس کے معنی لگائے کے ہیں — یا اللہ — وہ کیسی لگائے تھی؟ — کس کی لگائے تھی؟ — کہاں رہتی تھی؟ — کس کی امانت تھی؟ — اس میں کون سا کمال تھا؟ اور اس میں کون سی خوبی تھی جو تجھے پسند آگئی اور پھر اپنے کلام کو اسی کے نام سے شروع کیا — جواب — آتا ہے —

ہاں — ہاں — وہ ایک مسلمان مرد اور ایک ولی اللہ کی گائے تھی — اور پھر
 ہاں کے ایک فرمانبردار بیٹے کی امانت تھی — وہ جنگل میں چرتی پھرتی تھی اور لوگوں کو دیکھ
 کر ہانک جاتی تھی — اس لئے کہ وہ گائے جانتی تھی کہ میرا مالک کوئی اور ہے
 اور — حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امانت کے ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی
 کو قتل کر دیا — لیکن قاتل کا پتہ نہیں چلنا —

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اگر قاتل کا پتہ نہ لگتا ہے تو ایک گائے ذبح کر دو
 — قوم پرچھتی ہے — اس گائے کا رنگ کیا ہو؟ — اس کی عمر کتنی ہو؟
 — کھیتی باڑی کرنے والی ہو؟ — اس کے جسم پر کوئی داغ نہ ہو —
 دیکھنے والے کو مسرور کرنے والی ہو — ہاں — ایسی صفات والی گائے —
 اللہ کے ایک ولی کی ہے جو ماں کے فرمانبردار بیٹے کی امانت ہے — اسے ذبح کر
 لے اس کے جسم کا کوئی حصہ مُردے پر اور — وہ زندہ ہو جائے گا — اس لئے
 کہ اللہ کے ولی کی ذبح کی ہوئی گائے کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے — قوم نے ایسا ہی کیا
 مُردہ زندہ ہو گیا — اللہ نے فرمایا کَذٰلِكَ يَحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰی کہ اللہ
 اس طرح بھی مُردوں کو زندہ کرتا ہے ! یعنی کہی تو اللہ بابر راست و بلا واسطہ مُردوں کو
 زندہ کر دیتا ہے اور کہی اللہ کے ولی کی ذبح کی ہوئی گائے کے ذریعہ مُردے کو زندہ کرتا ہے
 تاکہ اولیاء اللہ کے بے ادب مولوی ان کی شان و عظمت اور ان کے تصرفات و کمالات اور
 ان کی صفات و کمالات کو تسلیم کر کے اپنے دین و ایمان کی اجڑی ہوئی کھیتی کو اولیائے کرام کے
 خیر و فیوض و برکات سے سیراب و شاداب کریں —

اب اور دیکھو — حق تو یہ تھا کہ وہ لوگ اللہ کے ولی کی ذبح شدہ گائے کا مال
 دیکھ کر ایمان لے آتے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَتَمَ قَسَتْ قُلُوبُکُمْ — کہ یہ سب کچھ
 دیکھ کر بھی ان کے دل اور بھی سخت ہو گئے — پتھر پلک کی مانند سخت — اور چٹا زون کی

طرح سخت — اور — وہ نسل اب بھی ہے — ہند میں بھی موجود ہے، جو سب کچھ جانتے ہوئے
 بھی اور قرآن پاک میں اولیاء اللہ کی شان و عظمت دیکھتے ہوئے بھی نہیں ملتے — ان کے دل بھی
 قوم موسیٰ کی طرح سخت ہیں — بتھوروں کی طرح سخت —

بھلا ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ اگر تمہارے نزدیک اولیاء اللہ — خیر اللہ ہیں
 تو پھر — قرآن پاک جنہیں اولیاء اللہ کہتا ہے — وہ کون ہیں؟ —
 اصل میں یہ لوگ شیخ القرآن کہلانے کے باوجود بھی جاہل ہیں — اور یہ خطاب ان
 لوگوں کو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے —

اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا — کیوں؟ — ایسے کہ
 وہ آیات جو حقیقت میں بُتوں کے حق میں نازل ہوئیں — یہ اولیاء و انبیاء کے بے ادب لوگ
 ان آیات کو انبیاء اور اولیاء کے حق میں لیتے ہیں — سمجھتے ہیں — بس یہی انکی عقل کا
 قصور ہے — یہ کہتے ہیں کہ جنت اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے — لیکن اللہ کریم فرماتا ہے کہ
 میں نے جنت کا وارث اولیائے کرام کو بنادیا ہوا ہے — (مریم)

اُمّ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک پر بھی ایمان لے آئیں کہ اللہ کی جنت غیر اللہ کے قبضہ میں ہے۔
 کہ — ”جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔“ —

ماں — اللہ تو نہیں — غیر اللہ ہے — اور غیر اللہ کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔
 لہذا — ان مولویوں کو تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ حقائق پر مبنی مفروضہ تسلیم کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ
 جنت غیر اللہ کے پاس ہے — اور انہی کے ذریعے ملے گی بھی! —

آخر میں میری اپنے مذہب حق اہل سنت و الجماعت رکھنے والے مجاہدوں سے درخواست ہے
 کہ وہ شریعت اور تخریب کار لوگوں سے بچکر یہی جو ہر وقت اور ہر گھڑی نیا باواہ اور دھوکہ اور فریب دینے
 کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے بعض وعدہ رکھنے کے پردے میں عوام کی متاعِ دین
 اور اسلام لوٹ رہے ہیں — حالانکہ — انہیں اولیاء نے خدا کی توحید بتائی — ان حضرات نے
 ہی شرک کے ظلمت کدہ میں توحید کی شمع روشن کی —

(سید افتخار الحسن) Digitized By eGangotri

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

کتے احسان فراوش ہیں یہ برعقیدہ لوگ کہ انہیں بزرگانِ دین۔ اکابرینِ اسلام اور اولیائے عظام کی عظمت و تقدس پر سرقیانہ حملے اور انہیں کی شانِ پاک میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں جن کی بدولت ہمیں دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور جن کی معرفت ہمیں اسلام کا دامن ہاتھ آیا اور جن کے صدقے ہم مسلمان ہوئے اور جن کی طفیل متحدہ کفرستانِ ہند کے ظلمت کدہ میں اسلام کا نور پھیلا اور دین کی شمع روشن ہوئی۔

عمودِ غزنوی سے لیکر سراج الدولہ تک، خاندانِ غلاماں سے لے کر دورِ مغلیہ تک، اور قطب الدین ایکب سے لے کر محمد شاہ ظفر تک اس متحدہ ہندوستان میں سینکڑوں مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی ان کے پاس لعل و جواہرات کے خزانے بھی ہوتے تھے اور تخت و تاج بھی شاہی جاہ و جلال بھی ہوتا تھا۔ اور شانِ شان و شوکت بھی۔

بابر کی ہیبت اور اکبر کے جلال کو کون نہیں جانتا۔ جہانگیر کی سلطنت اور شاہجہان کے تخت طاؤس سے کون واقف نہیں۔ شیر شاہ سوری کی شمشیر اور علاؤ الدین خلجی کی تلوار سے کس کو انکار ہے اور اورنگ زیب کی قوت اور بہادر محمد شاہ ظفر کی بہادری میں کس کو شک ہے اور یہ تو ٹھیک ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے راجوں اور رانوں کو اسلام کی تیغِ براں کے جبر و دکانے کسی نے رانا پرتاپ کو شکست دی اور کسی نے پرتھوی راج کے ہاتھوں کے لشکر

کو پا لایا۔ کسی نے سیوا جی سرٹھ کی گردن اڑائی اور کسی نے پانی پت کے میدان میں کفر و شکست دے کر اسلام کا پرچم لہرایا

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور ہندوستان کی تاریخ مسلمان بادشاہوں کے ایسے جنگی کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن تاریخ ہند میں یہ کہیں بھی نہیں ملتا کہ کسی مسلمان بادشاہ نے کسی کافر کو مسلمان کیا ہو۔ اگر ہمارے مسلمان فرزند داخلگی کارناموں کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ اور دین و مذہب کی نشر و اشاعت کی طرف بھی توجہ دیتے تو آج تقسیم ہند کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور خیر کے قلعہ سے لے کر اس کاماری تک سارا ہندوستان ہوتا۔

اور آج جو ہندوستان اور پاکستان میں ٹھیک ٹھیک کر دو مسلمان نظر آتے ہیں یہ محمود غزنوی اور ابر کی تلواری کا نتیجہ نہیں ہے۔ اکبر و شاہجہان کی قوت و طاقت کے طفیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان فقیروں کی پاک نگاہوں کا صدقہ ہے۔ ان درویشوں کی حق پرستی کی طفیل ہے۔ اور ان اولیاء اللہ کی تبلیغ اسلام کامرہن منت ہے جو اپنے دلوں میں توحید کی شان لے کر آئے۔ اپنے سینوں میں عشقِ مصطفیٰ لے کر آئے۔ اور جو لشکر و سپاہ لے کر نہیں تیسع و مضطرب لے کر آئے جو شان و شوکت نہیں دین دایمان کی قوت لے کر آئے اور جو تخت و تاج لے کر نہیں بوریہ کے بستر اور کھدر کی ٹہپاں پہن کر آئے اور پھر ان کی روحانی قوت و طاقت دین کے جاہ و جلال اور حق و صداقت کی ہیبت کے آگے ہندوستان کے سرکش انسانوں کی گردنیں جھک گئیں اور کفر و تان ہند کے ظلمت کدہ میں حق و اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ خلافت و گمراہی کے اندھیروں میں رشد و ہدایت کی شمع جل اٹھی کفر و ضیاع کی تاریکیوں میں نیکی و شرافت کے ستارے چمک اٹھے۔

پتھروں کے ہمارائیوں کے دلوں میں رب کعبہ کی ہیبت مٹ گئی۔ اور سومات کے بُت نامہ میں توحید و رسالت کے ڈنکے بجنے لگے۔

تلوار سے کسی کی گردن اڑا دینی کمال نہیں محبت و اخلاق سے کسی کے دل پر حکومت کرنی کمال ہے اور لشکر و سپاہ سے کسی کو شکست دینی یا وری نہیں لگاؤ فقر و درویشی سے کسی کے سر کو حق کے

آگے جھکانا بہادری ہے۔ لاہور کے ایک سرکش راجے کے شاہی محلّات میں اسلام کی شمع روشن کرنے والے داتا گنج بخش تھے اور باطل پرست انسانوں کو حق کے آگے جھکانے والے حسن زنجانی تھے اور اجیر کے جوگی جے پال کے جادو کو اپنی لکڑی کی کھڑاؤں سے توڑ کر کلہ بڑھانے والے حضرت خواجه حسین الدین تھے۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے کہ

زینت و تاج نہ شکر و سپاہ میں ہے
جرات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کے راجوں کو ہر میدان میں شکست دی اور قدم قدم پر کفر کے لشکر جبار کو تہ تیغ کیا اور یہ بھی درست ہے کہ وہ ہندوستان میں بڑی بڑی خوبصورت عمارتیں بنوائے۔ قلب بنار کی بھنڈی۔ دہلی کی جامع مسجد کے بنیاد اور شاہی محلّہ کے در و دیوار آج بھی مسلمانوں کے جاہ و جلال کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ کے تاج محل کا ایک ایک عین نقش آج بھی شاہجہان کے ذوقِ سلیم کی داد دے رہا ہے۔ لاہور کی شاہی مسجد کی خوبصورت عمارتیں آج بھی سلاطین اسلام کی شان و شوکت کا پتہ دے رہی ہیں۔ اور شالامار باغ کے پھلنے ہوئے پھول آج بھی مسلمان فرزندِ داؤد کی نقاستِ طبع کی خبر دیتے ہیں یہ تو سب کچھ ٹھیک ہے مگر تاریخِ ہند سے جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ اس کفرستان میں اسلام کیسے پھیلا۔ تو جواب میں نہ محمّد غزنوی کا نام آتا ہے۔ اور نہ بابر کا، نہ اکبر کا نام لیا جاتا ہے اور نہ شاہجہان کا۔ بلکہ اگر نام آتا ہے تو حضرت شیخ حسن زنجانی کا۔ حضرت داتا گنج بخش کا۔ حضرت خواجه حسین الدین چشتی اجیری کا۔ بہاء الدین زکریا ملتانی کا اور حضرت مجددِ اہل سنائی کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تو پھر میں ان اولیاء اللہ کی مقدس قبروں پر پھولوں کی چادر کیوں نہ چڑھاؤں۔ جو بے مروتان کے عالم میں آئے۔ بے سہارا آئے۔ بے وسیلہ آئے۔ تبیغ و فساد کے آئے اور اس کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرا گئے باطل پرست انسانوں کو حق کے آگے جھکائے۔ اپنی پاک نگاہوں

سے دلوں کو نور ایمان سے منور کر گئے اور موتیوں کے بھکاریوں کو توحید و رسالت کی سیدھی راہ دکھا گئے اور پھر جس خواجہ اجمیری کے مزارِ اقدس کی چوکھٹ کو کیوں نہ چوموں جو اپنی دین و ایمان کی قوت سے نہ لاکھ انسانوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کر گئے۔

اور ساتھ ہی ان بدعتیہ مولویں! بے ادب و احمقوں اور گستاخِ خطیبوں کی جہالت و تعصب کا نام کیوں نہ کر دوں۔ جو اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں اور بزرگانِ دین سے محبت و عقیدت رکھنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں حالانکہ انہیں مقدس ہستیوں کے ذریعے اور انہیں اولیاء اللہ کی معرفت ہیں دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی تو حیرانِ اولیاء اللہ کے اس احسانِ عظیم کو جلا دینا احسانِ فراموشی نہیں قرار دیا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بغیر میں سے کوئی نبی بھی ہندوستان نہیں آیا۔ خلفائے راشدین میں سے کوئی خلیفہ یہاں نہیں آیا۔ چار اماموں میں سے کوئی امام بھی نہیں آیا۔ تو پھر بھی آج اس خطہ ہند میں کس کو ڈر مسلمان نظر آتے ہیں تو یہ بزرگانِ دین کی بدولت نہیں تو اور کس کی بدولت ہے؟

اگر نہ تو ہندوستان میں ایک اپنے دینِ اکبری کی بنیاد رکھ کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ یہاں تک کہ پھر سوزج کی پیمائش ہونے لگی تھی۔ اور دوسری کئی ایک سو سال کا فرانہ جاری ہونے کے ساتھ ساتھ اکبر کو مسجد بھی ہونے لگا تھا۔ اور اگر اس نازک دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس ہمتی فقر و درویشی کے لباس میں دین و ایمان کی قوت سے کرنے آتے تو بہت ممکن تھا کہ اولیاء اللہ کی سالہا سال کی تبلیغ، دین و اسلام کی محنتِ ناک میں بدل جاتی اور ہندوستان کے وہ لوگ جو ان فیروں کے فیضِ روحانیت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے پھر مرتد ہو جاتے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمارے مسلمان بادشاہِ شراب بھی پیتے تھے۔ اور رقص و سرود کی مجلسیں بھی لگاتے تھے ان میں شہنشاہی ٹھاٹھ باٹھ بھی تھی اور تنج و تاج کی شانِ شوکت بھی مگر ان میں دو صفات ایسی تھیں کہ جن کی بناء پر ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن ان کی نجات ہو جائے ایک تو وہ عادل و مصنف تھے اور دوسرے یہ کہ وہ شرابی، ربابی اور کبابی تو تھے مگر دہائی نہیں تھے۔

اکبر اگر دہلی ہوتا تو وہ ایک لڑکے کی آرزو کے لئے پیدل چل کر خواجہ سلیم چشتی کی تدبیر کے لئے منچر نہ جاتا۔ اگر سلطان حیدر علی دہلی دکن بدعتیہ ہوتا تو ایک فرزند کی تلاش کر سائیں ٹیپو شاہ کی چوٹ نہ چرتا۔ اور پھر یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ خیرا وہ سلیم جو بعد میں جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا حضرت خواجہ محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے پیدا ہوا تھا اور شیر دکن سلطان ٹیپو بھی سائیں ٹیپو شاہ رحمۃ اللہ کی دُعا سے ہی پیدا ہوا تھا۔

اور پھر مولوی اشرف علی تھانوی بھی تراپنے والدین کے مُرشد کی دُعا ہی سے پیدا ہوا اشمس الدین اشمس حضرت خواجہ عثمان دہلوی کا مُرید تھا۔ اور حضرت خواجہ مختیار کاکی جس قدم دہلی کی کرتا تھا۔ اور ہفتہ میں دو دفعہ اپنے مُرشد کی زیارت کے لئے پیدل جایا کرتا تھا۔

۱۔ تذکرہ شائخ کرام تاریخ فرشتہ ص ۱۵

علامہ الدین علی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے لشکر میں حقہ دیا کرتا تھا۔ اکبر حضرت خواجہ معین کا معتقد تھا اور آپ کے دصال پاک کے بعد آپ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے پیدل جایا کرتا تھا۔

شاہ رکن عالم مٹانی جب دہلی تشریف لے جاتے تو علامہ الدین علی ان کے لئے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آتا تھا۔ اور پانچ لاکھ روپے ان کی آمد سے پہلے اور پانچ لاکھ روپے ان کے جانے کے بعد غریبوں میں تقسیم کیا کرتا تھا۔ محمود غزنوی نے سونلٹ کو فتح کرنے کی خاطر اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کے قدم چومے۔

۱۱۔ تذکرہ شائخ کرام تاریخ فرشتہ ص ۱۵ - ۱۶۲

اور اپنے مرشد کا کُرتہ بطور تبرکے کے کر محلہ آدو ہوا اور پھر اسی کُرتے کی ٹھنی فتح نصیب ہوئی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

یہ سب کچھ جاننے ہوئے بھی اگر کوئی شخص زردگان دین اور اولیائے کرام کی شان

اقدس میں گستاخی و بے ادبی کرتا ہے اور ان کے روحانی فیوض و برکات اور باطنی کمالات و کرامات کا انکار کرتا ہے تو پھر اس میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ایسے بدعتیہ لوگ ختم اللہ علیہم قلوبہم و علیٰ سمعہم و علیٰ ابصارہم غشاوة و لہم عذاب الیم کی آیت پاک کے مصداق ہے۔

افتخار الحسن



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ذکر و فکر !

قرآن وحدیث نے ذکر و فکر کو ولایت و روحانیت کا سرچشمہ قرار دیا ہے اور اس کو قرب الہی کا ذریعہ بتایا ہے تاکہ ایک طالب حق مسلمان ذکر و فکر کے ذریعے طہارت قلب، تزکیہ نفس اور صفائی دل کر کے اپنی راہ سے وہ تمام کانٹے دور کرے جن میں اس کے دہن کے اُلجھے کا ڈر ہو۔ اور پھر اسی ذکر و فکر کی معرفت وہ تمام مدارج طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

أُولَی الْأَبَابِ الذِّیْنَ یَذْکُرُونَ اللَّهَ قِیَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ
وَتَتَفَكَّرُونَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

کہ وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور کھڑے کھڑے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی تخلیق کی حکمت پر غور و خوض کرتے رہتے ہیں۔ وہی لوگ صاحب بصیرت اور منزل حق کے متلاشی ہیں۔ اور پھر ارشاد خداوی ہے :-

اَلَا یَذْکُرُ اللّٰهُ قَطْعَیْنِ الْفَلْکِیْنِ۔

کہ اطمینان قلب اور سکون دل کو دنیا کی عیش و عشرت میں دنیا کے باغ و بہار میں۔ محلول اور کھٹیر میں۔ سونے اور چاندی کے خزانوں میں اور تخت و تاج میں تلاش کرنے والا اطمینان قلب ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے اور اطمینان قلب ہی ولایت ہے۔

اللہ کریم نے اپنا ذکر کرنے اور یاد کرنے والوں کے لئے انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ ————— کہ اسے بندہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔
اور جب کوئی مسلمان اللہ کے ذکر کے ذریعے اس مقام پر پہنچ جائے کہ خود خدا تعالیٰ بھی اس کو یاد
کرنے لگے تو پھر اس کے دلی ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ بلکہ مولانا رومی رحمۃ اللہ تو
فرماتے ہیں ۔

اللّٰهُ اللّٰهُ كُفْتُ اللّٰهُ مِ شُرُو

ایں سخن حق است باللّٰہ می شرو

کہ اے مسلمان تو اتنا اللہ اللہ کہ کہ خود اللہ ہو جا۔ اور پھر مولانا تاکید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم
اللہ اللہ کرنے والا خود اللہ ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک طالب حق اور سالک راہ حقیقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے سے
وہ اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ
اس بندے کے کان بن جاتا ہے، ان کانوں سے سناتا ہے وہ ان آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے
وہ ان ہاتھوں سے پکڑتا ہے اور وہ اس کے پاؤں بن جاتا ہے وہ اس کے پاؤں سے چلتا ہے۔ اور
جب کوئی ایسا مقرب الہی خدا تعالیٰ سے کوئی سوال کرتا ہے۔ تو خداوند کریم اس کو وہ چیز عطا کر
دیتا ہے۔

شکرات شریف ص ۱۹۷

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتَهُ فَنُكِّنْتُ
سَمْعَهُ الَّذِي يُمْسِكُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي
يَبْطِشُ بِهَا وَيَحْلُلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلْنِي لِأَحْطِيتَهُ۔

اور یہ وہی مقام ہے جسے اہل تصوف ثانی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔ اور جس مقام پر شیخ مندر
اَنَا الْحَقُّ اور حضرت بازید بسطامی سُبْحَانِی مَا اعْظَمَ شَانِی لَکَ اٹھتے ہیں چنانچہ شیخ
عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقتیکہ انا الحق سے گوید منصور گنجا بُود خدا بُود خدا

کہ جس وقت منصور نے کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس وقت منصور، منصور نہیں تھا۔ بلکہ خدا تھا۔
— یعنی شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر خدا بول رہا تھا۔ اور کسی کی زبان پر خدا تعالیٰ کا بولنا قرآن و حدیث اور نقل و عقل سے ثابت ہے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ۔
کہ اللہ تعالیٰ محمدؐ کی زبان پر بولتا ہے۔

پہلے سورۃ لہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی پاک کو ساتھ لے کر مدین سے مصر کی طرف واپس جا رہے تھے رات اندھیری تھی۔ راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور آتا بھی کیوں۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے سوا تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ اور پھر جس چیز کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضرورت تھی اس چیز میں سے بول اٹھا یعنی آگ سے۔

اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ — کہ تحقیق میں تو تیرا رب ہوں
پہلے سورۃ القصص — مِنْ الشَّجَرَةِ اَنْ یَّمُوسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔
تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کبھی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے اور کبھی درخت کی شاخوں میں سے بول سکتا ہے اور کبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر کلام کرتا ہے تو پھر اگر وہ کبھی کسی دلی زبان پر بھی بول اٹھے تو کون سا تعجب ہے۔
مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

چوں رواں باشد انا اللہ از درخت

کے رواں نمود کہ گوید نیک بہخت

کہ جب اللہ تعالیٰ کا درخت کی شاخوں میں سے کہنا کہ میں اللہ ہوں ثابت ہے تو پھر اس کا کسی دلی اور اپنے مقبول بندے کی زبان پر سے انا الحق فرمادینا بھی درست اور ٹھیک ہے۔
ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ فرعون نے بھی اَنَا رَبُّکُمْ اَلَا عَلٰی کہا تھا اور شیخ منصور نے بھی انا الحق فرمایا تھا۔ تو دونوں کے معنی ایک ہی ہیں کہ میں خدا ہوں تو پھر یہ کیسے ہو

کتاہے کہ ایک بات فرعون کہے تو وہ کافرو بے دین اور وہی بات منصور کہے تو وہ ولی عزت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ فرعون و منصور کے کہنے میں تو کوئی فرق نہیں ہے مگر دونوں کی نیتوں میں بڑا فرق تھا وہ یہ کہ فرعون نے جب یہ کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس کی نیت یہ تھی کہ میں ہی ہوں۔ وہ نہیں ہے اور شیخ منصور نے جب کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس کی نیت یہ تھی کہ وہی ہے میں نہیں ہوں اور اپنے آپ کو اپنے مالک حقیقی کے آگے ناگود کر دینا ہی ولایت ہے سے

یہ دل تجھ پر تلے میں نہیں ہوں

اسی کی سب خطا ہے میں نہیں ہوں

کہا میں نے کہ تو نے مار ڈالا

کہا میری ادا ہے میں نہیں ہوں

شکوۃ شریف ص ۱۹۔ ابن ماجہ شریف ص ۲۷۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ——— فَإِذَا ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأَ خَيْرٍ مِنْهُمْ

اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے فرشتوں کی محفل میں یاد کرتا ہوں جو انسانوں کی محفل سے بہتر محفل ہے۔

نزهت المجالس جلد ۱ صفحہ ۴۹۔ نبی کریم صلیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا حَبِيبٌ إِلَى مَنْ دُنِيََا كَرِهْتُ ثَلَاثَ لِسَانٍ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَجَسَدٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ۔ کہ مجھے دنیا کی تین چیزیں بہت پیاری ہیں میرا ذکر کرنے والی زبان۔ میرا شکر کرنے والا۔ اور مصیبت میں صبر کرنے والا جسم۔

امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں ایک انسان پر سے گزرا مَغِيبٌ

فِي خُبَرِ الْعَرَشِ كَدُو عَرْشِ الْهِی کے نور میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب ملا نہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ کیا کوئی نبی ہے؟ جواب ملا نہیں میں نے پھر پوچھا تو پھر اخیر یہ کون ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ هَذَا رَجُلٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا لَيَافُةً رَطَبٌ اِذْ كَبُرَ اللّٰهُ وَقَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ کہ یہ ایک ایسا آپ کا امتی ہے کہ دنیا میں اس کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہتی تھی اور اس کا دل ہر وقت مسجدوں کے ساتھ معلق رہتا تھا۔

شکوۃ شریف ص ۱۹۹ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام فرمایا اِنَّ كُلَّ شَيْءٍ صِبْغَالُهُ صِبْغُ اللّٰهِ الْقَلْبُ ذِكْرُ اللّٰهِ کہ ہر شے کو صاف کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور دل کو صاف و متصل کرنے والی شے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

شکوۃ شریف ص ۱۹۹ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اِذَا اَمَرْتُمْ بِمِیْثَاقِ الْجَنَّةِ فَارْتَحِلُوا کہ جب تم جنت کے باغ سے گزرو تو اس کی طرف دوڑو۔ اور اس کی خوشبو سے لذت حاصل کرو۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس دنیا میں جنت کا باغ کون سا ہے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا حَلَقِ الذِّكْرِ کہ اللہ کا ذکر کرنے والی مجلس جنت کا باغ ہے۔

حضرت شیخ نبیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر آ رہا تھا کہ میں نے راستے میں ایک حسینہ و جمیلہ اور نوجوان عورت کو دیکھا جس کا لباس تو شانہ تھا مگر سر اور پاؤں سے نکلی تھی اور مستانہ وار چلی آ رہی تھی۔ اگر میں نے نور الہی کا مشاہدہ نہ کیا تو ہاتھ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میں مفتوں و محزون ہوجاتا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ جب وہ عورت میرے قریب آئی تو میں نے اس سے کہا (اے زین سربویش) کہ اے عورت اپنے سر کو ڈھانپ لے۔ تو اس عورت نے حجاب دیا (اے شیخ لگی نمہ شریک سر نہی پوشد) کہ اے شیخ خوبصورت پھول کبھی سر کو نہیں چاہتا شیخ فرماتے ہیں میں نے پھر اس سے کہا۔

دہر کہ توبہ فریضہ شود کہ جو بھی تجھے دیکھے گا فریضہ ہو جائے گا تو اس عورت نے

جواب دیا۔

شیخ دروغ میگردی ہر کہ مارا بنید سوخته شود کہ اسے شیخ تو جھوٹ بولتا ہے جو کوئی جھڑک دیکھے گاجل جائے گا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں اس عورت کی عارفانہ گفتگو سن کر جذب و مستی میں پکارا تھا اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ تو وہ عورت اللہ کا نام سن کر گر پڑی، تڑپی اور خاکستر ہو گئی اور پھر سڑن سے میرے کانوں میں یہ آواز آنے لگی کہ (صد آفرین اے دامن پوش کہ برا کثرت تار بنداں بستیقت بُردی) کہ آفرین ہے تجھ پر اے اپنے درد و سوز اور عشقِ حقیقی کو چھپانے والی تو بہت سے مردوں پر بازی لے گئی۔

شیخ شبلی فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ الہی میں عرض کی کہ یا مولیٰ یہ کیا ماجرا ہے۔
جواب ملا۔ اے شبلی اس عورت نے پہلی بار میرا نام سنا تو عاشق ہوئی۔ دوسری بار سنا تو بہرہ نش ہو گئی اور تیسری بار میرا نام سنا تو مجھ پر قربان ہو گئی۔

یہ ہے وہ درد و سوز! جذب و مستی اور عشقِ حقیقی کی آخری منزل۔ اور یہ ہے ذکرِ الہی کی تاثیر جس کو حاصل کرنے کے لئے عارف لوگ اور فقیرانِ بے زرا اپنی ساری زندگی گوشہ نشینی اور چلکشی میں گزار دیتے ہیں اور یہی وہ درد و سوز ہے جس کے لئے شیخ عطار بارگاہِ رب العزت میں التجا کرتے ہیں

کفر کافر داو دیں دیندار را

قطرہ در دہل عطار را

کہ اے میرے مولا کافر کو کفر اور دین دار کو دین دے دے اور شیخ عطار کے دل میں اپنے عشق کے درد کے دریا سے ایک قطرہ عطا کر دے

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک زاہد مصلیٰ پر بیٹھا ذکرِ الہی میں مشغول ہے۔ شیخ آگے گزر گئے جب واپس آئے تو اس

اس زاہد کو پھر ذکر الہی میں مشغول دیکھا۔ آپ نے اپنے مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (ایں زاہد جہان بیتی و حقیقتی میکند) مرید تو خاموش رہے مگر وہ زاہد ہلک اٹھا۔ اور کہنے لگا اے شہابی میں تو تجھے صالحین میں سے سمجھتا تھا۔ لیکن تُو تو کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اگر تُو کامل ہوتے تو ایسا بے ادبی کا کلمہ ہرگز نہ کہتے۔

شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ تو کس کا ذکر کرتا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا۔ شیخ نے فرمایا کہ افسوس ہے تیرے اللہ اللہ کرنے پر۔ کہ بتی بتی کے لفظ سے تو تو بھڑک اُٹھا ہے مگر اللہ کے نام کی عظمت نے تجھے ہم قرار نہیں کیا۔ اور تیرے دل میں آتش عشق نہیں بھڑکی۔ وہ زائد شیخ شبلیؒ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور معافی مانگی اور عرض کی یا شیخ مجھے بھی یہ درد دوسرا اور عشق و مستی عطا کر دے۔ شیخ شبلیؒ نے فرمایا تین بار کہو اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ اس زائد نے کہا اللہ اللہ اللہ اللہ توجہ دو ستار پھینک کر اور کپڑے پھاڑ کر دیر انوں کی حالت میں صحرا میں اللہ اللہ کہتے ہوئے دوڑنے لگا۔ مولینا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

منزلِ اُد بر زبانِ اولیاست
در دِل اور روزِ شَب یاد خداست
چشمِ او بر غیرِ ہرگز دانہ نہ شد
قطرہٗ او جزِ سُوئےِ درانہ نہ شد

ذکر الہی کی حقیقت! یاد خداوندی کا سرور! اللہ اللہ کرنے کا پھل اور شرابِ عشق و مستی کے اس نشے پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ذکر الہی نہ صرف قربِ خداوندی کے ایک وسیلہ اور بارگاہِ ایزدی کی رسائی حاصل کرنے کے لیے ایک قرینہ اور حریم کبریا تک پہنچنے کے لئے ایک میسر بھی ہے بلکہ ہر دکھ کا علاج بھی ہے اور بے سہاراں کا سہارا بھی ہے اور بے چاروں، بے آسروں کا آسرا بھی ہے اور بے وارثوں کا وارث بھی۔ یہاں تک کہ میدانِ جہاد میں لڑنے والے مسلمانوں کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو۔ جب تم کفر کے مقابلے میں جاؤ تو ثابت قدمی سے لڑو۔

وَ اذْكُرْ اللّٰهَ كَثِيْرًا اَلْحَلْمُ تَفْلَحُوْنَ اور میدانِ جہاد میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔
اور خدا کو یاد کرو۔ پھر فتح تمہاری ہے۔

مسلمان تر با مسلمان۔ اگر کسی کافر کی زبان سے بھی چاہے بھول کر ہی اس کا نام نکل جائے تو اس کی رحمت و بخشش اور اس کا لطف و کرم اس کافر کو بھی جواب دیتا ہے چنانچہ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ منطوق الطیر میں اور نزہت المجالس جلد ۱ ص ۱۹ میں علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ۔

یک شبے جب جبریل اندر سدرہ بورد

نیک لبیک ز حضرت می شنود

کہ ایک رات حضرت جبریل علیہ السلام اپنے مقام سدرہ پر بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی۔

لَبَّيْكَ يَا عَبْدِي — کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خداوند کریم جس کو آوازیں دے رہا ہے شاید وہ کوئی ولی ہے یا نبی پھر جبریل علیہ السلام کے دل میں اس بندے کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو اس نے پرواز کی مسجد دیکھیں۔ کعبہ دیکھا اور بیت المقدس دیکھا مگر وہ بندہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے پوچھا اے جبریل آج کس کی تلاش ہے؟ عرض کی اے رَبِّ الْعَالَمِیْنَ! میں تیرے اس بندے کو دیکھنا چاہتا ہوں جس کو تو آوازیں دے رہا ہے۔ خداوند کریم نے فرمایا جبریل اگر میرے اس بندے کو دیکھنا چاہتے ہو تو ہندوستان کے فلال بُت خانہ میں چلے جاؤ! جبریل نے عرض کی۔ یا مولائے بت خانہ میں کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ میرا وہ بندہ بُت کے آگے سر جھکا کر فریاد کر رہا تھا یا صَنِیْعِیْ یا صَنِیْعِیْ کہ اے میرے بُت۔ اے میرے بُت۔ اور وہ پیچھے کا بنا ہوا بُت خاموش تھا لیکن لعل سے اس کی زبان سے نکل گیا۔ یا صَمَدِیْ۔ اے میرے رب تو میں نے فوراً اس کو جواب دے دیا ہے لَبَّيْكَ يَا عَبْدِي۔ کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی اے رب العالمین اس بندے نے ہزار بار اپنے بُت کو پکارا تو وہ نہیں بولا۔ مگر تجھے غلطی سے ایک بار اس نے پکارا ہے تو تُو بول اٹھا ہے؟ تو جواب آیا

گرا ز در گہ ما شود نیندرد

پس آنکہ چه فسق صنم تا صمد

کہ اے جبریل! اگر وہ ہمارے دروازہ سے بھی مایوس ہو جاتا اور اگر میں بھی نہ بولتا تو پھر

مجھ میں اور اس بُت میں کیا فرق رہ جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا اس بندے کو جواب دینا اس لئے بھی ضروری تھا کہ وہ خود قرآن پاک میں اعلان کر چکا ہے۔ فَادْكُرْ وُفِيْ اَذْكُرْ كُفْ — کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

نزہت المجالس میں اس طرح ہے۔ فَقَالَتْ الْمَلَأُيْكَةُ الْهِنَادُ عَاصِمًا دَهْرًا طَوِيلًا فَلَمْ يَجِبْهُ وَدَعَاكَ مَرَّةً وَاحِدَةً فَاجِبْتَهُ۔ فرشتوں نے عرض کی یا اے العالمین اس بندے نے ایک طویل مدت تک اس بُت کو پکارا تو اس نے جواب نہیں دیا اور تجھے صرف ایک بار ہی پکارا ہے تو تُو نے جواب دے دیا ہے تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے فرشتو۔ اگر اس کے پکارنے پر میں بھی جواب نہ دیتا فَاتَى الْفُتُوْى بَيْنَ الصَّنَمِ وَبَيْنَ الصَّمَدِ تو پھر صنم اور صمد میں کیا فرق رہ جاتا۔ زلیخا محبت تو حضرت یوسف علیہ السلام سے کرتی تھی مگر پوجا بت کی کرتی تھی وہ مصر کے بادشاہ بن گئے اور یہ جنگل میں ایک گٹھیا میں بیٹھی بُت سے فریاد کرتی ہے کہ مجھے یوسف سے ملاؤ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نہ ملے۔ زلیخا کا تخت گیا۔ بخت گیا اور تاج گیا اور راج گیا۔ حکومت گئی اور بادشاہت گئی۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا مولا یہ کسی دنیا دار کی محبت میں نہیں۔ بلکہ تیرے پیغمبر کی محبت میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھی ہے اور تیرے رسول کے عشق میں فنا ہو گئی ہے۔ اے یوسف ملاؤ۔ جواب آیا۔ جبریل! یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ دعویٰ تو کرتی ہے یوسف کی محبت کا۔ اور پوجا کرتی ہے پیغمبر کی۔ یوسف کیسے ملاؤں۔ زلیخا نے ایک مدت تک بُت کو سجدے کئے۔ اُسے پکارا۔

فریاد کی۔ مگر یوسف علیہ السلام نہ ملے۔ آخر ایک دن غصے میں آکر بت کو توڑ کر بارگاہِ رب العزت میں سرسجود ہو گئی اور عرض کی اے حضرت یوسف علیہ السلام کے بنانے والے تو سچا رب ہے۔ اور غفور الرحیم ہے تو حاضر و ناظر ہے اور دکھیوں کی فریاد کو سننے والا ہے۔ تجھے واسطہ اپنی خدائی کا۔ مجھے سرف یوسف ملاوے بس پھر کیا تھا۔ اُدھر زلیخانے بت کو توڑ کر بارگاہِ خداوندی میں سجدہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری آگئی اور جب سواری زلیخا کی کٹیا کے قریب آئی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ یا پیغمبر خدا کا حکم ہے کہ آج زلیخا کو مل کر جانا ہے۔ جب تک زلیخا بت کو پوجتی رہی اور اس کے آگے فریاد کرتی رہی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نہیں ملے اور جب بت کو توڑ کر اور معبود باطل سے منہ موڑ کر بارگاہِ رب العزت اور معبودِ حقیقی کے حضور میں سرسجود ہو گئی تو ایک ہی فریاد سے حضرت یوسف علیہ السلام بھی مل گئے۔ آنکھوں کی بنیائی بھی لوٹ آئی۔ جوانی واپس آگئی اور تخت و تاج بھی مل گیا۔ اسی طرح جب تک کوئی گناہِ ملامتِ عقیدگی کے بت کو نہ توڑے گا۔ نہ خدا ہی مل سکتا ہے۔ اور نہ مصطفیٰ اسی۔

وہ بے نیاز مالک ہے اگر رحمت و بخشش پر آجائے تو ایک کافر و بے دین کی بھی ایک ہی فریاد سے اس کے دل سے کُفر و بے دینی کے غبار کو ٹھاکر اس میں دین و اسلام کی شمع روشن کر دیتا ہے۔ اور اگر قہر و غضب میں آجائے تو کسی مسلمان زاہد و عابد کی بھی ہزار سال کی عبادت فنا کر کے اس کو اپنے دروازے سے دُور ہٹا دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بے نیاز مالک نہ تو کسی کے مال و دولت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی کسی کی شان و شوکت کو۔ نہ ہی کسی کی شکل و صورت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی کسی کی ریاضت و عبادت کو بلکہ وہ تو اپنے بندوں کے دلوں کی میٹروں کو دیکھتا ہے جیسا کہ امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا :-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرَتِكُمْ وَلَا إِلَى أَهْوَالِكُمْ وَلَكِنَّ
اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَى نِيَّةٍ تُلَوِّبُكُمْ

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طُور پر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک چرواہا کو دیکھا۔ جو زمین پر لیٹا ہوا ہے اور آسمان کی طرف منہ کر

کے کہہ رہا ہے۔ کہ اے میرے اللہ تو اگر مجھے مل جائے تو میں تیرے بالوں میں لٹکھی کر دوں۔ تیرے کپڑے دھوؤں۔ اور تیری جوتیاں صاف کر دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا اور اس چڑھے کو پیٹ مار دیا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، بال کبھرے ہوئے تھے اور حالت خستہ تھی۔ وہ چڑا ہوا خاموش رہا۔ مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طُور پر پہنچے اور خدا تعالیٰ کو پکارا تو کوئی جواب نہ آیا۔ عرض کی یا باری تعالیٰ آج اس خاموشی کا سبب کیا ہے ؟

تو جواب آیا۔

وحی آمد موسیٰ از اللہ

بندہ مارا چہرا کر دی جدا

کہ اے ہمارے کلیم تو نے اس چڑا ہے کہ جو ہمارا ایک مقبول بندہ تھا اور جو مجھ سے باقی کر رہا تھا ہم سے کیوں جدا کر دیا ہے۔ اور اسے پیٹ کر کیوں مارا ہے۔

تو برائے وصل کر دن آمدی

نے برائے فصل کر دن آمدی

کہ مجھے تو اس لئے بھیجا ہے کہ تو مجھ سے بچھڑے ہوئے بندوں کو ملائے نہ اس لئے کہ جو مجھ سے ملے ہوئے ہیں ان کو جدا کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا مولادہ تو تیری شانِ پاک میں بے ادبی اور گستاخی کر رہا تھا۔ تو بقولِ عارفِ رومی خدا تعالیٰ نے جواب دیا۔

عاشقان را ہر نفس سوزیدنی ست

برودہ ویراں حشرانج و عشر نیست

کہ اے کلیم اللہ وہ لوگ جو میرے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کی قیمت میں ہر وقت آتشِ عشق میں جلنا لکھا ہے اس لئے ان پر آداب کی پابندی لازم نہیں آتی۔ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی لطیف اور پیارے انداز میں مثال دے کر فرماتے ہیں کہ جس طرح کسی اُبڑی ہوئی بستی پر خراج

دعشتر نہیں تھا۔ اسی طرح عاشقانِ الہی غلبہِ حال میں مرفوعِ اقلیم ہوتے ہیں اور وہ احکامِ ظاہری کے مکلف نہیں ہوتے۔

خواجه اور عشر میں یہ فرق ہے کہ خراجِ کافر رعایا سے بطورِ حق حکومت لیا جاتا ہے اور عشرِ مسلمان کاشتِ کار سے لیا جاتا ہے جو زکوٰۃ کی طرح داخلِ عبادت ہے۔

عارفِ رمویؒ پھر دوسری وجہ بیان فرماتے ہیں کہ:-

گر خطا گوید و را خاطی گویا!

گر شود پُر خون شہیدان را مشو

خون شہیدان را آبِ اولیٰ تراست

اسی خطا از صد صوابِ اولیٰ تراست

یعنی اگر کوئی عاشقِ الہی کوئی غلط بات بھی کہہ دے تو اس کو خطا وار نہ کہہ جیسے کہ حکم ہے کہ اگر شہیدِ خون میں لت پت بھی ہو تو اس کو دھویا نہ جلئے۔ اور جس طرح خون شہیدوں کے لئے پانی سے بھی بہتر ہے اسی طرح وہ خطا جو عاشقِ الہی سے سرزد ہو گئی ہو سیکڑوں صحیح باتوں سے بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ خون اگر چہ نجس و ناپاک ہے اور نجس و ناپاک کو پاک کرنے والا پانی ہے مگر شہید کا رقبہ اس قدر بلند ہے کہ اس کا خون نجس و ناپاک ہونے کے باوجود پانی سے بہتر ہے۔ اسی طرح سے خطا اگرچہ خطا ہے مگر جب ایک اللہ کے عاشق سے سرزد ہو جائے اور وہ بھی غلبہِ عشق میں اور جذبِ مستی کی حالت میں ہو تو اس کا منشاء دل کی وہ کیفیت ہے جو عام کیفیات سے ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ یعنی عشقِ الہی اور جذبِ مستی۔ لہذا وہ خطا بھی ہزاروں صحیح باتوں سے بہتر ہے۔ عارفِ رمویؒ پھر ایک اور مثال دے کر اس چرواہے کی خطا کو رفع کرتے ہیں کہ:-

در درونِ کعبہ رسم قبلہ نیست

چہ غم از خواص را پا چپہ نیست

مطلب یہ کہ حرمِ کعبہ سے باہر تمام حدیثِ مین پر نماز پڑھنے والوں پر فرض ہے کہ وہ

کعبہ کی طرف رخ کریں۔ لیکن جو شخص کعبہ کی چار دیواری کے اندر داخل ہو جائے۔ اس پر جہت و سمت اور قبلہ رخ ہونا فرض نہیں ہے اس کو اجازت ہے کہ جہر چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص کٹے دوست اور حرم یاد سے باہر ہے وہ تو آداب و قواعد کا پابند ہے لیکن جو حرم دوست میں داخل ہو جائے وہ کسی آداب و قواعد کا پابند نہیں ہے۔

مُحَرَّتِ پُشتے کا وہی پابند ہے جو زمین پر چلے۔ اور جو دریا میں غرق ہو رہا ہو اس کو جُحَّتِ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی طرح جو عشقِ الہی کے دریا میں غرق ہو وہ ظاہری آداب کا پابند نہیں ہے ان تمام شاروں سے عارفِ رمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سمجھنا مقصود ہے کہ اس حیدر داہے کی یہ گھٹک کہ اے اللہ تو اگر مجھے بل جائے تو میں میرے کپڑے دھوؤں۔ تیرے سر پہ کنگھی کروں اور تجھے شربت پلاؤں۔ عشقِ الہی اور غلبہِ حال میں تھی۔ اور وہ جذبِ مستی کے عالم میں تھا۔ اور دریائے وحدت میں گم ہو چکا تھا۔ اور معرفتِ الہی اور عشقِ خداوندی کے سمندر میں غرق ہو چکا تھا اور اس لئے اس کی یہ ظاہری خطا خطا نہیں تھی۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو صوفیائے کرام ساک و مجذوب کہتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو انہی ہستی کو شاکر اور انہی ذات و صفات کو عشقِ الہی میں فنا کر کے دریائے وحدت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے ہر لوگوں کے متعلق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شکر اہ شریفؑ و مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ رُبَّ شُعْثٍ مَذْفُونٍ بِالْأَبْوَابِ كَوَافِهِمْ عَلَى اللَّهِ لَا جُورَ۔ کہ میری اُمت میں کچھ ایسے درویشانِ نست اور فقیرانِ بے نوا بھی ہوں گے جن کے لباس پھٹے ہوئے اور بال بکھرے ہوئے ہوں گے۔ لوگ ان کو گالیاں دیں گے اور تھپڑ ماریں گے اور دردِ دازوں سے ٹھکرائیں گے اور ان کی ظاہری کیفیت خستہ حالی ہوگی۔ مگر باطن میں وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوں گے اور بارگاہِ رب العزت میں اتنے مقبول ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں گے تو خداوند تعالیٰ ان کی قسم کو سب سے پہلے کر دے گا۔ یعنی اگر وہ قسم کھالیں گے کہ کل بارش ہوگی تو خدا ضرور بارش برسا دے گا وہ قسم کھالیں کہ نفل کے گھر لڑکا پیدا ہوگا تو خداوند تعالیٰ لڑکا ہی عطا کرے گا۔ اور اگر وہ جذبہ مستی میں (اللہ کہہ دیں تو پہاڑ پیٹ جائیں۔ دریاؤں کی روانی تم جائے۔ آبی ہڈی موت ٹل جائے

مردے جی اٹھیں پیادوں کو شفا مل جائے۔ دیکھو کے دکھ درد دور ہو جائیں اور بلائیں دور ہو جائیں۔
 عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد
 خلافت میں ایک سارنگی بجانے والا تھا جو اپنی مسحور کن آواز اور سازنگی کی وافریت سے لوگوں کو
 خوش کر کے انہی گزر اوقات کیا کرتا تھا۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کی آواز میں درد و سوز اور سازنگی
 بجانے میں وہ خوش نوائی نہ رہی۔ اور بے روزگاری سے ایک ایک ٹکڑے کا محتاج ہو گیا تو پھر اس
 نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی کہ

گفت عمرو مہلتم دادی بسے
 لطف با کردی حسدایا باخسے

کہ اے اللہ تو نے مجھ کو بہت عمر اور مہلت بخشی اور اس کمینہ کے ساتھ ہی لطف و کرم
 فرمایا۔ یہاں تک کہ میں ستر سال تک برابر گناہ کرتا رہا۔ مگر تو نے ایک دن بھی میری روزی کو بند
 نہ کیا۔ اور اب میں۔

نیت کسب امروز مہمان تو ام
 چنگ بہر تو زخم کارن تو ام

روزی کمانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اس لئے آج میں تیرا مہمان ہوں۔ اور آج تک تو
 تیری مخلوق کو سازنگی نہاتا رہا ہوں مگر آج تیرے لئے بجاتا ہوں اور تجھے نہاتا ہوں۔ اتنا کہہ کر۔

چنگ را برداشت و شد اللہ جو
 سوئے گورستانِ طیبہ آہ گو

اس نے سازنگی کو اٹھایا اور مدینہ پاک کے قبرستان کی طرف آہیں بھرتا ہوا چل دیا اور
 یہ کہتا جاتا تھا کہ آج سازنگی بجانے کا انعام اپنے رب سے لوں گا۔ کیونکہ وہی ناکارہ چیزوں اور
 گنہگاروں کو معاف کرنے والا اور قبول کرنے والا ہے اور پھر اس نے بڑی دینک سازنگی بجائی اور
 روتے روتے سازنگی کو سر ملنے لگی کہ ایک قبر پر گڑ بٹا

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تختِ خلافت پر بیٹھے تھے کہ۔

بانگ آمد عمر را کائے عمر

بندہ مار از حاجت باز خست

بندہ دارم خاص و محترم

سوئے گورستان تو رنج کن قدم

کران کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے عمرؓ اٹھو اور سہارے ایک بندے کی حاجت کو پورا کرو۔ یہ بندہ ہمارا خاص اور مقبول بندہ ہے فوراً اٹھو اور مدینہ پاک کے قبرستان میں جاؤ۔

اے عمرؓ برجہ زبیت المال عام

ہفت صد دینار برکف نہ تمام

اور اے عمرؓ اٹھو اور بیت المال عام سے سات سو دینار لے لو اور میرے اس مقبول بندے

کو دے کر کہو کہ تو ہمارا مقبول بندہ ہے۔ اور اس انعام کو قبول کر۔

پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدائے غیبی سے چونک پڑے اور اس خدمت کو سر

انجام دینے کے لیے سات سو دینار لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر انہوں نے

دیکھا کہ قبرستان میں سوائے اس بوڑھے سادگی بجانے والے کے اور کوئی نہیں ہے۔ تو حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ حیران ہوئے کہ مجھے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا وہ بندہ میرا خاص و محترم ہے

جس کا یہ سادگی بجانے والا بوڑھا کیسے برگزیدہ اور مقبول ہو سکتا ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ پھر یہ سوچ کر کہ جب خداوند تعالیٰ اپنی رحمت و بخشش سے اپنے کسی بندے کو عزت عطا

کر دے تو کسی کو لیا عذر ہو سکتا ہے۔ اٹھئے اور بعد ادب و نیاز اس بوڑھے کے پاس جا کر بیٹھ

گئے وہ محویت کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے مالکِ حقیقی سے کو لگے بیٹھا تھا اور دریلئے

حیرت و استعجاب میں غوطے لگا رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک اٹھئی وہ چھینک

کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو دُک کے مارے کانپنے لگا

اور ارادہ کیا کہ بھاگ جاؤں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے دیکھا کہ وہ خون کے مارے لہرزہ برآمد ہوا ہے اور شرم سے منہ کہ چھپائے ہوئے ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خون مت کر اور مجھ سے مت بھاگ۔ کیونکہ میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت و انعام کے کر آیا ہوں۔

۷۷ حقی سلامت میکند لمی پُرسد

چونی از رنج و غمانِ بیدت

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سلام بھیجا ہے اور پوچھا ہے کہ اس رنج و غم میں تیرا کیا حال ہے۔ اس بڑے سازگاری والے نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے جب خداوند تعالیٰ کی اس رحمت و بخشش کی خوشخبری سنی تو اسے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ اور سر بسجود ہو کر عرض کرنے لگا۔

اے خدائے باعطاء! ادا

رحم کن بر عمرِ رفتہ در جفا

کہ اے میرے اللہ تو ہی اپنے گنہگار بندوں پر اپنی رحمت و بخشش کرنے والا ہے اور اے میرے مالک حقیقی میری اس عمر پر رحم فرما جو تیری نافرمانی میں گزری ہے۔

اس سبق آموز قصے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نہ ہماری ظاہری شان و شوکت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی ہمارے عارضی مال و متاع کو اور نہ ہی وہ ہمارے شانہ و جاہ و جلال کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمنا و تاج کو۔ البتہ وہ دیکھتا ہے تو ہمارے دلوں کی پاک نیتوں کو۔ ہمارے غلوں کو عجز و نیاز کو اور تواضع و انکساری کو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی انسان اگر غرور گناہ و نافرمانی کرتا رہے مگر آخری وقت بارگاہِ رب العزت میں سر بسجود ہو کر ایک بار کہے کہ مولا میں گنہگار رہوں۔ تو اس کی رحمت پکار اٹھتی ہے کہ گنہگار نہیں میں غفار ہوں اگر مالک حقیقی ستر سال تک سازگاری بمانے والے ایک گویے کو اس کے توبہ ہونے پر اس کو

معاذ کر کے اس پر اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول سکتا ہے تو وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک گنہگار کی توبہ قبول کر کے اس کے دل میں دین و ایمان کی شمع روشن کر دے اور اس کے سینے میں اپنی محبت پیدا کر کے اس کی نگاہوں میں ایسا اثر پیدا کر دے کہ وہ جس طرف بھی دیکھے اس کی تقدیر بدل دے

ان دنوں ہندوستان میں ضروریات زندگی کی ہنگامی سے عوام بے حد پریشان ہیں۔ اور ہماری حکومت ملک کی اقتصادی و معاشی حالت کو بہتر بنانے کی سرگرمیوں کو پیش کر رہی ہے اور اپنے ملک کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل بنانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے سعی کی جا رہی ہے عوام جب غلے کی قلت کا سبب پوچھتے ہیں تو حکومت ان کو یہ کہہ کر ٹال دیتی ہے کہ چونکہ ملک میں مردم شماری بڑھتی جا رہی ہے اس لئے غلہ پورا نہیں ہو سکتا اور اسی لئے خاندانی منصوبہ بندی یعنی ضبط تولید پر زور دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اور قوم سے مذاق ہے اور عوام سے دھوکہ دے رہا ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے کہ :-

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
وَأَيُّاهُمْ۔

کہ اے دنیا میں بننے والے انسانوں اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے خوف سے قتل نہ کرو اس لئے کہ تمہاری اولاد کے بھی رزق ہم ہیں۔ اور تمہارے بھی۔ قرآن پاک کے اس فیصلے کے باوجود بھی خاندانی منصوبہ بندی پر کڑیوں روپے خرچ کرنے کا مطلب پھر یہ ہوا کہ ہماری حکومت اپنے پروردگار عالم اور رب العالمین کو اپنا رزق تسلیم نہیں کرتی اور اس خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے جو کہ حیاشی و بد معاشی کے لئے ایک چور دروازہ ہے اُمت محمدیہ علیہ السلام میں کمی کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنے ملک کی دفاعی قوت کو کمزور کر رہی ہے۔

اس ہنگامی اور قلت کا سبب مردم شماری میں زیادتی نہیں ہے بلکہ اس کا اصل سبب جو قرآن پاک نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وَكُنْ مِنَ الْاَسْرَفِ عَنْ ذِكْرِنِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ قوم جو میرے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے اور میرے ذکر گردانی کرتی ہے۔ تو اس مجرم کی سزا میں ہم اس قوم کی روزی تنگ کر دیتے ہیں غلے کی قلت پیدا کر دیتے ہیں اور ضروریات زندگی میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ذکر سے روگردانی کر چکے ہیں۔ اس کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں اور اس کا نام لینا چھوڑ چکے ہیں اور اس کے تہرہ غضب سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ کم توان اور کم ناپنا ہمارا شعار، تجارت میں دھوکا اور لین دین میں فریب۔ اخیلے خوردنی میں ملاوٹ اور غلے کی ذخیرہ اندوزی۔ نہ غریبوں سے ہمدردی ہے اور نہ مفلسوں سے پیار۔ نہ یتیموں پر رحم ہے اور نہ محتاجوں پر شفقت یہ سب کچھ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ ہم نفس پرست ہیں۔ اگر ہم آج بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔ اپنی بد اعمالیوں کی معافی مانگ لیں۔ غریبوں سے ہمدردی اور یتیموں سے پیار کر لیں۔ محتاجوں کا خیال رکھیں۔ اور مفلسوں کی دستگیری کریں۔ اللہ کے قہر و غضب سے ڈریں اور دلوں میں خوفِ خدا پیدا کریں اور یادِ خداوندی اور ذکرِ الہی میں محو ہو جائیں تو اس کی رحمت کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ اس کی بخشش آج بھی لپکا رہی ہے اس کے لطف و کرم کا دریا آج بھی موجزن ہے اور اس کی عنایت و بندہ پروری کا میدان آج بھی وسیع ہے۔

غرضیکہ ذکرِ خدا نہ صرف یہ کہ طہارتِ قلب۔ تزکیہٴ نفس اور صفائیِ دل پیدا کرتا ہے بلکہ اس میں ہر دُکھ کا علاج بھی ہے۔ اور ہر بیماری کی دوا بھی، اور رزق میں فراخی کا سبب بھی ہے اور روزی میں کشادگی کا ذریعہ بھی۔ اور یہ غریبوں کی غربت کا دوا بھی ہے اور مفلسوں کے افلاس کا چارہ بھی اور ملک و ملت کی اقتصادی گنجینوں کا حل بھی ہے اور معاشی مشکلات کا علاج بھی

اور ذکرِ الہی نہ صرف یہ کہ ہر دُکھ کا علاج۔ ہر درد کا مسدودا۔ ہر مصیبت میں کام آنے والا اور اقتصادی و معاشی مشکلات کا حل ہے۔ بلکہ رُوح کی غذا اور بے قرار

دل کا چین بھی اور قلب و نظر کا سرو بھی ہے اور جان و جگر کی راحت بھی۔
 اِمَامُ الْاَنْبِيَاءِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کے مطابق کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام اذکار سے افضل ہے اس لئے کہ اس سے ہمارے قلب و نظر تزکیہ نفس و جگر۔ صفائی دل اور عفت نگاہ پیدا ہو کر حمد و تعظیم۔ کینہ و کدورت اور صداقت و نفرت کے وہ تمام حوارجاتِ قبیحہ دور ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک مرد و عورت کے لئے حقیقت و معرفت کی منزل تک پہنچنے کے لئے حجاب بن جاتے ہیں۔ اور جب کوئی مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے ذکر پاک کی کثرت سے گناہ و معصیت کے تمام خطرات کو ٹھکرا کر محبت کے عالم میں گم ہو جاتا ہے تو پھر اس کا قلب بھی جاری ہو جاتا ہے، اور پھر اس کی زبان ہی نہیں بلکہ اس کے بدن کے ہر ایک بال سے اللہ اللہ کی صدا آنے لگتی ہے۔ اور اس کی نفس اللہ ہو چکا رہنے لگتی ہے۔ اور اس کے ہر سانس سے بُرے یار آنے لگتی ہے۔

میرے مُرشد لائانی غفرلہ مجھے آبر کر اور اپنے دامنِ پناہ میں لینے کے بعد مغرب کی نماز کے بعد ایک سرفہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔

یَا اَرْسَلِنِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا :-

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ وَثَقِيلَتَانِ عَلَى الْمِيزَانِ

کہ دو کلمے ایسے ہیں جو پڑھتے وقت زبان پر تو آسان ہیں۔ مگر قیامت کے دن میزان پر بہت باری ہوں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں :-

سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ وَتَعَالٰی اللہُ الْعَظِیْمُ۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقامِ دل

وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے
میری بجلی میرا حاصل کہاں ہے
مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں
خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح سے واضح ہو جاتی ہے کہ ذکر الہی اور
یادِ خداوندی سے انسان کا دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور انسان کے دل سے بغض و حسد کا
غبار مٹ جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے غفلت و شغافوت کے پردے اٹھ جاتے ہیں ضلالت و
گمراہی کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ فسق و فجور کی گرد آڑ جاتی ہے۔ بدی و نافرمانی کی تاریکیاں
مٹ جاتی ہیں اور خواہشاتِ نفسانی اور حرص و ہوا کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جس کی
انسان کے دل سے یہ تمام عمارتیں گناہ و معصیت مٹ جاتے ہیں تو پھر اس کا دل نور ویندو ایمان سے
منور ہو جاتا ہے اس کے سینے میں حقیقت و معرفت کی شمع روشن ہو جاتی ہے اس کے اندر ایمان و عرفان
کے چراغ جل اٹھتے ہیں۔ اور پھر اس کا دل تجلیاتِ الہی کا مرکز بن جاتا ہے۔

کسی انسان کے ایمان و کفر کا دار و مدار بھی زبان و دل پر ہے۔ زبان اقرار کرتی ہے اور دل اس
کو پہچانتا ہے اسی لئے تو خدا تعالیٰ نے کافروں کے حق میں فرمایا ہے۔ نَحْنُمُ اللَّهُ عَلَىٰ تَوْبِهِمْ
کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے دلوں پر مہربانی کی کہ وہ اپنی کاب کوئی حق بات ان کے دلوں میں

نہیں جاتی۔ اور مومنوں کے حق میں فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ کہ ایمان والوں کے پاس جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دلوں پر ایک
وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ خوفِ الہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ اور محبتِ خداوندی
میں ترپ جاتے ہیں۔ اور پیر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ حَالٌ وَلَا بَنُونَ اِلَّا
مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ کہ قیامت کے دن کسی کا مال و دولت اور بال بچے کام نہیں بنیں
گے۔ مگر اس عرصہِ معشر میں وہی نجات پائے گا جو قلبِ سلیم سے پاک ہو۔ محبتِ خداوندی
بعضِ حرم و ہوا گناہ و مصیبت۔ طمع و لالچ اور خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہو۔ محبتِ خداوندی
سے ہر نیر اور مشنِ مصطفیٰ علیہ السلام سے لبریز ہو۔ تو وہ دین و ایمان سے متحد ہو۔
عرفیہ قرآن و حدیث میں انسان کے دل کی مختلف کیفیات بیان کی گئی ہیں یعنی کہ ایمان و کفر
کامر کر بھی دل ہے نیکی و بدی کا سرچشمہ بھی دل ہے۔ حق و باطل کا مخزن بھی دل ہے اور عشق و
محبت کا منبع بھی یہی ہے اور نفرت و عداوت کی کان بھی یہی ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بقولِ رومی

از ہزاراں کہہ یک دل بہتر است

کہ لاکھوں کہہ سے انسان کا ایک دل بہتر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ :-

دل گزر گاہِ جلیل اکبر است

فی اَنْفُسِکُمْ کہ دل انسان اللہ کی گزر گاہ ہے اور وہ خود فرماتا ہے کہ میں تمہارے
اندر ہوں اور بقولِ درویش لاہوریؒ۔

در، دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است

النَّبِیُّ اَوَّلِیُّ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہُمْ کہ ہر مسلمان کے دل میں مکی والے آقا
صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ عشق کا مقام بھی دل ہے۔ اور عقل کا مقام بھی دل لیکن عشق والا دل
مقبول ہے اور عقل والا دل مردود۔

عشق والا دل پاک و صاف ہے۔ اور عقل والا دل خبیث و پلید۔ عشق والا دل اپنے محبوب

حقیقی کی ہر اداسے پیار کر کے اس کے قدموں میں اپنا سر نیا زنجبکا دیتا ہے۔ اور عقل والا دل انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر بھی انکار کر کے اڑ جاتا ہے۔ عشق والا دل غارِ ثلث میں زہریلے سانپ کے ڈنگ پر ڈنگ کھاتا ہے اور جنش ملک نہیں کرتا کہ کہیں محبوب پاک کے آرام میں غلغلہ آ جائے اور عقل والا دل انہی مٹھی میں لکڑیوں سے کلمہ پڑھنے کی آواز سن کر بھی نہیں اٹتا۔ عشق والا دل کر بلا کے پیستے ہوئے میدان میں اپنے محبوب حقیقی کی رضا پر اپنے بچے قربان کر کے خود بھی نیزے پر چڑھ جاتا ہے اور عقل والا دل قربان ہونے والے پر تنقید کر کے دنیا و آخرت کی لعنت خرید لیتا ہے درویشی لاہوری کہتا ہے۔

صبح ازل مجھ سے کہا ہے یہ جبرائیل نے

جو عقل کا عِسلام ہو وہ دل نہ کر قبول

غریبِ عشق والے دل میں ٹوٹتا ہے اور عقل والے دل میں فتور ! اور عشقِ حضور ہوتا ہے اور عقل والا دل دور۔

پارہ ۲۳ - سورہ رزق - آیت ۲۲ - ۲۳

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَكَ لِلْإِسْلَامِ فَلَوْ عَلَى نُورٍ كَمَنْ زَيَّمْ
فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

بجلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو وہ اپنے رب کی طرف سے اُبلے میں ہے اور خرابی اور ہلاکت ہے ان لوگوں کی جن کے دل اللہ کی یاد کرنے پر سخت ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور وہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں۔

یہ تو کفار و مشرکین کے متعلق ہے کہ ان کے دل ان کے کُفر و شرک اور گناہ و مصیبت کی وجہ سے سخت ہو چکے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور ایمان والوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَسَعْرْمِنْهُ جَلُودٌ آلَاذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلَيْنَ جُلُودَهُمْ
وَقُلُوبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللَّهِ -

اور جن کے دل اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں ان کی حالت تیرہ ہے کہ ان کی کاروں کے بال کھٹ
مہر جاتے ہیں اور ان کے جسم کی کالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر نرم ہر جاتے ہیں۔

قرآن پاک کی اسی آیت پر غور کرو کہ خداوند تعالیٰ نے کس انداز سے مومنوں اور کافروں کے
دلوں کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایمان و کفر دل کی نرمی و سختی پر بھی موقوف ہے یعنی کہ مومن کا
دل نرم اور کافر کا دل سخت ہوتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں بھی کافروں کے دلوں کو پتھروں سے بھی سخت کہا گیا ہے۔
مشکلات شریف ص ۱۹۹ بخاری شریف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
الشَّيْطَانُ جَائِدٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ خَشِيَ وَ
إِذَا غَفَلَ وَسُوسَ۔

کہ شیطان ہر وقت ہر انسان کے دل میں بیٹھا رہتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے
تو وہ دور ہوتا ہے۔ اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان دوسرے ڈال کر
اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

شکوہ شریف ص ۲۰۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا :-

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ تَلَكَّتُهُ سَوْدَافَةٌ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ
وَأَسْتَغْفَرَ صَفَحَ قَلْبُهُ وَإِنْ زَادَ حَتَّى تَعَلَّقَتْ قَلْبُهُ۔

کہ جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ آ جاتا ہے۔ اور پھر
اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ اس کے دل سے مٹ جاتا ہے۔ اور اگر وہ زیادہ
گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو ڈھانچ لیتا ہے۔
دل محرم بھی ہے اور مجرم بھی۔ اگر نقطہ آگیا تو محرم۔ اگر نقطہ نہ آیا تو محرم۔ مجرم کے لیے

سزا ہے۔ اور محرم کے لئے انعام ہے۔ مجرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اور محرم سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔
 مجرم کے لئے قید خانہ ہے۔ اور محرم کے لئے دوزخ سے بھی رٹائی ہے۔ دل میں بھی ہے اور ذہن
 بھی۔ نقطہ آگیا تو ذہن ہے۔ نقطہ مٹ گیا تو ذہن ہے۔
 مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ طہارتِ طلب۔ تزکیہ نفس اور صفائی دل کی ایک مثال دیتے
 ہوئے فرماتے ہیں۔

چینیاں گفتند ما نقاشی تر
 رومیان گفتند ما را کردہ

کہ ایک دفعہ چینویں اور رومیوں میں مقابلہ ہو گیا۔ چینویں کہتے تھے کہ نقاشی و نگاری میں ہم باہر
 ہیں اور رومی کہتے تھے کہ اس فن میں ہم جیسا کوئی نہیں ہے بادشاہِ وقت نے دونوں کا امتحان لیا اور
 حکم دیا کہ اپنے اپنے فن کا کمال دکھاؤ۔ چینویں نے بادشاہ سے بیگڑے دل قسم کے رنگ وروغن طلب
 کئے اور پھر بادشاہِ وقت نے رومیوں سے پوچھا کہ تمہیں بھی جس چیز کی ضرورت ہو بلاؤ۔ تاکہ تمہیں بھی
 دے دی جائے تو

رومیاں گفتند نے نقاشی و رنگ
 در خور آید کار را بسزای رنگ

تو رومیوں نے جواب دیا کہ ہیں کسی رنگ وروغن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو صرف رنگ و
 میل ڈور کر یں گے۔ چنانچہ چینویں اور رومی دونوں اداؤں پر اپنے اپنے فن کا کمال دکھانے کے درمیان
 میں ایک پردہ لٹکا دیا تھا۔ چینویں تو دیوار پر نقاشی و نگار کرنے لگے اور رومی دیوار کو مستحقِ صاف کرنے
 لگے۔ اور اتنا صاف و صقل کیا کہ دیوار شیشے کی طرح چمکنے لگی۔ جب دونوں اپنے اپنے کام سے فارغ
 ہو گئے تو بادشاہِ وقت دیکھنے کے لئے آیا تو پہلے چینویں کے فن کو دیکھا تو ان کی نقاشی و نگار دیکھ کر
 بہت ہی خوش ہوا۔ پھر رومیوں کی طرف آیا تو انہوں نے درمیان سے پردہ اٹھا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔

ہر جہاں آئندہ اپنے آئینہ نمود

کہ جو کچھ جینیوں کی دلیرانہ پر دکھایا تھا۔ اس سے بہتر اور غریب و بھرت رومیوں کی دلیرانہ پر دکھایا۔
 مولانا فرماتے ہیں کہ اے مسلمان تو بھی اپنے دل کو اللہ کے ذکر سے اس قدر متعلّق و صاف کر لے
 کہ وہ شیشے کی طرح چمکنے لگے اور عرصہ و سہا اور خواہشات نفسانی کا غبار مٹ جائے فسق و فجور کے
 اندھیرے دور ہو جائیں۔ گناہ و معصیت کی سیاہی دھل جائے منکالات و گمراہی کے بادل چھٹ
 جائیں اور باطنی حجابات اٹھ جائیں اور تیرا دل بھی رومیوں کی اس دلیرانہ کی طرح معرفتِ الہی کا آئینہ
 بن جائے سا نوار و تجلیاتِ خداوندی کا مرکز بن جائے۔ اور ہر ساری کائنات تیرے اندر سما جائے
 اور پھر تو جہدِ صبر بھی دیکھے تجھے جلوہٴ شمسِ باریک نظر آئے۔

جب کسی کا دل ذکرِ الہی سے پاک و صاف ہو کر آئینے کی طرح سے روشن ہو جاتا ہے تو پھر اس کی
 کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر وہ نورِ ایمان اور معرفت کی روشنی سے زمین و آسمان کو انچھائی انکھوں سے دیکھتا ہے
 فرشِ عرش کا شاہدہ کرتا ہے لوحِ قلم اس کی نگاہ میں ہوتے ہیں اور چہرہ طبعی اس کی نظر میں دھوئیں
 لاہری کا فردوسِ مومن کے مقام کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے :-

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
 مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

کہ کافر وہ ہے جو کائنات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور اسے صحیح راستہ نظر نہیں آتا۔ اور مومن وہ
 ہے جس کے اندر ساری کائنات ہے۔ مومن کے اسی مقام کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

إِنَّمَا فِرَاسَةُ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ

کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہا اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے کائنات کی ہر چیز کو دیکھتا
 ہے۔ اور یہی مقام ہے جہاں پر شہنشاہِ بلند او پکار اٹھتے ہیں۔

فَنَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كَخُرُوجِ لَيْلٍ عَلَى أَحْكَامِ النَّصَارَى

کہ میں رونے زمین کے تمام شہروں کو اس طرح سے دیکھتا ہوں جیسے مٹی میں رائی کے ایک دانے کو۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مرد مومن کے اسی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر صبا سے زید را

کَیْفَ أَصْبَحْتَ اے رفیقِ با صفا

ایک صبح امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ
آج رات تو نے کیسے گزاری تو حضرت زید نے جواب دیا ہے

گفت تشنہ بُوْدِه ام من روز ما

شبِ نَخفستم ز عشقی و سوز ما

اے کلی ڈالے آقا سارا دن تو میں روز سے رہا اور ساری رات تیرے عشق کی آگ

میں جلتا رہا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ اس کے صلے میں تجھ کو جو انعام ملا ہے وہ بھی بیان
کر۔ تو حضرت زید نے عرض کی۔

گفت خُلقاں چوں بہ بند آسماں

من با بنیم عرش را با عرشیاں !

کہ اے خدا کے محبوب علیہ السلام دنیا والے جس طرح آسمان کو بے پردہ دیکھتے ہیں۔ میں نے

اسی طرح عرش اور عرش والوں کو بے حجاب دیکھا۔ اور

بشتِ بہشت بہشت دوزخ پیش من

اور آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے۔ اور

کے بہشتی کیفیت و بیگانہ کے ست

پہ میں نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ جتنی کون ہے اور دوزخی کون ہے۔

دانشائیم حوضِ کوثر را بجوش

اور میں نے حوضِ کوثر کو ٹاٹھیں مارتا ہوا بھی دیکھا ہے۔ اور

بَارِ مَوْلا اللہ اکبر

اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اجازت دو تو ابھی روزِ حشر کے تمام حالات بتا دوں۔

لب گزیدش مٹھنے لینے کر بس

لیکن۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کو منع فرمادیا۔

اسی لئے علامہ اقبالؒ کہتے ہیں

دلِ مُردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کھن کا چارہ

کہ اے مسلمان تو اپنے مردہ دل کو ذکرِ الہی سے پھر زندہ کر اس لئے کہ مردہ دل کوئی دل نہیں ہے کیونکہ دل کی زندگی میں ہی ساری قوم کی زندگی ہے۔ اسی میں ہی اُمتِ مسلمہ کی مشکل کشائی ہے اس میں ہی مسلمانوں کے دکھوں کا علاج ہے اس میں ہی ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی ہے۔ اسی سے ہی حق و صداقت کی راہ ملتی ہے۔ اسی سے ہی نیکی و پاکدامنی کے چراغ جلتے ہیں۔ اسی سے ہی حق پرستی کی شمع روشن ہوتی ہے اور اسی سے ہی رشد و ہدایت کے چشتے پھوٹتے ہیں۔ اور پھر علامہ اقبالؒ مرحوم بابر گاہِ رَبِّ العزت میں التجا کرتا ہے کہ اے خالقِ کائنات۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر

حسیم کبریا سے آشنا کر

اور پھر وہ مسلمان کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ کہ :-

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سرائِ زندگی

تو اگر میرا نہیں بقاء، نہ بن، اپنا تو بن

اے لئے کہ :-

من کی دُنیا ہاتھ آ جائے تو پھر باقی نہیں

تن کی دُنیا چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتے دھن

کہ اے مسلمان یہ دنیا کا ساز و سامان، مال و دولت، عیش و عشرت اور شان و شوکت تو ایک

عارضی اور نانی چیز ہے۔ اور تیرے تن کی دُنیا ہے جو کبھی آجاتی ہے اور کبھی چلی جاتی ہے۔ مگر من کی دُنیا
یعنی دل میں عشقِ مصطفیٰؐ کی دُنیا درد و سوز کی دُنیا اور کیف و متی کی دُنیا جب کسی کو حاصل ہو جاتی ہے
تو بے جاتی نہیں ہے۔ مٹی نہیں ہے اور فناء ہوتی نہیں ہے اور پھر وہ مرد قلندر دل کی کیفیت کو بیان
کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

دلِ بیدار ناروتی دلِ بیدار کمراری

میں آدم کے حق میں کیسیا ہے دل کی بیداری

کہ اے مسلمان تیرا دل اگر زندہ و بیدار ہو جائے تو پھر وہ دلِ بکر ناروتیؑ اور حیدر کمرار کا
دل ہو جائے گا۔ جس کی بدولت تو اس خطہٴ ارضی سے کفر و شرک کو مٹا کر توحید و رسالت کے دھنکے
بھاگتا ہے۔ اس جہان سے فسق و فجور کو نیست و نابود کر کے حق و صداقت کا پرچم لہرا سکتا ہے۔
دنیا سے ظلم و ستم کے اندھیروں کو دود کر کے بدل و انصاف کے چراغ جلا سکتا ہے۔ سونے کے ہئے دریا
نیل کو ایک پیغام سے چلا سکتا ہے۔ اور خیر کے قلعے کو اپنے دل کی روحانی قوت سے ہلا سکتا ہے۔
(الخوض) اللہ کے ذکر سے دل و نگاہ کو پاک و صاف کرنا یہ فقر و درویشی کی پہلی منزل ہے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقامات اولیاء

قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حتی و باطل۔ ایمان و کفر۔ نور و ظلمت۔ توحید و شرک۔ نیکی و بدی اور اعمالِ صالحہ اور اعمالِ سیئہ کے اختلاف کے لحاظ سے دو متضاد و مخالف گروہ اس دنیا میں ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ اور جب بھی کبھی اس خطہ ارضی پر حتی و باطل کی جنگ نیکی و بدی کی لڑائی اور نور و ظلمت کا تصادم ہوتا ہے تو انہیں دو جماعتوں کی قطاریں لشکروں کی صورت میں ایک دوسرے کے متقابل صف آراء ہوتی ہیں۔

اور قرآن پاک نے ان دونوں گروہوں کا ذکر مختلف ناموں سے کیا ہے اور جا بجا ان کے آثار و علامات، خواص و اعمال، طریقہ کار اور طرزِ عمل کی تشریح کی ہے۔

قرآن پاک نے کئی مقامات پر ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے۔ جس کے دلوں میں نور، معرفت، سینوں میں محبت، خدا اور عشقِ مصطفیٰ اور آنکھوں میں شرابِ وحدت کی مٹی ہوتی ہے اور وہ اپنی تمام بشری قوتوں کو حتی و صداقت اور رشد و ہدایت کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مستعد رکھتی ہے اور وہ ہمیشہ احکامِ الہی اور شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی پابند رہتی ہے اور وہ دنیا کے ہر شے سے منہ موڑ کر صرف خدا اور رسولؐ سے محبت کرتی ہے اور اسی مقدس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔ اور اسی نورانی و روحانی جماعت کو خداوند کریم نے اولیاء اللہ کے پیارے محبوب بنائے ہیں۔ اور پھر اسی مقدس جماعت کو

کبھی صالحین کا خطاب دیتا ہے۔ اور کبھی منافقین کا۔ کہیں اس گروہ کو صالحین کہہ کر پکارتا اور کہیں عباد الرحمن کہہ کر بلاتا ہے۔ اور کہیں اس جماعت کو حزب اللہ کا لقب دے کر آواز دیتا ہے۔ اور کہیں اصحاب الیمین سے خطاب کرتا ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس کا ایک ایک فرد اپنے اپنے مقام پر بیٹھا مخلوقِ خدا کو اپنے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے مستفیض کرتا رہتا ہے اور تائبانِ راہِ حقیقت و معرفت کو اپنے چشمہٴ روحانیت سے پہلے بھر بھر کر پلاتا رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ان بندوں کو جو خلافت و مگرابی کے اندھیروں میں صحیح راستے سے بٹک چکے ہوں۔ رشد و ہدایت کے چراغ جلا کر ان کو سیدھی راہ دکھاتا رہتا ہے اور ذکرِ الہی یادِ خداوندی اور عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام سے بیگانہ انسانوں کے دلوں میں اپنے جذبِ دوستی اور اللہ حق کی ضربِ طہارت سے محبتِ الہیہ اور عشقِ رسول علیہ السلام کی ایک ایسی شمع روشن بھی کر دیتا ہے کہ جو فحش و فجور اور فتنہ و فساد کی آندھیوں سے بھی نہیں بجتی۔

اور۔۔۔ اس مقدس جماعت کے مقابلے میں قرآنِ پاک نے ایک دوسری جماعت کا ذکر بھی اکثر مقامات پر کیا ہے۔ جو اپنے اعمال و افعال، طرزِ عمل اور طریقِ کار اور خراس و آثار کے لحاظ سے اس روحانی جماعت سے بالکل مختلف ہے اور یہ وہی شیطانی جماعت ہے جو ہمیشہ حق و صداقت کی مخالفت، شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام سے بغاوت اور احکامِ خداوندی کی بے محرمی کرتی رہتی ہے اور اس منحوس جماعت کے ایک ایک فرد کے دل و داغ میں فتنہ و فساد اور فسق و فجور کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ سے ہٹا کر گمراہ کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ کے ہر حکم کی خلاف ورزی اور ہر نیکی سے عداوت رکھتا ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کو قرآنِ پاک نے اُولِیْآءِ الضَّالِّیْنَ سے تعبیر کیا ہے اور پھر اسی منحوس جماعت کو حِزْبُ الشَّیْطَان بھی کہتا ہے اور اَصْحَابُ النَّارِ بھی۔ اور کبھی اس جماعت کو فَاسِقُونَ کہہ کر پکارتا ہے اور کبھی اَصْحَابُ الشَّالِ کاؤلَتِ آمِیز لقب دیتا ہے۔

میں نے انہی اس کتاب، مقاماتِ اولیاء میں انہیں مدحاً حقیرانہ قرآن و حدیث

کی روشنی میں تجزیہ کر کے دونوں جماعتوں کے اعمال و افعال۔ خواص و آثار، طریق کار اور طرز عمل کی تشریح و وضاحت کر کے ان کی جان پہچان کرانی ہے۔ تاکہ مسلمان حق و باطل میں تمیز کر کے۔ نیک و بد کی پہچان کر کے حسن و قبح میں امتیاز کر کے اچھے اور بُرے کو سمجھ کر اور صحیح اور غلط عقیدے کو پرکھ کر اپنی مقبوت سزا کرنے اور آخرت میں خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور کلمی دالے آقا علیہ السلام کی شہادت کے حق دار بننے کی کوشش کریں۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان پاک کو دیکھ کر اپنے دامن کو کسی مردِ کالی سے وابستہ کر کے اپنے لئے وسیلہ نجات بنالیں اور اپنے دلوں میں اولیائے کرام کی محبت و عقیدت پیدا کر کے قیامت کے دن اپنے آپ کو درخ کی آگ سے بچالیں اور اولیاء اللہ کے گستاخ مولویوں اور بے ادب و غفلوں کی پھیلائی ہوئی بدعتیہ گئی کے سمندر کی طوفانی موجوں میں ڈلگائی ہوئی اپنا کشتی حیات کو کسی مردِ کالی کے دامن کو تمام کر صحیح و سلامت کنارے پرے جائیں۔

پارہ ۱۱۔ سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۶۲-۶۳

اَلَا اِنَّ اَوْلٰیاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

خبردار! تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دوست۔ ساتھی اور پیارے ہیں ان کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت پاک میں اپنے دلیروں یعنی اپنے دوستوں۔ ساتھیوں اور مقبول بندوں کے شان پاک کو بیان فرما کر جہاں با ادب عقیدت مندوں اور نیاز مندوں اور خوش عقیدہ شیروں کے دلوں کو نورِ معرفت سے منور کیا ہے۔ وہاں گستاخ۔ بے ادب اور بدعتیہ لوگوں کو ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکلانے کے لئے ایک قلم بھی جلائی ہے اور یہ آیت پاک خوش عقیدہ شیروں کے لئے باعثِ راحت دل و جان اور ماحصلِ روحانیت ہے۔ اور بدعتیہ لوگوں کے لئے آزارِ نہایت! آیت پاک میں خداوند تعالیٰ کے اندازِ بیان کو دیکھو غور کرو اور سمجھو کہ پہلے ایک ایسا حرف اَلَا آیا کیا ہے جو تنبیہ کے لئے آتا ہے یعنی کسی مومن

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

رہے کہ خبردار! —

یہ فروری ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔ اور ان دنوں لاہپور (اب فیصل آباد) کے پولیس کپتان راجہ جہاں داد خاں صاحب تھے۔ اور میں جامع مسجد نور طارق آباد میں خطیب تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں ختم نبوت کے موضوع پر ایک ایمان افروز تقریر کی۔ جو اس وقت کی حکومت کی پالیسی کے خلاف تھی اس لئے کہ ان دنوں حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ تھے۔ اور وہ مرزا ائی تھے (کوئی چارن کے بعد مجھے پولیس کپتان نے اپنی کٹھی پر بلایا۔ میں نے سمجھا کوئی نکاح ہو گیا یا کوئی خاص دعوت ہو گی یا کسی بچے کے کان میں آذان دینی ہو گی۔ میں نے طارق آباد کا ایک دوست ساتھ لیا جو تاج بھی موجود ہے اور راجہ صاحب کی کٹھی جا پہنچا۔ راجہ صاحب نے بڑی محنت سے کرسی پر بٹایا اور اس وقت کے پنجاب کے گورنر کا ایک لبا چوڑا نوٹس پڑھ کر سنایا۔

اور پھر ذرا پولیس افسر کے لہجے میں کہنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب خبردار! جو پھر کبھی ایسی تقریر کی۔

خدا تعالیٰ بھی اولیاء اللہ کی شان پاک میں گستاخانہ تقریریں کرنے والے بدعتیدہ و غلوں اور بے ادب مولویوں کو فرما رہے کہ خبردار! اس لئے کہ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔

مگر نہ ہی میں باز آیا اور نہ ہی یہ لوگ باز آئے ہیں۔ آخر مجھے گرفتار کر لیا گیا اور قیامت کے دن ان کی بھی خیر نہیں۔ اور خدا کی شان مجھے گرفتار بھی اسی پولیس کپتان نے کیا جس نے دو مہینے پہلے مجھے تنبیہ کی تھی کہ خبردار! پھر کبھی ایسی تقریر نہ کرنا! مجھے سالار والا اسٹیشن سے گرفتار کر کے اور کار میں بٹھا کر جب وہی فیصل آباد جیل میں بند کرنے کے لئے آ رہے تھے تو مجھے راجہ صاحب کہنے لگے صاحبزادہ صاحب میں نے دو مہینے پہلے آپ کو تنبیہ نہیں کی تھی۔ کہ خبردار! پھر کبھی ایسی تقریر نہ کرنا۔ مگر آپ باز نہیں آئے اور اب جاؤ ایک سال کے لئے جیل میں۔

قیامت کے دن خدا تعالیٰ ان مولویوں کو گرفتار کر کے فرمائے گا کہ میں نے تمہیں قرآنِ مزین کے

اور یحییٰ یتیم نہیں تھی۔ کہ خبردار میرے ولیوں کی شان میں گستاخیاں کرنی چھوڑ دو۔ مگر تم باز نہیں آئے اور اب جاؤ ہمیشہ کے لئے جہنم میں !

ہم ہر روز سڑکوں پر چلتے پھرتے بجلی کے کھمبوں پر سُرخ رنگ کی تختیوں پر یہ لکھا ہوا پڑھتے اور دیکھتے ہیں۔ کہ خبردار ! — خطو — خبردار !

ممکنہ بجلی کے قتل خدا فردوں نے جہاں برقی قوت جمع ہو کر مختلف سمتوں میں تقسیم ہوتی ہے وہاں سُرخ رنگ سے یہ لکھ کر عوام کو آگاہ کر دیا ہے کہ یہاں برقی قوت جمع ہے۔ اس لئے خبردار ! اس کو ہاتھ نہ لگائیں ورنہ بجلی کی قوت تمہاری جان لے لیگی۔ خدا تعالیٰ نے بھی اپنے ولیوں کی روحانی اور ایمانی قوت کے پیش نظر آلا — یعنی خبردار کی تختی لگا کر بد عقیدہ اور گمراہ لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ کہ خبردار ! میرے اولیائے کرام کو گستاخی سے ہاتھ نہ لگانا۔ اور ان کی طرف بے ادبی سے انگلیاں نہ اٹھانا، ورنہ تمہارے دین و ایمان کی خبر نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کی شان پاک یہ ہے کہ ان کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ خوف اپنے لئے تو ہے اور غم غیر کے لئے۔ خوف کا تعلق دنیا سے ہے اور غم کا تعلق قیامت سے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے مقبول بندوں کو نہ اپنے لئے اس دنیا میں کوئی خوف ہے اور نہ ہی قیامت کے دن اپنے مانتے والوں کا کوئی غم ہوگا۔

شہنشاہِ بعدادِ جنابِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آپ کا ایک مہریدانسر ہوا۔ اور عرض کی کہ یا حضرت میں گنہگار ہوں۔ آپ نے فرمایا مَسْئِدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ رَبِّي۔ کہ اے مہرید کوئی خوف نہ کر میں رب کا ہوں اور رب میرا — اور میں جانوں اور میرا خدا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو دنیا و آخرت میں کوئی خوف و غم کیوں نہیں ہے تو اس کا جواب خدا تعالیٰ نے خود ہی قرآن پاک میں دیا ہے نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُھُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

کہ ہم ان کے دنیا و آخرت میں ساتھی و مددگار ہیں۔ اور فرمایا :

پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۶۲

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ - کہ اے لوگو! جان لو کہ تمہیق اللہ تعالیٰ متقین یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ ہے۔

تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ خود جن کا ساتھی و مددگار ہو اور وہ جن کے ساتھ رہے پھر ایسے مقبول بندوں کو کسی قسم کا دنیا و آخرت میں کوئی خوت و غم ہو تو نہ صرف یہ کہ قرآن پاک کی آیت جھوٹی ہوتی ہے۔ بلکہ توہینِ خداوندی بھی ہے۔

اولیاء اللہ کی شان پاک بیان کرنے کے بعد خدا تعالیٰ نے اس مقدس جماعت اور نورانی گروہ کے تقدس و اتقاء۔ ریاضت و عبادت۔ اطاعت و فراہ برداری۔ اعمالِ صالحہ پر نگاہِ طلب اور ان کے مجاہدہ نفس پر عطا کردہ انعام و اکرام۔ لطف و عنایت اور اپنے فضل و کرم کا ذکر کر کے لَاحُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ کی خود ہی وضاحت فرما کر اس روحانی جماعت کے دنیا و آخرت میں بے خوت و غم اور بے نیاز ہونے کی تصدیق کر دی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْخَيْرَاتِ
اللَّهُ يُبَاهِيهِمْ -

نہ۔ اولیاء اللہ اور میرے مقبول و برگزیدہ بندے کیے اور سچے مومن و متقی ہیں اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں ہر قسم کا آرام و چین۔ راحت و قرار اور رحمت و بخشش کی خوشخبری ہے اور پھر آیت کے آخر میں اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے تمام شکوک و شبہات کا جواب بھی دے دیا ہے۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ

کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے عظام کی جوشان بیان فرمائی ہے اور ان کے مقام کا جو ذکر کیا ہے اور ان کی صفات اور ان کے انعام و اکرام کی وضاحت کی ہے اب تیامت تک اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷۔ ابن ماجہ شریف ص ۲۹۶

مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
مَنْ عَادَنِي وَكَلِمًا فَقَدْ أَذْنَتْهُ بِالْحَرْبِ۔

کہ جو شخص بھی میرے ولیوں کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھتا ہے۔ میں اس کے ساتھ اعلان کرتا ہوں۔ ابن ماجہ شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

بَارَزَ اللَّهُ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَبْدَاءَ الْأَقْتِيَا
کہ خدا تعالیٰ اولیائے کرام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی و صالح اور مقبول و برگزیدہ بندوں سے محبت کرتا ہے۔
مَصَابِيحُ الْهُدَى يُخْرِجُونَ مِنْ كُلِّ غُفْرَانٍ مَظْلَمَةٍ۔

کہ اللہ تعالیٰ کے یہ ولی و مقبول بندے رُشد و ہدایت کے چراغ ہیں۔ اور جب دنیا میں ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور فتن و فحور کا اندھیرا مسلط ہو جاتا ہے۔ اور جب کفر و باطل کی ظلمت حق و صداقت کے چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے تو یہ اولیاء اللہ اپنے دین و ایمان کی روشنی اور حق و ہدایت کے نور سے اُجالا کر دیتے ہیں اور جب اس عالم فانی پر فرعونیت و یزیدیت کے گھناؤپ اندھیرے چھا جاتے ہیں تو یہ مقدس جماعت عصلے کلیمراں

جذبہ رحیمیت کی شمع جلا کر ٹھکے ہوئے بندگانِ خدا کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔ اور جب اس خطِ ارضی پر باطل پرستی کے طوفان اٹھتے ہیں۔ اور ظلم و ستم کی آندھیاں چلتی ہیں اور وحشت و بربریت کے سیاہ بادل چھا جاتے ہیں اور احکاماتِ الہیہ کی مخالفت اور شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام سے بناوا ہوئے گئی ہے تو یہ مقدس جماعت اپنی روحانی قوت باطنی طاقت اور خداداد صلاحیتوں سے حق و صداقت اور رشد و ہدایت کا علم لے کر اعلیٰ کلمۃ الحق کہتے ہوئے میدانِ عمل میں آکر ہر قسم کے فسق و فجور۔ ظلم و ستم اور کفر و شرک کو ٹٹلنے کے لئے کسی بڑی سے بڑی طاقت اور ظالم و جابر حکومت سے برسرِ پیکار ہو کر رشد و ہدایت، حق و صداقت اور انسانیت و آدمیت کے پرچم کو بلند کرتے ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ منزلِ اعظم اکبر کی پھیلائی ہوئی لعنت جو دینِ اکبری کی صورت میں مخلوقِ خدا پر مستط کی جا رہی تھی بے سرو سامانی کے عالم میں محض اپنی روحانی قوت اور باطنی طاقت لے کر..... اور فقر و درویشی کی تلوار لے کر نہ اٹھتے اور جہانگیر کے سجدہ کرانے کی مشرکانہ روش کے خلاف حق و ہدایت کا علم لے کر ظاہری طور پر بے سہارا ہونے کے باوجود بھی اگر جہانگیر کی حکومت سے ٹکرنے لیتے اور سلیم شاہی حکومت کی رسمِ مشرکانہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو کر گو الیار کے قلعے میں قید نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ آج ہمارے سر بھی اپنے معبودِ حقیقی کے علاوہ اپنے حکمرانوں کے سامنے بھی جھکے ہوئے ہوتے۔

حاکمِ شیخ جانتے تھے کہ میں تنہا ہوں۔ اکیلا ہوں۔ بے سہارا ہوں۔ بے وسیلہ ہوں۔ اور بے سرو سامان ہوں۔ اور میری ٹکر ایک حکومت سے ہے۔ میرا مقابلہ ایک بادشاہت سے ہے میری جنگ جہانگیر کی تلواروں سے ہے اور میری لڑائی سلیم شاہی لشکر سے ہے۔ مگر پھر بھی وہ حق و صداقت کی حمایت میں اور رشد و ہدایت کی دستگیری کرنے کے لئے اور ہندوستان میں رسالتِ مشرکانہ کو توڑنے کے لئے اور دینِ اکبری کے قلعے کو پاش پاش کرنے کے لئے اللہ و رسول کا نام لے کر نین نہا میدانِ عمل میں کود پڑے اور پھر فقر و درویشی کی خدائی آواز جہانگیر کے شاہی

صلوات کی دیواروں سے ٹکرائی..... کہ..... خدا کے سوا کسی انسان کو سجدہ کرنا
حرام ہے۔ شیخ سرخندی بظاہر بے سرو سامان تھے اور بے آسرا تھے۔ لیکن باطن میں دین دایاں
کی لازوال قوت۔ فقر و درویشی کی "حافی طاقت"۔ اللہ و رسول کی مدد اور مردانِ کامل کا جاہ و جلال
قدم قدم پر ان کے ساتھ تھا۔

درویش لاہوری شیخ سرخندی کی خدمتِ اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا

ہے۔۔۔

حاضر ہوا میں شیخ مجتہد کی مسجد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ زمیں مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرفِ ستار
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہاںگیر کے آگے
جس کے نقشبِ گرم سے ہے گئی آسرا
وہ ہند میں سرائیِ بخت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خیر دار

الغرض حدیثِ مصطفیٰ علیہ السلام نے بڑے ہی پیارے نمازیں اولیائے کرام رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین کی صفات و عادات۔ ان کے خصائص و کمالات اور ان کے طرزِ عمل کو بیان کرنے کے
ساتھ ساتھ عبرتناک لہجہ میں اولیاء اللہ کے دشمنوں اور گستاخوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ
جنگ فرمایا ہے حقیقتِ شاسِ دلوں اور حقیقتِ منِ نگاہوں کے لئے تو قرآنِ پاک کی یہ ایک آیت اور
مصطفیٰ علیہ السلام کی یہ ایک حدیثِ پاک ہی کافی ہے کہ اولیاء اللہ کی مخالفت اور ان کی بے ادبی
کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف ہے اور ایک مسلمان چاہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔
اولیائے عظام کی مخالفت کر کے کبھی یہ خدا تعالیٰ کے لئے ہوئے اس اعلانِ جنگ کو قبول کرنے

کے لئے تیار نہیں مگر خدا جانے ہندوستان پر بدعتیہ مولویوں اور گستاخ و اعظموں میں اتنی جرأت کہاں سے آگئی ہے کہ وہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی مخالفت اور ان کی شان میں گستاخی کر کے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ شاید ان کو یقین ہے کہ ہم جیت جائیں گے حالانکہ یہ حقیقت بدعتیہ لوگ بھی جانتے ہیں کہ شیطان کی قوت باطلہ خدائی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اولیاء اللہ کے معنی ہیں اللہ کے دوست۔ اللہ کے ساتھی اور اللہ کے پیارے، مگر یہ بدعتیہ لوگ اللہ کے پیاروں کو غیر اللہ کہتے ہیں۔ چلو ایک وقت کے لئے میں ان لیتا ہوں کہ یہ اللہ کے غیر ہیں تو پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ اولیاء اللہ غیر اللہ تو پھر اولیاء اللہ کون ہیں جن کا ذکر قرآن و احادیث میں بار بار آیا ہے۔

اور اگر ان بدعتیہ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ یہ غیر اللہ ہیں تو پھر اس مقدس جماعت کی وہ تمام صفات اور ان کے وہ تمام انعامات جو خداوند تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے ہیں بالکل بغیر ہو کر رہ جائیں گے مثلاً ان اولیاء اللہ کی کوئی نعم و نعت نہیں ہے نہ ہی دنیا میں اور نہ ہی قیامت میں اور نہ اپنا اور نہ اپنے مننے والوں کا اور یہ کچھ مومن اور متقی ہیں اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں میری رحمت و بخشش اور لطف و کرم کی خوشخبری ہے بلاغیروں کو بھی کبھی کسی نے خوشخبری دی ہے اور ان پر بھی ایسے ایسے انعامات کی بارش کی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!! غیروں کے لئے تو غصہ و ناراضگی ہو رہی ہے۔ عذاب و عقاب ہر تہا ہے۔ اور رنج و غم اور حزن و ملال ہر تہا ہے۔ لیکن ان پر تو لطف و کرم کی بارش ہے رحمت و بخشش کے دودے ہیں۔ اور بے خوف و غم ہونے کا شرف ہے۔

اور پیغمبروں کی تو کوئی بات بھی نہیں مانتا مگر اولیاء اللہ کے متعلق تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ ۲۲۹ شکوۃ شریف ص ۲۲۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا :-

رَبِّ اشْعَتْ مَدْفُوعًا بِالْأُجُوبِ كَمَا سَمِعَ عَلَى اللَّهِ لَا يُرْكَدُ
 کہ میری اُمت میں کچھ ایسے فیر دور ویش بھی ہوں گے جن کی ظاہری حالت یہ ہوگی کہ ان کے
 لباس پٹے ہوئے ہوں گے۔ بال کھڑے ہوں گے اور حالت خستہ ہوگی اور لوگ ان کو اپنے دروازوں
 سے ٹکرائیں گے۔ لیکن باطل میں وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوں گے اور خداوند کریم کو اتنے
 پیارے ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم بھی کالیں گے تو خداوند تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرے گا۔ یعنی
 اگر وہ قسم کالیں گے کہ کل بارش ہوگی تو خدا تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرنے کے لئے ضرور بارش برسا دے
 گا۔ اور اگر وہ قسم کالیں گے کہ طلائش کے گھر لٹا چیا ہوگا تو اللہ کریم ان کو پورا کرنے کے لئے
 ضرور اس کو لٹکا عطا کر دے گا۔

یادہ ۱۹۔ سورۃ الفرقان۔ آیت ۶۲-۶۳-۶۴
 وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَسْتَوْن عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ
 الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ يَلِيْسُونَ لِرَجْبِهِمْ سَجْدًا وَقَبَا مًا۔

اور رحمن یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے خاص بندے بھی ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور
 جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں تو وہ ان کی سلامتی مانگتے ہیں اور وہ لوگ وہ ہیں جو رازوں کو اپنے
 رب کے لئے قیام و سجود میں گزار دیتے ہیں۔

قرآن پاک یہ آیت کریمہ بھی شانِ اولیاء میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ خداوند
 تعالیٰ نے ان کو عباد الرحمن فرمایا ہے اور پھر ان کے خصائص و فضائل کی تصریح کی ہے اور ان کی
 مادات و صفات کی مدح و ثناء فرمائی ہے کہ جب اللہ کے ولی زمین پر چلتے ہیں تو ایسی عاجزی و انکساری
 سے چلتے ہیں کہ زمین دکھتی نہیں اور جب جاہل لوگ اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ ان کے حق میں بُرے
 الفاظ بولتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو پھر بھی وہ ناراض نہیں ہوتے بلکہ ان کے حق میں
 کہہ دیتے ہیں کہ خدا تمہارا بھلا کرے۔

خود کر دو کہ اولیائے کرام کے حق میں طعنہ زنی و گستاخانہ اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی

کرنے والوں اور ان سے عداوت رکھنے والوں کو خداوند تعالیٰ نے کجاہلوں فرمایا ہے چونکہ
 اللہ تعالیٰ عَلِیمٌ بِالذَّاتِ الْمُتَّصِدُّورِ ہے اور اس کو علم تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کچھ لوگ
 جو اپنے آپ کو برائی اور عالم بھیس گئے وہ میرے ادیلئے کرام پر طعنہ زنی کریں گے ان کے حق میں بے
 انصاف کہیں گے۔ ان سے عداوت رکھیں گے اور ان کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کریں گے
 ان کے نیاز مند کی تعیہ تمیزوں اور ان کی عزت و تکریم کرنے والوں اور ان کے قدم چومنے والوں پر شرک
 و بدعت کے فتوے لگائیں گے۔ ان یائے اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی ایسے لوگوں کو جاہلون
 فرادیا۔

اب اگر کوئی مودی بھی بن جائے اور عالم بھی اور اپنے آپ کو شیخ الحدیث بھی کہلائے یا شیخ القرآن
 بھی۔ مگر فرمان خداوندی کے مطابق وہ کجاہلوں ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کی مقدس جماعت کی صفات اور ان کے طرز عمل کو بیان فرمایا
 ہے کہ جب ساری دنیا خراب و فحش میں غوطہ کھاتی ہے تو اللہ کے یہ دوست اور یار اپنے رب کو
 راضی کرنے کے لئے ساری ساری رات کبھی سجدے میں اور کبھی کھڑے ہو کر گزار دیتے ہیں۔ اس آیت
 پاک میں اللہ کریم نے فقر و درویشی اور رد حانیت و ولایت کے معیار کو بھی بیان فرمایا ہے کہ جو
 صحیح معنوں میں فیقر و درویش اور اللہ کے دلی ہوتے ہیں وہ ساری ساری رات عبادت و ریاضت
 اور مجاہدہ و مراقبہ میں گزار دیتے ہیں مطلب یہ کہ وہ تہجد گزار اور شب بیدار ہوتے ہیں اور جب
 مخلوق خدا سو جاتی ہے تو یہ اٹھ کر اللہ اللہ کرتے ہیں۔

عطاء ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
 کچھ بات نہ نہیں آتا ہے آو سحر گاہی (اقبال)

ابن ماجہ شریف ص ۲۹ : حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور فرار ہے ہیں :-
 وَالَّذِي نَفْسِي مَحْمُودٌ مَدَّ لَا تُحَرِّمُهُ الْمَوْتُ مِنْ اعْظَمَ عِنْدَ اللَّهِ

حُصْنَةُ هَيْبَتِكَ -

کہ اے خانہ کعبہ مجھ کو اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کی عزت و حرمت تیری عزت و حرمت سے زیادہ ہے۔
اگرچہ ہر مومن ولی نہیں ہوتا مگر ہر ولی مومن ضرور ہوتا ہے۔
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

ترجمہ امام الانبیاء علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ایک ولی کی شان و عزت خانہ کعبہ سے افضل ہے ترجمہ ان کی عزت و توقیر کی مانند۔ ان کی تعظیم و تکریم لاکھ ٹھکانہ۔ ان کے ادب و احترام لاکھ مقام۔ اور ان کے فضائل و کمالات میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے اور ہر ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والے گمراہ اور باطل پرست نہیں تو اور کیا ہیں۔

عارفِ روحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے پیدل جا رہے تھے کہ ایک صحرا میں انہوں نے دیکھا کہ ایک درویش خستہ حالت میں بیٹھا ہوا ہے اور جب حضرت بایزید بسطامی اس فقیر کے قریب سے گزرے تو اس نے پوچھا اے بایزید! کہاں جا رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ تو اس فقیر نے فرمایا کہ اے بایزید! کبے جا کر تم صرف کبے کا طواف ہی کر دے گے تو۔

گفت طوافی بگردم نہایت بار

وینمکت از طواف حج شمار

کہ تم میرا ہی طواف کرو اور یہ یاد رکھو کہ میرا طواف کبے کے طواف سے افضل ہے اور کبے جا کر تم صرف خدا کا گھر ہی دیکھو گے۔ مگر

چوں مرادیدی خدارا دیدہ ای

کہ جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو پھر سمجھو کہ خدا کو دیکھ لیا۔

اس لئے کہ :-

کعبہ را یک بار بتی گفت یار

گفت یا عبیدی راضی ہاں

اس لئے کہ اس نے کعبہ کو صرف ایک بار اپنا گھر کہا ہے اور مجھے ہر روز ستر بار کہتا ہے کہ

یہ بندے !

شکراۃ شریف مکہ بردایت بخاری شریف۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ :-

إِنَّ رَجُلًا آمَّ قَوْمًا فَصَبَّحَ فِي الصُّبْحِ وَرَسُولُ اللَّهِ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهِ حِينَ فَصَّحَ لَا يَصِلُنِي لَكُمْ ۝ ط

کہ ایک آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہی شخص جماعت کو ارہا ہے جب نماز سے لوگ فارغ ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ اس امام نے ایک دفعہ قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تا اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے اس کو فرمایا إِنَّكَ قَدْ أَذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کہ تو نے قبلہ کی طرف تھوک کر اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچا ہے۔

تو جو شخص کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوئے نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس کے پیچھے قرناز جائز نہیں ہے اور ادبیاء اللہ کی شان ترک ہے سے بھی افضل ہے پھر جو ادبیاء اللہ کا بے ادب و گستاخ ہو اس کے پیچھے نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

اور اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوک کر اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچا ہے تو کب سے تو ایک ولی کی ثنایں زیادہ ہے پھر ان کی بے ادبی و گستاخی کرنی بھی ضلالت و گمراہی ہے۔

مارف ردی فرماتے ہیں :-

چوں خدا خواہی کہ پردہ کسی درو

میلش اندر طعنہ پاکال !

! Digitized By eGangotri

کہ جب اللہ تعالیٰ کس کو بدنام دے پروہ اسے دین و گمراہ اور دنیا و آخرت میں رسوا کرنا چاہتا ہے
تو وہ شخص اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور بزرگانِ دین اور فقیروں اور دہشیر
کے حق میں طعنہ زنی شروع کر دیتا ہے اور فرماتے ہیں۔

حبِ درویشاں کلیدِ جنت است

دشمنِ ایساں منرائے لعنت است

کہ فقیروں اور درویشوں کی محبت جنت کی کلید ہے۔ اور ان کا دشمن و مخالف اور ان سے
عداوت و بغض رکھنے والا لعنت کا مستحق ہے نہیں نہیں بلکہ مذاب و عذاب کا حق دار ہے۔

شکوۃ شریف ص ۵۸۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا ہے۔ آپ نے

فرمایا :-

أَلَا بَدَأَ الْيَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مَاتَ
رَجُلٌ أَبَدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ رَجُلًا لَيَقْتُلَ بِهِمُ الْفَيْثُ وَيَنْتَصِرَ بِهِمُ
عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيَصْرِفَ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابَ ۝

کہ ملک شام میں ہر زمانے میں چالیس ابدال موجود رہتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی فوت
پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بنا دیتا ہے اور ان کے کام یہ ہیں کہ بارش برساتے ہیں دشمنوں
کے مقابلے میں مدد کرتے ہیں اور شام والوں پر سے عذاب کو روکتے ہیں۔

کے گستاخ اور بدعتیہ مورخین کو امام الانبیاء علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر خود کرنا چاہیے
کو حضور علیہ السلام نے کس انداز اور کھلے الفاظ میں اولیاء اللہ کے تقرنات کو بیان فرمادیا ہے کہ یہ بارش
برساتے ہیں دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں اور عذاب الہی کو روکتے ہیں۔

عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء راہست قدرت از الہ

تیرجستہ باز گرداند ز راہ

کہ ان اولیاء اللہ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اتنی قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس لا سکتے ہیں۔ اور مولانا آگے فرماتے ہیں۔

گفتہ گفتہ کند از فتح باب

از اہل نے سیخ سوزونے کباب

کہ یہ اولیاء کرام ان ہونی بات کو ہونی، اور ہونی کو انہونی کر دیتے ہیں یہاں تک کہ آگ پر نہ سیخ کر جلنے دیں اور نہ ہی کباب کو اور ان کا یہ تصرف و اختیار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ خداوند کریم ان پر اپنی رحمت و بخشش اور قبول و عطا کے دروازے کھول دیتا ہے اور یہ باذن الہی اس پر قادر ہوتے ہیں کہ آثار کو اسباب پر مرتب نہ ہونے دیں اور اپنی عباد و قدرت سے کسی کے دکھ کو سکھ میں بدل سکتے ہیں کسی بیمار کو شفا دے سکتے ہیں کسی کی مشکل میں مدد کر سکتے ہیں کسی کی تلکدستی دُور کر سکتے ہیں۔ اور کسی بے کسی و لاچار کی دستگیری کر سکتے ہیں کسی کی رُذبتی بغض چلا سکتے ہیں۔ اور کسی کی رُذبتی کشتی کو کنارے پر لٹا سکتے ہیں اب اس واضح حقیقت کے بعد بھی بد عقیدہ لوگوں کا یہ شور مچانا اور بے ادب و غفلوں کا یہ داد لیا کرنا بالکل فضول ہے کہ یہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے ان کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے ان کو پکارنا گمراہی ہے اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے اور ان کے آسمانوں پر جانا بدعتِ بُلے دینی ہے اور یہ **هَنْ دُونِ اللہ** یعنی غیر اللہ ہیں۔ اصل میں اولیاء کرام رحم اللہ علیہم کے یہ دشمن اور قرآنِ پاک کی ان آیات کو جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر کے بھولے بھلے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اور اپنی مٹے دھری پر قائم رہ کر قرآن و حدیث کی مخالفت اور اولیاء اللہ سے دشمنی کر کے خدا تعالیٰ سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۹۳ میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اَلْوَلِيُّ هُوَ الْقَرِيبُ فِي الْكَلْفَةِ — کہ ولی کے لغوی معنی قریب کے ہیں۔ نِازًا
كَانَ الْعَبْدُ قَرِيبًا مِّنْ حَضْرَتِ اللَّهِ بِسَبَبِ كَثْرَةِ طَاعَتِهِ وَكَثْرَةِ اخْلَاصِهِ
وَكَانَ الرَّبُّ قَرِيبًا مِّنْهُ بِرُحْمَتِهِ وَبِفَضْلِهِ وَاحْسَانِهِ — کہ جب کوئی بندہ اللہ
تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری۔ ریاضت و عبادت اور اخلاص و مجاہدہ نفس کے سبب اللہ تعالیٰ
کے قریب ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت و بخشش اور لطف و کرم سے اس بندے کے
قریب ہو جاتا ہے۔ فَمِنْكَ حَصَلَتْ الْوَلَايَةُ۔ پس اُس طرح اس بندے کو درجہ ولایت
حاصل ہو جاتا ہے۔

صفحہ نمبر ۴۹ — اِنَّ الْعَبْدَ وَلِيُّ اللَّهِ وَالرَّبُّ وَلِيُّ الْعَبْدِ قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا — وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ وَاللَّهُ
وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔

سورۃ آل عمران۔ جاثیہ۔ البقرہ۔ اعراف :

کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور اللہ بندے کا دوست ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے اور اللہ متقین کا ساتھی ہے اور اللہ ایمان والوں کا دوست
ہے اور وہ صالحین سے پیار کرتا ہے۔

فَقَتَبَ اِنَّ الرَّبَّ وَلِيُّ الْعَبْدِ وَالرَّبُّ وَلِيُّ الْعَبْدِ — وَالرَّبُّ حَبِيبُ
الْعَبْدِ وَالْعَبْدُ حَبِيبُ اللَّهِ

پس یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ بندے کا ولی ہے اور بندہ اللہ کا دوست ہے اور رب تعالیٰ
بندے کا پیار اور حبیب ہے اور بندہ رب تعالیٰ کا حبیب اور پیار ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم نے
فرمایا :-

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ — وَالَّذِينَ آمَنُوا اشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ۔ اِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ التَّوَّابِينَ — وَاِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔

کہ ان سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور اللہ متیقن سے محبت کرتا ہے اور جب یہ سب کچھ قرآن پاک سے ثابت ہے تو پھر جب اللہ کا کوئی بندہ اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اور جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے وہ کرتا ہے اور جس شے سے وہ منع کرتا ہے رک جاتا ہے۔ فَكَيْفَ يَبْعَدُ أَنْ يُفْعَلَ السَّرْبُ الرَّحِيمُ الْكَرِيمُ مَرَّةً وَاحِدَةً مَا يُرِيدُ الْعَبْدُ۔ تو پھر یہ کیوں کہ بعید اور ناممکن ہے کہ ایک بندہ عاجز و بے اختیار ہو کر بھی جو خدا کہتا ہے وہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور خالقِ کائنات اور رحیم و کریم ہو کر جو بندہ کہے وہ نہیں کر سکتا۔

یعنی یہ ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہی نہیں بلکہ ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی بات مان لیتا ہے۔ اور جو وہ کہتے ہیں وہ کر دیتا ہے۔

امام مازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایمان افروز اور حقیقت سے بھرپور مدلل اور مفصل تقریر کے بعد اب اولیائے کرام رحم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیوض و برکات اور کمالات و تصرفات میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اور پھر جس دلائل قرآنیہ سے انہوں نے فقرہ درویشی اور ولایت و روحانیت کو کھل کر بیان کیا ہے اور اولیائے کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو تعلق اور ان سے جو محبت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اولیائے عظام کو جو تعلق اور محبت ہے ان تمام چیزوں کو قرآن پاک کی روشنی میں جس احسن طریقے سے واضح کیا ہے وہ حقیقت شناس لوگوں کے لئے نورِ بصیرت ہے اور مصنف مزاج لوگوں کے لئے چراغِ ہدایت اور خصوصاً اولیائے کرام کو ماننے والے بعقیدت و محبت رکھنے والے اور ان کی چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز جھکانے والے نسیروں کے لئے دینِ دایمان کو تازگی اور دل و جان کو راحت بخشنے والی ایک واضح حقیقت ہے اور اولیائے عظام کے مخالفوں اور ان سے بغض و عداوت رکھنے والے بدعقیدہ لوگوں کے لئے درسِ عبرت بھی ہے اور سبق آموز مضمون بھی۔

پارہ ۲۵ - سورۃ زمر - آیت ۶۷ -

اَلَا خَلَلًا يُّؤْمِنُ بِمُؤْمِنِيهِمْ لِيُفَضِّلُوهُ اِلَّا الْمُتَّقِينَ۔

کہ قیامت کے دن اور میدانِ حشر کی ہیبت و ہرناکی سے گھبرا کر جب مخلوق خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی اور جب کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ باپ اپنے بیٹے سے جاگ جائے گا اور بیٹا اپنے باپ سے۔ بھائی کو جواب دے گا اور بھائی کو۔ اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو یہ اولیائے کرام قیامت کے دن بے سہاروں کا سہارا بن کر بے چاروں کا چارہ بن کر دکھیروں کے دیکر ہو کر گنہگاروں کی شفاعت اور بے یاروں اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔

شکوۃ شریف ص ۱۹۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ کر دے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشتوں پر نہریں لگا دی جائیں گی تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ چنانچہ جنتی بڑی خوشی و مسرت سے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخی حسرت و یاس کے دریا اور شرمندگی و رسوائی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے اور پھر جب اولیاء اللہ کی صف و دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر تقدیر الہی کی ہر گ چکی ہوگی دوزکر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑے گا اور عرض کرے گا اَمَّا تَقَرُّ فَنِي۔ کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں اور پھر خود ہی کہے گا۔ اَنَا الَّذِي سَقَيْتُكَ شَرْبَةً کہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ پانی پلایا تھا۔

وَقَالَ لِفَضْلِهِمْ اَنَا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ وَصُورًا ادر کرئی کسی ولی کو کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا تھا۔ فَيُشْفَعُ لَهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ۔ پس وہ اللہ کے ولی ان دوزخیوں کی شفاعت کریں گے اور وہ اولیاء کرام کی شفاعت مدد کے صدقے میں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ خدا کا غضب رحمت میں تبدیل ہو جائے گا۔ ان کی شکل مل کر جائے گی

اور ان کے دکہ دور ہو جائیں گے۔ اور ان کی بگڑی ہوئی تقدیر بن جائے گی۔ اسی لئے قرآنِ اقبال کہتا ہے۔ کہ

اندازہ کون کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اولیاء اللہ رحمہ اللہ عظیم کی امداد و شفاعت اور ان کے وسیلہ و صدقے پر شرک و عبت کے فتنے لگانے والے بدعتیہ مولوی غور کریں کہ قرآنِ پاک کی یہ آیت پاک نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ کیسے واضح الفاظ میں اولیاء اللہ کی شفاعت و استعانت اور ان کی امداد اور ان کے وسیلے کا اعلان کر رہی ہے۔

حشر کے میدان میں جہنمیوں کا اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے پاس جا کر فریاد کرنی اور پھر امداد و شفاعت طلب کرنی اس بات کی دلیل ہے کہ اولیائے کرام کے مقدس آسمانوں پر جا کر ان کی تدبیر کی کرنا اور ان کی چوٹ کو چوم کر ان سے اپنے دکھوں کا علاج۔ بیماری کی شفا۔ مشکلوں کے حل اور گناہوں کی معافی کے لئے مدد مانگنی اور دُعا کرانی نہ شرک ہے اور نہ بدعت بلکہ جائز و مستحسن ہے اور اگر سچ پوچھو تو معینِ شریعت ہے اس لئے بھی کہ وہ چیز جو قیامت میں اور آخرت میں جائز و درست ہے وہ اس دنیا میں کیوں ناجائز و غلط ہے۔

روزِ حشر اور قیامت کے دن وہ دوزخی و بارِ خداوندی میں حاضر تھے اس لئے ان کو یہ بتایا کہ وہ دوبارہ خداوندی میں فریاد کرتے اور اپنے رب تعالیٰ سے مدد مانگتے اور براہِ راست اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار رہتے مگر نہیں انہوں نے دیکھا کہ آج خدا تعالیٰ تہم و غضب اور پورے جاہ و جلال میں ہے کسی ایسے مردِ کامل اور اللہ کے دوست کا وسیلہ تلاش کر د جس کی شفاعت و سفارش وہ قبول کرے اس لئے انہوں نے خداوند تعالیٰ کے دربار میں فریاد کرنے کی بجائے اولیاء اللہ کے دامن کو کھڑکراتے ہوئے اور پھر ان کے وسیلے سے خداوند کریم نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی تقدیر بدل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا اور ایسا کیوں ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ مرنے
 اس لئے کہ وہ بدعتیہ لوگ اور اولیائے عظام سے عداوت و دشمنی رکھنے والے گستاخ و داعی اور
 ان سے مدد مانگنے پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے بے ادب مولوی یہ جان جائیں کہ اولیاء
 اللہ کی شان کیا ہے اور آج کل یہی بزرگانِ دین گنہگاروں کے کام آ رہے ہیں اور یہ وہی خدا
 کے دوست ہیں جن کو تم دنیا میں غیر اللہ سمجھتے تھے اور جھوٹے جملے مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے
 رہے ہو کہ اولیاء اللہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کسی کی فریاد نہیں سن سکتے۔
 کسی کو شفا نہیں دے سکتے۔ اور ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور ان کے آستانوں پر جانا اور ان سے
 مدد مانگنی شرک و بدعت ہے۔ اور پھر اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فقیر درویش اپنے
 پیرو مرشد کی ہر نئی خدمت ضائع نہیں جاتی۔ ایک نے پانی بلایا تھا اور دوسرے نے وضو کر لیا تھا۔
 نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
 بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پارہ ۱۱- سورۃ مریم آیت ۶۳

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُودِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝

کہ ہم نے اپنی جنت کا وارث اپنے اولیاء کو بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ جنت ہے جس
 کا وارث ہم نے اپنے متیقن بندوں کو بنا دیا ہے اور متیقن ہی اولیاء اللہ ہیں۔

اِنْ اَوْفَيْتُمْ اَمْرًا اِلَّا الْمَتَّقِينَ — سورۃ الفضل آیت ۳۲

کہ یہ متیقن ہی اس کے ولی و دوست ہیں اور جب فرمانِ خداوندی کے مطابق یہ اولیاء
 اللہ جنت کے وارث ہیں تو پھر قیامت کے دن ان کا کسی کو جنت عطا کر دینا کون سی مشکل
 بات ہے۔

نزدیکتِ المہربان جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی
 کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن عرشِ الہی سے منادی ہوگی کہ میرے محبوب پاک

علیہ السلام کے اصحابی کہاں ہیں پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا۔

يَا اَبَا بَكْرٍ قِفْ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخُلْ هُنَّ شِئْتَ بِرَحْمَةِ
اللّٰهِ وَاَمْنَعُ هُنَّ شِئْتَ بِعِلْمِ اللّٰهِ ۔

کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کی رحمت سے جس کو چاہو جنت میں داخل کر دو۔ اور جس کو چاہو اللہ کے علم سے روک دو۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہو گا کہ

يَا عُمَرُ قِفْ عَلَى الْمِيزَانِ فَتَقِلْ هُنَّ شِئْتَ وَخَفِيفٌ
مَنْ شِئْتَ ۔

کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کے چاہو اعمال زیادہ کر دو اور جس کے چاہو کم کر دو۔ اور جس کا تم چاہو پتہ جاری کر دو اور جس کا چاہو ہلکا کر دو اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا جائے گا کہ قِفْ عَلَى الصِّرَاطِ کہ اے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پل صراط پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو تم چاہو بازو سے پکڑ کر پاد کر دو۔ اور جس کو تم چاہو دوزخ میں پھینک دو اور پھر حضرت علی المرتضیٰ کو حکم ہو گا کہ ۔

يَا عَلِيُّ قِفْ عَلَى الْخَوْضِ فَاسْقِ هُنَّ شِئْتَ وَاصْرِفْ مَنْ شِئْتَ

کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوض کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو تم چاہو پانی پلا دو اور جس کو چاہو پیسا رکھو۔ اس روایت پر غور کرو کہ جنت کے دروازے پر حضرت ابوبکر صدیق ہی اور میزان پر حضرت عمر فاروق ہیں اور پل صراط پر حضرت عثمان غنی ہیں اور حوض کوثر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور یہ سب کلمی دالے آتائے دو عالم علیہ السلام کے اصحابی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور تمام اولیاء اللہ کے پیشوا و امام ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ منبع ولایت ہیں مگر بد عقیدہ لوگوں کے باطل عقیدے کے مطابق یہ غیر اللہ ہیں اور غیر اللہ کے آسمان

جانا اور ان سے مرد مانگنا اور مشکل کشائی کے لئے فریاد کرنا اور ان کے آگے حاجت روائی کے لئے ہاتھ پھیلانا، ان کے نزدیک شرک و بدعت ہے۔ اس لئے بدعتیہ مولویوں، گستاخ و مغلوں اور اولیاء اللہ کے بے ادب لوگوں کے لئے قیامت کے دن سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اس لئے جب یہ لوگ جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ، میزان کی طرف دیکھیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ، پل صراط سے گزریں گے تو وہاں بھی غیر اللہ اور پھر شدتِ پیاس سے تنگ آکر حوضِ کوثر کی طرف دوڑیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ جن کو یہ لوگ مشکل کشا ہی نہیں مانتے۔ تو پھر میں حیران ہوں کہ ان بدعتیہ لوگوں کا قیامت میں کیا بنے گا۔ اگر یہ میری بات مان لیں تو آج بھی اپنے باطل اور لغو عقیدے سے توبہ کر کے کسی مردِ کامل کے دامن کو تقام لیں۔ کسی درویشِ باخدا کے قدم چوم لیں اور کسی مُرشِدِ پاک کے آستانے پر سرِ نیاز جھکا دیں۔

(اوپر پیر میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ان لوگوں کا قیامت میں کیا بنے گا۔ جو اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ من ذلک ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس لئے اگر اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بغض و عداوت رکھنے والے لوگ بھی اگر چاہتے ہیں کہ ہماری نجات ہو جائے تو ان کو بھی چاہیے کہ اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کر کے اصحابِ کرام کے نیاز مندوں میں اپنا نام لکھوا لیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اصحابِ کرام کے غلام بن جائیں۔ خدا بڑا ہی رحیم و کریم اور تبار و عقاد ہے اور اس کی رحمت و بخشش کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ اختار اللہ وہ اپنے دوستوں اور اصحابِ کرام کے صدقے سے ان کو ان کی غلطیاں معاف کر دے گا۔

غور کرو کہ جنت کے دروازے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور میزان پر حضرت عمر فاروقؓ اور پل صراط پر حضرت عثمان غنیؓ ہیں اور حوضِ کوثر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور نزدِ تعالیٰ کا اصحابِ کرام کا قیامت کے دن یہ منصب عطا کرنا اس کی شانِ کریمی ہے اور

بلا تشبیہ و مثال اگر کوئی بادشاہ اپنے ملک کے مختلف محکمے و زیروں کے سپرد کر دے تو کون سا کفر و شرک ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس بادشاہ سے پوچھے کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے اگر صدر نے کسی کو وزیر خارجہ اور کسی کو وزیر قانون بنا دیا ہے تو اس

میں کون سا کفر و شرک ہے اور پھر یہیں کیا حق ہے کہ ہم صدر کے اس فیصلے پر نکتہ چینی کریں ہاں اگر یہ یاد دہرے وزراء اپنے اپنے فرائض کو پوری دیانت و صلاحیت سے انجام نہ دیں تو ان کو بدلا جاسکتا ہے مگر یہ اصحاب کرام اور اولیائے عظام اللہ تعالیٰ کے ایسے وزیر ہیں کہ جن کے متعلق یہ شبہ کرنا بھی گھڑے کہ یہ لوگ اپنے فرض منصبی میں کبھی قسم کی بددیانتی یا کوتاہی کرتے ہوں گے اس لئے یہ وزیر بدلے بھی نہیں جاسکتے کیونکہ یہ مرنے والے اللہ تعالیٰ ہی کے وزیر نہیں ہیں بلکہ حبیب بھی ہیں —

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

اور وزیر تو بدلتے رہتے ہیں مگر حبیب کبھی نہیں بدلتے۔

نبوت کے بعد اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولایت و طریقت - حقیقت و معرفت اور رشد و ہدایت کے امام و پیشوا ہیں اور طریقت کے چاروں سلسلوں نقشبندیہ - چشتیہ - قادریہ اور سہروردیہ کے سردار و مترانج اور منبع و مخزن ہیں۔ فیصل آباد کے آٹھ بازار ہیں، جن کے نام یہ ہیں۔

کچہری بازار، ریلی بازار، کارخانہ بازار، امین پور بازار، منگمری بازار، چنیوٹ بازار بھوانہ بازار اور جنگ بازار اور شہر کے وسط میں گھنٹہ گھر ہے اور ایک گول بازار ہے جو شہر کے ارد گرد گھومتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس بازار کی کسی دکان سے چل پڑے تو تھوڑی دیر کے بعد تمام شہر کا چکر لگانے کے بعد پھر اسی دکان پر آجائے گا۔ اگر لائلپور (فیصل آباد) شہر کی بناوٹ اور اس کے نقشے پر غور کیا جائے تو یہ مسئلہ پوری طرح سمجھ میں آجائے کہ اگر کسی مسافر نے گھنٹہ گھر جانا ہو تو وہ شہر کے ان آٹھوں بازاروں میں سے جس بازار میں بھی داخل ہوگا گھنٹہ گھر سامنے نظر آجائے گا۔ اور وہ مسافر بڑی آسانی سے گھنٹہ گھر پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر غلطی سے گول بازار

میں داخل ہو جائے گا تو پھر وہ مادی زندگی شہر کے ارد گرد پھیلے گا تو رہے گا۔ مگر گھنٹہ گھر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

بلاشبہ دشمنی! جس طرح فیصل آباد شہر کے مرکز تک پہنچنے کے لئے کسی بازار میں داخل ہونا ضروری اور لازمی ہے اسی طرح سے مرکز رسالت اور خدا تک پہنچنے کے لئے طریقت کے کسی بازار میں داخل ہونا ضروری اور لازمی ہے مگر یہ بد عقیدہ لوگ تو گول بازار کے چکر میں پھنسے ہوئے پھر لگا رہے ہیں۔ اس لئے قیامت تک ان کو منزل مقصود نہیں مل سکتی۔ اور ملے بھی کیوں کہ جب کہ خداوند کریم نے ان کے تعلق یہ فیصلہ کر دیا ہوا ہے۔

پارہ ۱۵، - سورۃ کہف - آیت ۱۷

وَمَنْ يُضِلِّ فَعَلْنَا تَجْدَ لَهُ، وَلَيَّا مُرْسِدًا

کہ وہ شخص جو گمراہ ہو گیا۔ پس نہ پائے کسی ولی یا مُرشد کو یعنی مددگار و راہنما کو۔ یہ آیت پاک بھی اولیائے کرام رحمہ اللہ علیہم سے بعضی وعدات رکھنے والوں اور ان کی شان پاک میں گستاخی کرنے والوں کے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے۔ اور ان کی ضلالت و گمراہی پر ایک خدائی مہر بھی۔ اس لئے کہ یہ بد عقیدہ لوگ کسی ولی و مُرشد کے طالب نہیں ہیں اور نہ ہی کسی پر فقیر کو مانتے ہیں اور نہ ہی اولیاء اللہ اور کسی مُرشدِ کامل کے تعارفات و کمالات کے قابل ہیں۔ اور نہ ہی اس دنیا کے خطرناک جنگل سے صحیح و سلامت گزرنے کے لئے کسی مددگار و راہنما کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی گناہ و معصیت کے سمندر کی طوفانی موجوں سے اپنی کشتی و حیات کو بحفاظت کنارے پر لے جانے کے لئے کسی ملاح کی تلاش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس ظلمت کو ڈھچھاں سے سیدھے راستے پر چلنے کے لئے کسی مردِ کامل کے نورِ معرفت سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی خدا و رسول تک پہنچنے کے لئے کسی فقیر و درویش کے وسیلے کی جستجو کرتے ہیں۔

اور قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت بھی پوری طرح سے واضح ہو جاتی ہے کہ ضلالت و گمراہی سے بچنے کے لئے نفس و فہم کے غمخیز ولی و مُرشد کی روشنی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ

در رسول تک پہنچنے کے لئے کسی دلی وعدہ گار اور کسی مُرشد و رہنما کا دامن پکڑنا ضروری ہے۔
 اگر کسی دوزیر یا کسی افسر کو ملنا ہو تو ہزاروں وسیلے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ ان کے دوستوں کو
 تلاش کرنا پڑے گا جب کہ خداوند کریم نے خود ہی فرمادیا ہے کہ میرے دوست ہیں میرے بار ہیں اور
 مجھے ملنے والے ہیں۔

جس طرح بغیر تیل کے چراغ نہیں جل سکتا اور بغیر پانی کے درخت نہیں پھل سکتا اسی طرح بغیر مُرشد
 کے خدا نہیں مل سکتا۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے کہ
 کیا یاد سپید کن از مُشتے سگلا

بر سر زن بر آستانِ کاسے

کہ اسے سُنمان اگر تو اپنی مُشتِ خاک کو سونا بنانا چاہتا ہے تو کسی مردِ کامل کے آستانے کی مقدس
 چوکت کو چوم۔

دریا چاروںوں کے چشموں سے نکلتے ہیں اور پھر سارے پاکستان کو سیراب کرتے ہیں اور سوکھی ہوئی
 کیتیاں سرسبز و شاداب کرتے ہیں مگر نہ تو ضلع فیصل آباد کی زمین براہِ راست کسی چشمے سے سیراب ہوتی
 ہے اور نہ ہی ضلع فیصل آباد کا کوئی خطہ۔ مگر ان چشموں سے منجرِ ملائقہ اور بارانی زمین کو سیراب کرنے
 کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ چشموں سے دریا نکلے اور دریاؤں سے بڑی بڑی نہریں نکالی گئیں اور
 نہروں سے سوئے اور سوئی سے کھلے اور پھر کالوں سے نالیاں اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ یہ
 نالیاں زمین کو سیراب کرتی ہیں اور ہرنالی کے پانی کا تعلق بالواسطہ چشموں کے پانی سے ہے، جنہیں نہیں
 بلکہ ہرنالی کا پانی چسٹے کا ہی ہے۔

بہت کے سرچشمہ سے ولایت و روحانیت کے چار بڑے دریا نکلے پھر ان دریاؤں سے سینکڑوں
 نہریں نکلیں پھر ان نہروں سے ہزاروں کھلے اور کھالوں سے لاکھوں نالیاں نکلیں جن کے ذریعے کروڑوں
 انسانوں کی دل کی کشتِ دریاں سیراب ہو گئی۔ سینولہ کے اُجڑے ہوئے کھیت سرسبز ہو گئے اور ضلالت
 و گمراہی اور فسق و فجور کی بادِ خزاں سے اُجڑے ہوئے دلوں کے غنیموں میں حق و صداقت اور رشد و

وہدایت کی بہار الکتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولایت و روحانیت کے دریاہیں جن سے طریقت و معرفت کی سینکڑوں نہریں نکلیں حضرت اویس قرنیؓ حضرت خواجہ حسن بصریؓ۔ حضرت امام جعفر صادقؓ۔ حضرت زکریاؓ بن مریمؓ حضرت بایزید بسطامیؓ حضرت شیخ بشلیؓ۔ حضرت جنید بغدادیؓ۔ حضرت ابوالحسن غرقانیؓ حضرت حوث اعظمؓ۔ حضرت خواجہ معین الدینؓ۔ حضرت داتا گنج بخشؓ۔ حضرت بادا فریدؓ۔ حضرت نظام الدین اولیاءؓ۔ حضرت بہاؤ الحقؓ ذکر کیا۔ حضرت خواجہ فیض محمد چوداھیؓ اور مرشد لاٹانیؓ حضرت شیخ جماعت علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یہ تمام بزرگان دین اور اولیائے کرام چشمہ ولایت و روحانیت اور منبع رشد و ہدایت سے نکلے ہوئے ان چار دریائوں کی طریقت و حقیقت کی نہریں ہیں جن کے صدقے سے جن کے وسیلے سے جن کی معرفت سے اور جن کے ذریعے سے نسل انسانی کے دلوں کی بجزرین سیراب ہوتی آرہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اور حقیقت و معرفت کے گشتی ہوکتے رہیں گے اور رشد و ہدایت کے چکر لگتے رہیں گے۔

اور جس طرح کسی باغ کو سیراب کرنے والے پانی کا تعلق بالواسطہ پہاڑوں سے لگنے والے چشمہ سے ہے اسی طرح حضرت خواجہ خواجگان۔ قبلہ عالم شہناہ طریقت میرے پیر و مرشد حضرت سید علی حسین صاحب علی پوری دامت برکاتہم العالیہ سے پیدا ہوا روحانی تعلق بالواسطہ چشمہ ولایت و روحانیت حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو جائے گا نہیں، نہیں بلکہ سرخسہ نبوت و رسالت سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے گا۔ اور اگر سچ پر چھو تو خداوند تعالیٰ سے ہو جائے گا۔

پارہ ۲۶ - سورۃ الفتح - آیت ۱۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اِنَّمَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
 فِیْ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ -

میرے گھر میں بجلی ہے اور جب رات کے اندھیرے میں مجھے روشنی کی ضرورت پڑتی

ہے جو میں ایک ٹہن کو دبالتا ہوں جس سے میرا کمرہ نوراً روشن ہو جاتا ہے۔ اور سارے مکان میں اُجالا ہو جاتا ہے اور سارا گھر چمک اٹھتا ہے اور میرے کمرے کی بجلی کے انڈے کا تعلق بالواسطہ کسی بجلی گھر سے ہے۔ جہاں سے مختلف طریقوں سے تقسیم ہوتی ہوئی تاروں کے ذریعے میرے مکان تک پہنچتی ہے تو جس طرح مکان کے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے کسی چراغ یا بجلی کے انڈے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح دل کے اندھیرے کو بھی دور کرنے کے لئے کسی مُرشد کامل کے نورِ معرفت کی ضرورت ہے اور جس طرح کسی مکان کی بجلی کے ٹہن کا تعلق کسی بجلی گھر سے ہوتا ہے اسی طرح کسی مُرشد کامل سے پیدا کیا ہوا روحانی تعلق بالواسطہ نبی اور خدا سے ہو جاتا ہے۔

”يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ“ اور۔۔۔ مَصَابِيحُ الْهِدْيِ کا یہی مطلب ہے کہ جب اس کائنات ارضی پر ظلمات و گمراہی کے اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ فتنہ و فحش کی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ کفر و باطل کی سیاہی غالب آ جاتی ہے اور بے دینی و الٰہاد کی ظلمت مسلط ہو جاتی ہے تو پھر خداوند تعالیٰ اپنے مقبول بندوں اور اولیائے کرام کے ذریعے سے نسلِ انسانی کو کفر و باطل کے اندھیروں۔ فتنہ و فحش کی تاریکیوں اور بے دینی و الٰہاد کی ظلمتوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی روشنی حتیٰ وحدائق کے اُجلے اور دین و ایمان کے نور کی طرف لے آتا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۵۹، مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۳

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کئے۔ پھر وہ توبہ کرنے کے ارادے سے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس نے ایک راہب کو چچا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں اور اب میں توبہ کروں تو کیا خدا تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا کہ نہیں؟ اس راہب نے کہا کہ نہیں۔ تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اور پھر اس نے اگلے جا کر کسی اور شخص سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا اِنَّتَ قَرِيْبَةٌ كَذَا وَكَذَا۔ کہ ظلالِ بٹھی میں چلے جاؤ۔ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

فَاُطْلِقُ إِلَى أَرْضٍ كَذَا وَكَذَا فَاتَّخَذَ بِهَا نَارًا لَّعِبْدِ وَنَ اللَّهِ ۝

کہ ظلال بستی میں چلے جاؤ۔ وہاں کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی اولیاء اللہ ہیں
 ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ — پھر اس نے ایک بہت بڑے عالم دین سے سوال کیا
 تھا۔ اور عالم دین نے اس کو یہ فرمایا تھا۔

اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی طرف اپنے گناہوں کی معافی کرانے اور توبہ قبول کرنے
 کی غرض سے جا رہا تھا تو راستے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

فَاخْتَصَمْتُ فِيهِمْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ
 پس رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑ گئے۔ عذاب کے فرشتے کہتے تھے
 کہ یہ ایک سزا دہیوں کا قاتل ہے اس لئے یہ جہنمی ہے اور رحمت کے فرشتوں کا موقف یہ تھا کہ اب
 یہ اللہ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جا رہا ہے اس لئے یہ جہنمی ہے۔

تب خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ جاؤ اور یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے وہاں سے
 لے کر جہاں اس نے جانا ہے وہاں تک فاصلہ ناپ لو۔ اگر اگلا حصہ کم ہے تو یہ جہنمی ہے اور
 اگر پچھلا حصہ کم ہے تو یہ دوزخی ہے۔ جب فرشتے وہ فاصلہ ناپنے لگے تو فَاَوْحَىٰ اللَّهُ إِلَىٰ هَٰذَا
 أَنْ تَقْرَبُوا۔ خدا تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمٹ جا پس وہ زمین آگے سے سمٹ گئی
 اور فاصلہ کم ہو گیا یا وہ بستی قریب ہو گئی اور پھر خداوند کریم نے فرشتوں کو فرمایا کہ کن سا حصہ کم
 ہوا ہے تو فرشتوں نے عرض کی یا مولا — هَٰذَا الْخَوْبُ بِشَيْءٍ اَوْ يَتِي بِحِلَّةٍ حَسَّةٍ مِنْ اِيكٍ
 بالشت کم ہے۔

فَخَفَرَهُ — پس خدا کی رحمت و بخشش کا دریا جوش میں آ گیا اور اس سوا انسانوں کے
 قاتل کو بخش دیا۔

خود کر و کر وہ گنہگار اور ایک سوا انسانوں کا قاتل ابھی اللہ کے ولی کے پاس پہنچا ہی نہیں ہے
 بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے تھے تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل و
 گنہگار کو بخش دیا صرف اس لئے کہ وہ توبہ کرنے اور اولیاء اللہ کی طرف جا رہا تھا اور خداوند تعالیٰ کو

یہ بات پسند آگئی کہ اگرچہ یہ گنہگار ہے لیکن توبہ کرنے میرے دوستوں اور میرے اولیاء کرام رحمہ اللہ
 عظیم کی طرف جابجا ہے۔ اگر میں نے اس کی توبہ قبول کر کے اور اس کے گناہ معاف کر کے آج نہ بخشا تو
 میرے اولیائے نظام کی شان میں فرق آجائے گا۔

تو ہم بھی اللہ کے ولی۔ کسی پر وفیق اور کسی مرشد کمال کے مقدس ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے کر
 صرف اس لئے بیعت کرتے ہیں تاکہ ہماری توبہ قبول ہو جائے ہمارے گزشتہ گناہوں کی معافی ہو جائے
 اور اس مرشد کمال کے وسیلے سے ہمیں خدا اور رسول اکا سید صراطہ علی جائے اور اولیاء اللہ کے
 صدقے سے ہماری نجات ہو جائے اور ہماری بگڑی ہوئی تقدیر بدل جائے اور اس حدیث پاک سے
 یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی زیارت و ملاقات کی نیت کر کے قصد اُجانبانہ صرف یہ کہ جائز ہے
 بلکہ باعث بخشش اور وسیلہ نجات بھی ہے۔

اور ایسا بھی کیوں نہ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ —
 کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام سے محبت کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے سے محبت
 کرتا ہے تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگ جاتی ہے اور وہ ساری مخلوق کا محبوب بن
 جاتا ہے۔ جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شکوہ شریف رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام

نے فرمایا :-

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا احَبَّ عِبْدًا جَعَلَ بَيْنَہٗ وَبَيْنَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا
 فَاُحِبُّہٗ قَالَ فَيُحِبُّہٗ جِبْرِیْلٌ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ
 اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاُحِبُّوْا فَيُحِبُّہٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُؤْمِنُ
 لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ ۔

کہ جب اللہ کہیں کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے
 کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا پھر

جبریل علیہ السلام بھی اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اور پھر آسمانوں پر ندا دی کہ اوی جاتی ہے کہ اے آسمان والو خداوند تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمانوں کے تمام فرشتے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے اس مقبول و محبوب بندے کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقبول لائق الہی کے مقدس آسمانوں پر مخلوق خدا کا مجہوم رہتا ہے اور اولیائے کرام کے دروازوں پر حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ اور ان دلق پرشوں کی بارگاہوں پر بڑے بڑے شہنشاہ کاسٹ لکوائے پھرتے ہیں۔ اور ان ناقہ مستوں کی چو کھٹوں پر دنیا کے تاج داروں کی جبین نیاز و بھگی رہتی ہے اور ان خدا پرستوں کے درباروں پر ہزاروں دُکھ درد کے مارے انسان مشکل کشائی کے لئے اپنے دہن پھیلائے رکھتے ہیں اور ان فیروں کے ڈیروں پر دنیا کے ٹکڑے ٹکڑے لاکھوں انسانی پناہ لیتے ہیں۔ اسی لئے تر دم کہتا ہے کہ :-

اے میگارو سویرے سویرے
خوابات کے گرد پھیرے پھیرے
کبھی اس طرف بھی گزر کر تو دیکھ
بڑی رویتیں ہیں فیروں کے ڈیرے

اور پھر ان کے چہرے روحانیت سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے تشنگان معرفت کا مجہوم رہتا ہے اور ان کے سینہ منہ عرفان و حقیقت سے شراب عشق و مستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان کے چہرے رخسار و ہدایت سے حق و صداقت کی راہ تلاش کرنے والے پر وازن کا اثر و دام رہتا ہے پھر ان کے دروازوں سے کوئی غالی نہیں جاتا بلکہ جو بھی آتے بھولے بھر کے جاتے ہیں یا آتے تو شفا پا کر جاتا ہے۔ دکھ والا آتے تو سکھ کر جاتا ہے بے چین آتے تو چین لے کر جاتا ہے۔ بے مراد آتے تو مراد ہو کر جاتا ہے۔ ٹھنکا ہوا آتے تو منزل پا کر جاتا ہے بد نصیب آتا ہے تو خوش نصیب ہو کر جاتا ہے درختی آتے تو جنتی ہو کر جاتا ہے بے اولاد آتے تو اولاد لے کر جاتا ہے

کر جاتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو چور آتا ہے تو قلب ہو کر جاتا ہے۔
اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔

ہزاروں خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی ازل سے رہے قلندروں کا طریق
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
نقطہ یہ بات کہ پیغمبر مغال ہے مرزا جلیق

اور یہی نفس قدسیہ میں جبراطاعت خدا و رسول کی بدولت عبادت و ریاضت کے ذریعے
اور مراقبہ و مجاہدہ نفس کی معرفت اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ اتنا قرب اور تعلق پیدا کر لیتے ہیں کہ نبی
کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق پیر اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں بن جاتا ہے اور وہ ان آنکھوں سے
دیکھتے ہیں خدا ان کے کان بن جاتا ہے وہ خدا کے کانوں سے سنتے ہیں خدا ان کے ہاتھ بن جاتا ہے اور
وہ خدا کے ہاتھوں سے پکڑتے ہیں خدا ان کے پاؤں بن جاتا ہے وہ خدا کے پاؤں سے چلتے ہیں اور پھر جب
بھی اور جی بھی وہ سوال کرتے ہیں خدا ان پر اگر دیکھتا ہے جو مانگتے ہیں خدا عطا کر دیتا ہے اور جو وہ کہتے ہیں
خدا مان لیتا ہے حالانکہ خدا کی آنکھیں نہیں لیکن وہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان نہیں لیکن وہ سنا ضرور
ہے۔ اس کے ہاتھ نہیں لیکن وہ پکڑتا ضرور ہے اور اس کی زبان نہیں لیکن وہ بولتا ضرور ہے وہ
جسم و اعضاء سے پاک ہے۔ چلنے پھرنے سے متبرک ہے کھانے پینے سے منزہ ہے۔ سونے جاگنے،
اٹھنے بیٹھنے۔ طول و عرض اور مرض و غرض سے پاک ہے۔

اور امام الانبیاء علیہ السلام کے فرمان کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدا کی آنکھ
سے دیکھنا ہے تو پھر اس کے دیکھنے کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ پھر وہ مصلے پر بیٹھ کر ساری کائنات کو
دیکھ سکتا ہے زمین و آسمان کو دیکھ سکتا ہے۔ فرش و عرش کو دیکھ سکتا ہے اور روح کو قلم کو دیکھ سکتا
ہے۔ اسی لئے قرمان رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

روح محفوظ است پیش اہل ایمان

کہ لوح محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہے اور ایک مرد کامل جب خدا کے کانون سے سنتا ہے تو پھر اس کے سننے کی بجھ کوئی حد نہیں ہوگی۔ وہ اپنے مجرے میں بیٹھ کر شرق و غرب کی آوازیں سن سکتا ہے۔ قرب و جوار کی صدا اُس سن سکتا ہے۔ دُور و نزدیک کی پکاریں سن سکتا ہے اور اپنے مُردوں کی فریادیں جہاں بھی وہ ہوں گے سن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مکرّمی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ — کہ اے ساریہ پہاڑ کی جانب سے بچو۔

اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقتیں تکمیل کے فاصلے سے حضرت عمرؓ کی آواز سن لی — کیوں؟ — اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے اللہ کی آنکھ سے دیکھا اور حضرت ساریہؓ نے اللہ کے کانون سے سنا۔

اور پھر اس کی کچھ بھی خدائی کچھ ہوگی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں۔ اقبال کہتا ہے کہ —

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کار کشا و کار ساز

اور پھر اولیاء اللہ کا بولنا بھی خدا کا بولنا ہوگا۔ اور خدا کا بولنا ہی تقدیر الہی ہے۔

عارف کوئی فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

کہ چہ از خلقم عبد اللہ بود

ایسے ہی مرد مومن اور ایسے ہی بندہ خدا کے متعلق اقبال کہتا ہے کہ

بر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

گفتار میں کہ دار میں اللہ کی زبان

تاری نیا ہے حقیقت میں ہے قرآن

Digitized by eGangotri

اور پھر فقر و درویشی کے مقام کو بیان کرتا ہے کہ
 اک فقر رکھتا ہے میاد کو پنخیری
 اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری
 اک فقر سے قوموں میں میسگی و دلگیری
 اک فقر کی مٹی میں خاصیتِ اکسیری
 اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
 میراثِ مسلمانی سہ ماہِ شبیری

یہاں اس درویش لاہوری نے فقر و درویشی کے دونوں پہلو بیان کر دیئے ہیں۔ اصلی بھی اور
 نقلی بھی۔ روحانی بھی اور شیطانی بھی۔ یعنی اس خطہٴ ارضی میں ایک تو مقبولانِ الہی۔ مردانِ کامل اور
 اولیاء اللہ ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ وہ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کی
 شمعِ روشنی کرتے ہیں اور فقی و فخر کے اندھیروں میں حق و صداقت کے چراغِ جلاوت ہیں اور کفر و
 باطل کی ظلمتوں میں دین و ایمان کا نور پھیلاتے ہیں اور پیرا احکامِ خداوندی، قوانینِ الہیہ اور ناموسِ
 دین و اسلام کی خاطر کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی ٹکر لینے سے دریغ نہیں کرتے اور وہ ساری
 ساری رات ریاضت و عبادت میں گزار دیتے ہیں اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور دوسرے
 وہ مست و افسوس اور تنگ و دھڑنگ فقر و درویش ہیں جو فقر و درویشی کا لباس پہن کر مسلمانوں کو دھوکہ
 دے رہے ہیں نہ نماز نہ روزہ۔ نہ فرض نہ نفل۔ نہ ذکر نہ فکر۔ نہ عبادت نہ ریاضت نہ حق و نہ مصلحت
 اور نہ شریعت نہ طریقت اور پھر بھی فقر کے فقر۔ اور درویش کے درویش اور پیر کے پیر۔ بس کوٹھڑا
 اور ڈنڈا جنگ اور چرس۔ اور عیاشی و فحاشی ہے لیکن پھر دلی کے دلی۔ مگر قصور ان کا نہیں بلکہ ان
 کے ماننے والوں کا ہے جو اتنے جاہل و نادان ہیں کہ ان کو حق و باطل کی پہچان نہیں۔ نیک و بد کا
 امتیاز نہیں۔ اور اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کے مسلمان اصلی
 اور نقلی کھجور کو پہچان کر لیتے ہیں مگر اصلی و نقلی پیر کو نہیں پہچان سکتے اور خالص و ملاوٹ والے

دودھ کو تو پرکھ سکتے ہیں۔ مگر خالص دلاؤنی فیر کو نہیں پرکھ سکتے۔ اور یہ اچھے اور بُرے دوست
کو تو پہچان لیتے ہیں مگر اچھے اور بُرے درویش کو نہیں جان سکتے۔

خبردار! وہ فقیر جو احکام خداوندی کا باغی ہو۔ وہ درویش جو شریعتِ مصطفیٰ سے بے عمل
ہو اور وہ پیر جو اسلام کی حدود کو توڑے وہ اسلام کی مقدس پیشانی پر ایک بدنامہ داغ ہے دین
کے حسین چہرے پر ایک کلف کا ٹیکہ ہے۔ اور مذہب کے خوبصورت منظر پر ایک سیاہ دھبہ ہے
اور ایسا فقر قوم میں بے بسی و بزدلی۔ مسکینی و دلگیری اور بے حیائی و بے غیرتی پیدا کرتا ہے اور
ایک وہ فیر ہے جو عبادت و ریاضت کے ذریعے ذکر و فکر کے سبب اور مراقبہ و مجاہدہ کی معرفت
خفا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر عصائے کلیم اور یزید قدرت بن جاتا ہے۔ اور ایسا فقر قوم میں جاوری
و شجاعت۔ ہمت و جرات۔ بے باکی و حق گوئی۔ جہانگیری و جہانبانی اور طہارت و پاکیزگی سکھاتا
ہے اور اس کی ہر بات کلمہ حق ہوتی ہے اور اس کی ہر دُعا قبول ہوتی ہے اور ایسا فقر بادشاہی
سے افضل اور جہانگیری سے بلند ہوتا ہے۔

اقبال کہتا ہے۔ کہ

میرا فقر بہتر ہے اسکندری سے

یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

اور

مقام فقر کتنا بلند ہے شاہی سے

روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کیئے

اور

فقر کے ہیں معجزات تاج و سر پڑیاہ

فقر ہے میروں کا میرا و فقر ہے شاہوں کا شاہ

داراد سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
جس فقر سے آتی ہو بُرائی اسد اللہی

اور

قوتِ سلطان و میرا ز لا اِلٰہ
ہیتِ مردِ فقیرا ز لا اِلٰہ
فقرِ عریاں گر مٹی بدر و حنین
فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حنین

کہ کسی مرد فقیر کا جاہ و جلال لا اِلٰہ کی ضرب سے پیدا ہوتا ہے اور فقیر و درویش وہی
ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چلی کر دنیا سے باطلی پرستی کو مٹانے
کے لئے نعرۂ تکبیر سے پہاڑوں کے دل ہلا دے اور فقیر وہ ہے جو کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں
سے ٹکڑے کر بدر و حنین کے معرکوں کو پھر زندہ کر دے اور اطاعت و بندگی کا یہی وہ مقام ہے
کہ جہاں خداوند تعالیٰ اپنے کسی مقبول و برگزیدہ بندے کو عَبْدُ کا کہہ کر پکارتا ہے اور جب کوئی
بندہ عَبْدُ کا کے مقام پر پہنچ جائے تو پھر

عبدِ دیگر عَبْدُ کا چیز ہے دیگر
ایں سراپا انتظارِ اُد منتظر
کس نہ بترِ عَبْدُ کا آگاہِ نیت
عَبْدُ کا جز بترِ اِلَّا اللہ نیست

اور اس بندے کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس سے اتنا گہرا
تعلق ہو جاتا ہے کہ :-

خودی کو کہ بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہی وہ قوت تھی جس کو لے کر حضرت معین الدین چشتی ہندوستان میں آئے۔ اور پھر اسی کلام اللہ کی قوت ایمانی سے پرتھوی راج کے شاہی محلوں میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ اور ہندوستان کے بھاریوں کو معبود حقیقی کے آگے جھکایا اور اپنے تقرنات و کمالات اور فقر و درویشی کی ہیبت و کرامات سے ظلمت کدہ ہند میں توحید خداوندی کا چراغ جلایا اور اپنی اسی باطنی قوت سے ہندوستان کے شہر جلودار جے پال کے ظلم باطل کو توڑ کر اس کو محمد علیہ السلام کا کلمہ پڑھایا۔

اورد۔ یہ وہ طاقت تھی جسے حضرت مجدد الف ثانی نے کھٹے اور پھر لکھی روحانی قوت اور حق کے جلال سے اکبر کی حکومت کی دیواروں کو ہلا دیا اور جہانگیر کے تخت طاؤس کو اپنے پاؤں کی ٹھوک سے روند کر کلمہ حق سنایا اور اسی جذبہ حسینی سے ہندوستان میں پھیلتی ہوئی مشرکانہ رسومات کو مٹا کر صرف ایک خدا کے آگے سر بسجود ہونے کی تبلیغ فرمائی اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی صلاحات و کمزری کی تادیکہ میں رشد و ہدایت کی شمع جلائی اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اولیائے کرام دین و ایمان کی قوت اور فقر و درویشی کی طاقت لے کر ہندوستان میں نہ آتے تو بہت ممکن تھا کہ آج یہاں اسلام کا نام و نشان تک بھی نہ ہوتا۔ یہ عرب و مغربیہ مسجدیں و عبادت گاہیں یہ دین و اسلام اور یہ مومن و مسلمان انہیں اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے فقر و درویشی اور ان کے تقرنات و کمالات کے مہر و منت ہیں :



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معیت اولیاء

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ہر جگہ اور ہر حالت میں ڈرتے رہو۔ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (سورۃ کہف)

اے انسان! اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ملا لے جو اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتے رہتے ہیں قرآن پاک کی ان آیات میں خداوند تعالیٰ ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ سچے لوگوں یعنی اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی معیت و رفاقت اختیار کرو۔

اودو دوسری آیت پاک میں خداوند کریم نے اولیاءِ عظام کی معیت و رفاقت کو اور بھی کھل کر بیان فرمایا ہے کہ اتنا ہی نہ کرنا کہ کسی مردِ کامل کے مقدس ہاتھوں میں ہاتھ دے کر یعنی مرنے بیعت کر کے ہی بس نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو اپنے دل کو اودھ اپنی روح کو بھی اولیاءِ اللہ کے ساتھ وابستہ کرنا۔

غرضیکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کے ساتھ معیتِ جمعی کا حکم فرمایا ہے وہاں معیتِ روحانی کی بھی تاکید کی ہے مطلب یہ ہے کہ کسی مُرشدِ کامل کی ظاہری بیعت پر ہی اکتفا نہ کرنا بلکہ باطنی طور پر بھی اس سے لگاؤ رکھنا ضروری ہے۔

اگر کوئی مسلمان دل سے کسی مردِ کامل کی طاعتی اختیار کرے گا۔ اور دل و جان سے اولیاءِ اللہ

سے محبت رکھتے گا تو اس کا فائدہ قیامت کے دن یہ ہوگا، جب کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اَلْمَوَدُّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ کہ دنیا میں جس کو جس سے محبت ہوگی وہ قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا
 امام الانبیاء علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو
 داتا گنج بخشؒ سے محبت ہے تو قیامت کے دن وہ داتا کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو غوث اعظمؒ
 سے محبت ہے قیامت کے دن وہ غوث اعظمؒ کے ساتھ ہوگا اور دنیا میں جس کو مکملی داس سے محبت
 ہوگی قیامت میں وہ مکملی داس کے ساتھ ہوگا۔ سنی اگرچہ گھبرگاہی بھی لیکن گستاخ و بے ادب نہیں
 ہیں اس لئے قیامت کے دن انشاء اللہ اولیائے کرام صحابہ عظام اور خلیفہ اہل انام علیہ السلام سے
 محبت و عقیدت ہی ان کے لئے وسیلہ نجات اور ذریعہ بخشش بن جائے گی۔ کیونکہ ہر سنی کے دل میں
 ہر دلی۔ ہر پیغمبر، ہر صحابی اور ہر نبی کی محبت و عقیدت پوری طرح سے موجود ہے۔ اور ہر سنی کا دامن
 کسی نہ کسی پیغمبر اور کسی نہ کسی مردِ کامل سے وابستہ ہے۔ اور ہر سنی کسی نہ کسی مُرشد و پیر کا طالب
 و مُرنید ہے۔ مگر یہ گستاخانِ نبوت و ولایت اور اولیاء اللہ کی شانِ پاک میں بے ادبی و گستاخی کرنے والے
 مولوی اور بزرگانِ دین سے عداوت رکھنے والے واعظ اور ان کے متعلق بلیغ و خیاد رکھنے والے بھٹیہ
 لوگ قیامت کے روز کہاں جائیں گے۔ کس کو پکاریں گے۔ کس سے فریاد کریں گے اور کس کے ساتھ
 ہوں گے جب کہ دنیا میں ان کو کسی پیغمبر اور کسی نبی و ولی اور کسی مُرشدِ کامل سے کوئی عقیدت و
 محبت نہیں ہے۔

مارٹ رومی فرماتے ہیں :-

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

اور نشیند در حضور اولیاء

کہ وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ میں خداوندِ کریم کے ساتھ بیٹھوں یعنی بارگاہِ رَبِّ البرزت
 میں مقبول ہو جاؤں تو اسے چاہیے کہ وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے ان کی محبت اختیار کرے اور
 بزرگانِ دین کی مجلس میں رہے۔ اس لئے کہ :-

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے پاس ایک لمحہ بیٹھنا سو سال کی مقبول عبادت سے افضل و بہتر ہے۔

چنانچہ مارنہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے شہنشاہ شریف میں اور دیوبندویں کے امام و پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب امداد المساکین کے ص ۵۸ پر نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیث پاک لکھی ہے۔

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَجْلِسَ مَعَ اللَّهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ أَهْلِ التَّصَوُّفِ۔

کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں پس وہ کسی صوفی۔ کسی درویش اور کسی مرد کامل کے پاس بیٹھ جائے! مقصد یہ کہ اولیائے کرام کے پاس بیٹھنا ہی اللہ کے پاس بیٹھنا ہے اور بیٹھ ہی نہیں بلکہ۔

پیر کامل صورتِ نطقِ الہی

یعنی دیدِ پیر دیدِ کبیرا

کہ چونکہ مُرشدِ رُحّی اور پیرِ کامل کی صورتِ جلالِ خداوندی 'خیر' پر تو ہوتا ہے اس لئے اپنے پیر کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت۔ بزرگانِ دین کی مجلسِ صوفیائے کرام کی رفاقت اور درویشانِ کامل کی مصیبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بُرے اچھے ہر جلتے ہی اور بد نیک۔ بے مراد با مراد ہو جاتے ہیں اور بد نصیب خوش نصیب اور پتیل سونا اور ناقص کامل بن جاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گلے خوشبوئے در حمامِ رُوند

رسید از دستِ محبوبِ بدستم

کہ ایک دن میں حمام میں ہمارا تاکہ ایک دوست نے مجھے خوشبو دار مٹی دی

Digitized By eGangotri

بد گفتم کہ شکے ! عبیری
کہ از بُوے دلا دیزے تو مستم
تو میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو شک ہے یا عنبر کہ تیری دل کو بھانے والی خوشبو نے
مجھے مت کر دیا ہے۔

گفت من گلے ناچیز بوم
ولیکن دُرَتے با گلِ قشتم
تو اس مٹی نے جواب دیا۔ کہ ہرل تو میں ایک ناچیز و حقیر مٹی۔ لیکن میں چند دن
گلاب کے پھول کی صحبت میں رہی ہوں۔ یعنی مجھ پر گلاب کا پھول اُگا ہوا تھا۔ اور اس
صحبت کا اثر یہ ہوا ہے کہ۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگر نہ من ہما خاکم کہ ہستم
کہ اس گلاب کے پھول کی خوشبو میرے اندر بھی آگئی ہے۔ ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حقیقت افروز مثال اور ایمان بخش دلیل سے یہ حقیقت
پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ناچیز و حقیر مٹی چند دن گلاب کے پھول کی صحبت
میں رہ کر اور مشک و عنبر بن کر شیخ سعدی کے دل و دماغ کو معطر کر سکتی ہے تو ایک
گنہگار بندہ کسی اللہ کے ولی کی صحبت میں رہ کر نیکو کار بھی ہو سکتا ہے اور ایک بدکار خوش
اطوار بھی ہو سکتا ہے اور ایک ناقص انسان کسی مردِ کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بھی بن سکتا ہے
اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ برف میں رکھی ہوئی کوئی چیز ٹھنڈی نہ ہو اور آگ پر رکھی ہوئی کوئی
شے گرم نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی ناقص انسان کسی کامل کی صحبت کے اثر اور
اس کے فیوض و برکات سے محروم ہے۔

عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فیضِ صحبت کی مثال دے کر فرماتے ہیں

Digitized By eGangotri

سیل چوں آمد بریا بھر گشت

دانہ چوں آمد بزدل گشت گشت

کہ جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا اور دانہ کھیت میں مل کر کھیتی بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ناقص کسی کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بن جاتا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی نیک اور کامل کی صحبت اور مجلس نصیب نہ ہو تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کہے اور یہ ایسے جیسے اس نے اراج انبیاء علیہم السلام کی صحبت پائی۔ کیوں کہ

ہست قرآنِ حالیہائے انبیاء

ماہیانِ بحرِ پاکِ کبیریا

کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات کا بیان ہے۔ جو کہ دریائے وحدت میں غوطہ زن رہنے والے ہیں (ماہیان)

ارشادِ رومی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میسر نہ آ سکے تو پھر ان کے حالات و حکایات ہی کو پڑھا اور سنا بمنزلہ ان کی صحبت کے ہے۔

باز اردل میں دودھ قتیماً فروخت ہوتا ہے اور پانی کی کوئی قیمت نہیں ہے لیکن اگر کوئی قوم کا دشمن دودھ میں پانی ملا دے تو پھر پانی زبانِ حال سے دودھ کو کہتا ہے کہ تیری تو قیمت ہے اور میری کوئی قیمت نہیں ہے لیکن اب میں تیری صحبت میں آ کر تجھ میں سما گیا ہوں اور اب میرا کیا حال ہو گا۔ تو دودھ بھی زبانِ حال سے پانی کو جواب دیتا ہے کہ جب تک تو مجھ سے جڑا تھا تو تیری کوئی قیمت نہ تھی اور اب چونکہ تو میری صحبت میں آ گیا ہے اس لئے اب جو قیمت میری ہے وہی تیری۔

گرم کوٹ کا کپڑا چاہے سو روپے گز والا بھی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی وہ کبھی درزی کی دوکان پر گنا پٹا اور ادھر ادھر کچرا ہوتا ہے اور کبھی کسی دھوبی کی دوکان پر الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے لیکن اگر آٹھ آنے گز کا کھدر قرآن پاک کا خلافت بن جائے تو پھر قرآن مجید کے ساتھ لگ کر وہ بھی ملاؤں

کی بوسہ گاہ بن جاتا ہے اور ہاتھ غیبی سے آواز آتی ہے کہ اے ایمان والو اگرچہ یہ آٹھ مہینے لڑا
معمولی ہاتھ رہے۔ مگر چونکہ اب یہ قرآن پاک کی صحبت میں آکر اس کا غلط بن چکا ہے اس لئے اب
اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگائیں۔

صحبۂ صالح ترا صالح کند

صحبتِ طالح ترا طالح کند

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے ایمان اور ذوقِ حق کے ساتھ ان کے اس
گتے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ جو ان کی صحبت میں رہ کر جنت کا حق دار بن گیا تھا۔

قصہ یہ ہے کہ کسی زمانے میں اور کسی شہر میں ایک بادشاہ حکمران تھا جس کا نام دیاؤزی
تھا۔ اور وہ بہت ظالم تھا اس نے اپنی سلطنت میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ میری حکومت
میں جس کسی نے بھی اللہ کا نام لیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس ظالم کی سلطنت میں اللہ
تعالیٰ کے سات اولیائے کرام بھی رہتے تھے جو دن رات اپنے ربِ کریم کی عبادت و ریاضت
اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے جب یہ اعلان سنا تو وہ اسی رات کے وقت
شہر سے نکل کھڑے ہوئے جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ان اولیاء اللہ نے دیکھا کہ ایک گتہ بھی ان
کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ وہ گتے کو اپنے ساتھ دیکھ کر گہرائے۔ کہ یہ جو گتے کا تو پھر ہم کھڑے
جائیں گے اور اسی خطرے کے پیشِ نظر وہ گتے کو مارنے، ہٹانے اور دھتکارنے کے لئے لگے مگر گتے
نے ان کو کہا :-

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۲

مَا تَرِيدُونَ مِنِّي لَا تَخْشَوُا جَانِبِي اَنَا اُحِبُّ رِجْبَاءَ اللّٰهِ
فَمَا مَوْاحِشِي اَحْسَرُ سَكْمُ -

کہ آپ کا مجھ سے کیا مطلب ہے۔ آپ لوگ مجھ سے کوئی خوف نہ کھائیں۔ میں تو اللہ سے محبت
کرنے والوں سے محبت رکھتا ہوں۔ پس آپ لوگ سر جائیں میں آپ کا پھر وہ دن کا اور میری تو آرزو یہ

ہے کہ آپ لوگوں کی پاک صحبت سے میری نجات ہو جائے۔ اور قیامت کے دن میں بھی بخشا جاؤں۔
 چنانچہ قیامت کے دن جب اصحاب کہف یعنی وہ اولیاء اللہ جنت میں داخل ہوں گے تو ریح اولیاء
 اللہ کی پاکی صحبت کو ترک و بدعت کہنے والے بدعتیہ مولوی اس کتے کو بھی ان کے ساتھ جنت میں
 بنادیکھیں گے۔

پھر اس کتے نے کہا اے اللہ کے ولیو اگرچہ میں کُتا ہوں، مگر یہ جانتا ہوں کہ تم اللہ کے ولی ہو
 اس لئے میں تمہیں جو نیکوں کا نہیں۔ میں اس کتے کے قدم کیوں نہ چوم لوں جو تمہارے ہر قدم پر اللہ کے
 ولی کو نہیں جھونکا اور ان انسانوں کو ابلیس کیوں نہ کہوں جو انسان ہو کر اولیاء اللہ کو جھونکتے ہیں
 اور گالیاں دیتے ہیں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو اس کتے کی یہ ادا
 پسند آگئی اور اس کی آواز پر تمہیں و آفرین کہتے ہوئے قرآن پاک میں اس کتے کا ذکر بھی کیا ہے اور اس
 کے سپرد کہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَالْكَلْبُ كَرِيهُنَّ ذُرِّيَّةَ عَدُوٍّ يَأْكُلُ حَبِيلَهُ -

غور کرو کہ وہ ایک کُتا ہو کر پہاڑ کی ایک غار کے منہ پر بیٹھ کر تین سو نو سال تک اولیاء اللہ
 کا سپرد دیتا ہے لیکن یہ کتے انفس کی اور دُکھ کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے انسان
 اولیاء اللہ کو گالیاں دیتے ہیں ان کو بُرا کہتے ہیں اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ تو پھر عجیب یہ کہنے میں
 کوئی حُجّہ نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے انسانوں سے اولیاء اللہ کی صحبت
 کے فیض سے جنت میں جانے والا کُتا ہزار درجے افضل ہے۔

پھر قرآن پاک کے اس ایمان افروز فقرے سے یہ بات بھی پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ جب
 اولیاء اللہ کی خدمت کرنے اور ان کی صحبت میں رہنے پر اللہ کو ایم کا لطف و کرم اور اس کی رحمت و
 بخشش ایک کتے پر ہو سکتی ہے تو پھر اولیاء اللہ کی خدمت کرنے اور ان کی نیک صحبت میں رہنے پر
 ایک انسان خدا کی رحمت و بخشش سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔

امداد الشاق ص ۱۲۰ - مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ

علیہ بیٹھے تھے کہ ایک کتاب اس سے گزرا۔ آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی تو وہ کتاب اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے تمام کتبے اس کے پیچھے دوڑتے تھے۔ وہ کتاب ایک جگہ بیٹھ گیا تو سب کتبوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔

امداد المثلثات کا پتہ لکھتے ہیں کہ میں نے حاجی صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بیٹھے تھے کہ ایک کتاب اس سے گزرا۔ اتفاق اس بزرگ کی نظر اس کتبے پر پڑ گئی پھر اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی اور ان کی نگاہ کا اس کتبے پر اتنا اثر ہوا کہ جہاں وہ کتاب جاتے اس کے پیچھے پیچھے نہرتے اور جہاں وہ بیٹھتا سارے کتبے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے پھر نہیں کہ فرمایا کہ وہ کتاب تمام کتبوں کے لئے شیخ بن گیا۔

آگے لکھتے ہیں کہ دیکھئے جن کے فیض و برکات جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ ہرگز ایسی نہ ہونا چاہیے، ان دُشمن ہرنی چائے تھوڑی ہی ہو۔
اصحاب کہن کی برکت سے ان کا کتاب بھی ایسا شرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے جس کو قیامت تک نازوں میں پڑھا جائے گا۔ تو جب حق تعالیٰ کی عنایت لگے پراس قدر ہو گئی تو ہم پر کیوں نہ ہوگی۔

امداد المثلثات ص ۱۱۳ پر لکھتے ہیں کہ فقیر مرزا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو زندگی ظاہری میں۔
فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔

اولیاء اللہ سے بعضی وعادہ رکھنے والے گستاخ اور بے ادب مردوں اور بد عقیدہ دغلوں کو چاہیے کہ وہ ہماری کوئی بات نہیں مانتے اور ہماری کسی کتاب پر ان کو یقین نہیں ہے تو نہ ہی کہ ان کم اپنے ہی پیر و مرشد اور امام و پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی پر یہ یقین کر کے اور ان کی بھی ہرئی ان سچی باتوں کو تسلیم کر کے اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخ کرنی چھوڑ دی۔

اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر کے سچے دل سے اولیائے کرام رحمہ اللہ علیہم کے خادم بن جائیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب تھے کا ایک مجوسی سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق بحث ہو گئی۔ اس آتش پرست کافر نے کہا کہ ہم دونوں ہاتھ ملا کر آگ میں ڈالتے ہیں جس کا ہاتھ جل گیا وہ جھوٹا اور جس کا بچ گیا وہ سچا ہو گا۔ چنانچہ اس دہریے نے حضرت مالک بن دینار کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈال دیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ باہر نکلے تو دونوں کے ہاتھ صحت سلامت تھے۔ نہ ہی مالک بن دینار کا ہاتھ جلا۔ اور نہ ہی اس مجوسی کا۔ رات ہو گئی اور جب ساری کائنات سو گئی تو حضرت مالک بن دینار نے کوشہ تنہائی میں بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا مولا۔ یہ مجوسی تو تیری ذات کا منکر تھا اور میں تو ستر سال تک تیری عبادت کی ہے۔ مگر تُو نے یہ کیا کیا کہ نہ تو میرا ہی ہاتھ جلایا اور نہ ہی اس کافر

کا۔

تو پردہ غیب سے جواب آیا۔ کہ اے میرے مقبول بندے تیرا سوال تو ٹھیک ہے لیکن میں اس کے کفر کو دلچسپ یا تیرے ہاتھ کو، بات یہ ہے کہ چوں کہ اس کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ تھا اس لئے میں نے تیرے ہاتھ کی برکت سے اس کا بھی نہیں جلایا اسے کہو کہ اگر امتحان لینا ہے تو پیرا کیلا اپنے ہاتھ کو آگ میں ڈالے۔ یہ ہے اولیاء اللہ کی معیت کا اثر اور بزرگان دین کی صحبت کا فیض اور اولیائے کرام کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے کا مقصد۔

اولیاء اللہ کے مراتب و مدارج ہوتے ہیں۔ کوئی ولی ہوتا ہے اور کوئی عنوت کوئی قطب ہوتا ہے۔ اور کوئی ابدال۔ کوئی قطب مدار ہوتا ہے اور کوئی اوتاد۔ اوتاد جمع وتد کی ہے اور وتد کے معنی میخ اور قطب کے معنی بھی رکھتی کے ہیں اور

پھر ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ بچے کے دو ٹیڑوں کے درمیان ایک رگلی ہوتی ہے۔ جس کا تعلق بچے کے دونوں ٹیڑوں سے ہوتا ہے۔ اور بچہ چلنے پر وہ دانہ جو بچے سے چمٹ جائے وہ اپنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اسی طرح یہ اولیاء اللہ اور قطب و اوتاد اس کائنات میں ایک رگلی کی مانند ہیں جن کا تعلق زمین سے بھی ہوتا ہے اور آسمان سے بھی۔ فرشتے بھی ہوتا ہے اور عرش سے بھی اور مخلوق سے بھی ہوتا ہے اور خالق سے بھی اور یہ خدا اور بندوں کے درمیان ایک وسیلہ ہیں۔ خالق و مخلوق کے درمیان ایک رابطہ ہیں اور آقا اور غلاموں کے درمیان ایک ذریعہ ہیں۔

اور۔۔۔ جس طرح وہ دانہ جو بچے کی رگلی سے چمٹ جائے اپنے سے بچ جاتا ہے اسی طرح سے وہ گنہگار جو کسی دلی اور مرشدِ کامل کے دامن سے لپٹ جائے خدا کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

اس لئے اے گنہگار بند اور اے درد و غم کے مارے ہوئے انسانو اگر تم بھی دنیا و آخرت میں عذابِ خداوندی اور قہرِ الہی سے بچنا چاہتے ہو اور دکھ و درد و غم اور مصائب و آلام سے نجات پانا چاہتے ہو اور اطمینانِ قلب و سکونِ دل اور تسکینِ روح حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس دانے کی طرح جو بچے کی رگلی سے چمٹ کر اپنے سے بچ جاتا ہے تم بھی کسی مرشدِ کامل کے دامن سے لپٹ جاؤ۔ کسی مردِ قلندر کی صحبت اختیار کر لو۔ کسی دلی اللہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دو۔ اور کسی فقیر بے نوا کے قدم چوم لو۔

بازار میں ایک آدمی سنگرتے بیچ رہا تھا۔ اور بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اچھے سنگرتے! اچھے سنگرتے! ایک مت پاس سے گزرا اس نے جب یہ آواز سنی تو وجد میں آکر رقص کرنے لگا۔ لوگ حیران تھے کہ اس دردِ دل کو کیا ہو گیا ہے۔ آخر لوگوں

نے پوچھا۔ اے منت ایہ وجد و رقص کس بات پر تھا؟ تو اس منت نے جواب دیا کہ کیا تم نے اس سنگترے نیچے والے کی آواز نہیں سنی۔ جو بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اچھے سنگترے۔ اچھے سنگترے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں جو کسی مُرشدِ کامل کی شگت سے تر گئے ہیں۔

اولیاء اللہ کی محبت، بزرگانِ دین کی صحبت اور کسی مردِ کامل کی رفاقت سے نہ صرف یہ کہ ناقصِ کامل اور پتیل سونا بن جاتا ہے۔ بلکہ مُرشد کی توجہ و اتحادی سے شیخِ کامل اور مُریدِ صادق کے درمیان سے تمام حجاباتِ باطنی اُٹھ جاتے ہیں اور من و تو کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خدمت گار نانائی پر خوش ہوئے اور فرمایا، انگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی۔ آٹا مجھے اپنے جیسا کہ دیجئے۔ خواجہ باقی باللہ نے اس نانائی کو سامنے کھڑا کر کے توجہ اتحادی ڈالی۔ بس پھر کیا تھا۔ دیکھنے والے نہ پہچان سکے کہ باقی باللہ کون ہے اور نانائی کون ہے۔ لیکن چونکہ اس نانائی کا لاسہ گرائی چھوٹا تھا اور وسعتِ دل تنگ تھی اس لئے وہ شیخِ کامل کی توجہ اتحادی کو برداشت نہ کر سکا اور تھوڑی دیر کے لئے اللہ اللہ کہتا ہوا جاں بحق ہو گیا۔

مولانا رومؒ تو فرماتے ہیں کہ :-

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کہ کسی مردِ کامل کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا ہزار سال کی مقبول عبادت سے بہتر ہے مگر حضرت میراں بھیکؒ فرماتے ہیں کہ

ایک گھڑی سے آدھی اور آدھی سے بھی آدھ
 ہیکٹ سٹک مادہ کی کاٹے کوٹ اپرادھ

اور جب کوئی طالب صادق اور مرید بادشاہ اپنے مرشد کامل کی محبت میں اپنے
 آپ کو خافی الشیخ کر لیتا ہے جو کہ منزل حقیقت و معرفت کی پہلی سیڑھی ہے تو پھر وہ
 مرید بادشاہ بھی شیخ کامل بن جاتا ہے۔ اور پھر کائنات مرید کو چھتا ہے۔ تو درویش کو
 ہوتا ہے۔ خیر اس پر چلتا ہے اور خون اس کا بہتا ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہر کہ ذری ہو
 ہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیری

اور پھر وہ بدر دیکھتا ہے اسے اپنے شیخ کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آتا مافق
 و معشوق کا حقیقی اتحاد اور طالب و مطلوب کی بھی شکت اور مرید و شیخ کی کچی معیت
 و محبت کا آخری مقام یہی ہے کہ مرید شیخ میں فنا ہو جائے اور شیخ مرید کو اپنے جیسا
 کر دے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ مجنوں لیلیٰ کی محبت میں فنا ہو چکا تھا۔ اور اسے ہر
 طرف ادھر ہر چیز میں لیلیٰ ہی نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ مجنوں کے جسم میں پھوڑا نکل آیا۔ ایک حکیم کو بگایا گیا کہ فصہ کرے۔ حکیم
 نشتر سے فصہ کرنے لگا تو مجنوں نے روک دیا۔ حکیم نے کہا کہ اے مجنوں! تو تو شیروں
 سے بھی نہیں ڈرتا۔ اور اب نشتر سے ڈر گیا ہے۔ مجنوں نے جواب دیا۔

گفت مجنوں من نمی ترسم ز نیش

میر من از کرہ سنگین است بیش

لیک از لیلیٰ وجود من پر است

ایں صدف پر از صفات آن درت

ترسم اے فساد گر قصدم کئی

نیش را ناگاہ بر لیلی زنی

در میانِ لیلی و من فرق نیست

کہ حکیم صاحب میں نشتر سے نہیں ڈرتا اس لئے کہ میرا صبر و تحمل تو پہاڑ سے
بڑھ کر ہے لیکن میرے وجود میں لیلی سائی ہوئی ہے اور میرے بدن کا صدف لیلی
کی محبت کے موتوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں ڈرتا تو اس لئے ہوں کہ اگر تو نے میرے
بھوٹے پر نشتر چلائی تو یہی نشتر لیلی کے جسم پر لے گی اس لئے کہ مجھ میں اور لیلی میں کوئی فرق
نہیں ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اولیاء الشیطان

کتاب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے کہ ازل سے لے کر اب تک اور اول سے لے کر آخر تک اور ابتدائے آفرینش سے لے کر اتمام قیامت تک دو مختلف طاقتیں آپس میں ٹکراتی رہیں گی۔ توحید و شرک کی ٹکر۔ ایمان و کفر کی جنگ۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی میں تصادم اور اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان آپس میں دست و گریبان ہوتے رہیں گے۔

تاریخ کرام و حق و باطل اور نیکی و بدی کی ان دونوں قوتوں اور دونوں جماعتوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں جماعتوں کے کارنامے کیا ہیں اور انہوں نے کہاں کہاں اور کن کن طریقوں اور کب کب روپ میں اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دیا ہے اولیاء اللہ یعنی اولیاء الرحمن کے متعلق تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مختلف روایات و اشال سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اب ان کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی کارستانیاں بھی ملاحظہ ہوں جو بالکل اولیاء الرحمن کی ضد ہیں۔ اور اولیاء الشیطان کی یہ منحوس جماعت ہمیشہ حق کی مخالفت کرتی رہتی ہے۔ احکام خداوندی کی باغی رہتی ہے نیکی سے اس کو بُرا اور جلائی سے اس کو خدا رہتا ہے۔ اور اس جماعت کے دل و دماغ میں فتنہ و فساد اور فسق و فجور چھایا رہتا ہے اور خدا کے بندوں کو حق و صداقت کی سیدھی راہ اور رشد و ہدایت کے صحیح راستے سے ہٹا کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

قرآن پاک نے خدا تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں کو پہلاں اولیاء اللہ عباد الرحمن، حزب اللہ

صالحین متقین اور اصحاب الجنتہ کے پیارے پیارے القاب عطا فرمائے ہیں۔ وہاں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایسے سرود و طہون انسانوں کو اولیاء الشیطان، اولیاء الطاغوت اور اصحاب النار جیسے مکروہ اور بے نام بھی دیئے ہیں۔

اس کتاب میں میں نے اولیاء اللہ کے اعمال و افعال۔ خواص و آثار۔ اطوار و کردار اور ان کے طریق کار کو قرآن و حدیث کی روشنی میں کھل کر بیان کر دیئے ہیں اور اب اولیاء الشیطان کے مادات و خصائل اور اعمال و افعال کو بیان کر کے دونوں جماعتوں کی جان پہچان کرانی ہے تاکہ مسلمان حق و باطل میں تمیز کر کے ایمان و کفر کو پہچان کر۔ نیکی و بدی میں امتیاز کر کے اچھے و بُرے کو پرکھ کر اور صحیح اور غلط عقیدے کو سمجھ کر اپنی عاقبت سزا لیں اور اولیاء اللہ کے مقدس آوازوں پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر خداوند تعالیٰ کی رحمت و بخشش کے حقدار بن جائیں۔ اور اولیاء اللہ کے گستاخ و گروہوں کی پھیلائی ہوئی گمراہی کے گھاٹ پ اندھیروں میں رشد و ہدایت کی روشنی تلاش کر لیں۔

پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۵۷

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ فِيهَا خَالِدُونَ۔

اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے رفیق اور دوست اور (اولیاء) شیطان ہیں جو بندوں کو دین و ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر و باطل کے اندھیروں میں لے آتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس آیت پاک پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح سے روشن ہو جاتی ہے کہ اولیاء الرحمن کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی بھی ایک جماعت اس دنیا میں موجود ہے جو اپنے اعمال و افعال اور خواص و آثار کے لحاظ سے اولیاء الرحمن کی ضد ہے۔

اولیاء الرحمن کی مقدس جماعت تو نسلِ انسانی کو کفر و شرک کے اندھیروں سے خلاص کرے گی مگر اسی کی ظلمتوں سے نکال کر دین و ایمان کی روشنی میں حقیقت و حقیقت کے نور اور رشد و ہدایت کے آسمان میں

آتی ہے اور اس کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی منہوس جماعت اپنی گمراہ کن چاروں سے خدا کے بندوں کو دین و ایمان کی روشنی حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کے اُجالے سے نکال کر کفر و شرک کے اندھیروں، ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں اور بدی و باطل کے سیاہ بادلوں میں لے آتی ہے اور یہ جماعت کئی طریقوں سے عوام کو گمراہ کرنے کی ہر دقت کوشش کرتی رہتی ہے مثلاً کہیں تو یہ جماعت بندگانِ خدا کے کانوں میں یہ پھینکتی ہے کہ نبی ہمساری طرح کا ایک مجبور و بے اختیار بشر تو ہے اور کوئی نبی کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوتا اور کبھی یہ جماعت عوام کے دلوں میں یہ دوسرے ڈالتی ہے کہ یہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے ان کے ہاتھ پاؤں چرمائے شرک، اور ان کے مزاروں پر جانا بدعت ہے اور ان کے نام کی کوئی چیز دنیا حرام ہے اور ان کی قبروں پر چراغ جلانا گناہ ہے۔ اور پھر اس جماعت کا ہر فرد اپنی اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے اس قسم کے عقائد باطلہ کی تبلیغ و اشاعت کرتا رہتا ہے جس سے متاثر ہو کر کئی بدقسمت انسان کی تاریخ دین و ایمان لٹ جاتی ہے۔ اور وہ حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کی روشنی سے نکل کر کفر و باطل کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں چلے جاتے ہیں پس جب بھی کبھی کہیں دیکھیں اور سنو کہ کوئی شخص انبیاءِ طہیم السلام اور اولیاءِ کرام کی شانِ اقدس میں گستاخی کر رہا ہے۔ تو فوراً سمجھ جاؤ کہ اولیاء الشیطان کی منہوس جماعت کا ایک کارکن ہے۔

پارہ ۴ - سورۃ آل عمران - آیت ۱۷۴

إِنَّمَا ذَاكَ الشَّيْطَانُ وَيَخُونُ أُولِيَاءَ مَا لَا تَحْتَفُونَهُمْ وَخَافُونَ
أَن كُفِّرْتُمْ هُوَ مِنِّي ۝

اے ایمان والو یہ شیطان ڈالتا ہے تم کو اپنے ساتھیوں (اولیاء) سے ستم ان سے

مت ڈرو۔ اور مجھ سے ڈرو۔ اگر تم مومن ہو۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت پاک میں شیطان کے ایک خطرناک کا نام لے کر نشان دہی کی ہے کہ یہ شیطان اپنے اولیاء یعنی ساتھیوں کا ختمِ ایمان والوں کے دلوں میں ڈالتا رہتا ہے تاکہ ایمان والے

کسی خوف۔ ڈر اور کسی وباؤ میں اگر ہی دین و ایمان۔ حق و صداقت اور رشد و ہدایت اور صحیح عقائد کی سیدھی راہ کو چھوڑ کر ضلالت و گمراہی۔ فسق و فجور اور غلط عقائد کے خطرناک اور گمراہ کن راستوں میں بھٹک جاتیں۔

پارہ ۸۔ - سورۃ الانعام - آیت نمبر ۱۲۱
وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِمُؤْمِنٍ إِلَىٰ آلِهِمْ لِيَجْأِدُوهُمْ وَإِنِ اتَّخَذُوا
إِنَّا لَنُشْرِكُونَ۔

اور یہ شیطانوں کی جماعت اپنے اولیاء یعنی اپنے ساتھیوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے رہتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں۔ اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو شرک کر گئے۔ قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کرو کہ خداوند کریم نے کتنے واضح الفاظ میں اولیاء الشیطان کی جماعت کے طرز عمل ان کے خواص و آثار اور ان کے اعمال و افعال کو بیان فرمادیا ہے کہ یہ شیطانی گروہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعت میں یہ تبلیغ کرتا رہتا ہے کہ یہ ایمان والے لوگ تم سے نبوت و ولایت اور فقر و درویشی کے معاملے میں تم سے لڑتے رہیں گے لیکن خبردار اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم شرک کر جاؤ۔

اب غور کرو کہ ایمان والوں کی لڑائی شیطان والوں سے یہی ہے کہ ایمان والے کہتے ہیں کہ نبی اللہ کا نور ہے۔ نبی مختار کل ہے۔ نبی حاضر و ناظر ہے اور نبی علم غیب جانتا ہے اور یہ اولیاء اللہ لوگوں کی فریاد سنتے ہیں۔ عذاب الہی کو روکتے ہیں۔ بے مزاروں کو مزار داد و بے اولادوں کو اولاد دیتے ہیں۔ مشکل کشائی کرتے ہیں اور ان کی سنگت دلوں میں نور معرفت پیدا کرتی ہے۔ اور ان کی دوستی ذریعہ نجات ہے اور یہ مرکز بھی زندہ ہیں۔ اور ان کے مزاروں پر جانا باعث رحمت ہے اور ان کی نذر دنیا و نیاز جائز ہے۔ لیکن ایمان والوں کے ان صحیح عقائد کے مقابل میں شیطانی ٹولہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعتوں کو یہ کہتا رہتا ہے کہ نہیں یہ ایمان والے جھوٹے ہیں اور اگر تم نے ان ایمان والوں کی کوئی بات بھی مان لی تو تم شرک کر گئے اور ایمان والوں کی یہ بات مان لی کہ نبی نور ہے مختار کل ہے اور علم غیب جانتا ہے تو تم شرک کر جاؤ اور یہ اولیاء اللہ مشکل میں مدد کرتے ہیں۔ عذاب الہی

کو روکتے ہیں ان کے مزاروں پر جانا باعثِ رحمت ہے اور ان کے نام کی نیاز دینا جائز ہے تو تم
 مشرک ہو۔ اسی آیت پاک سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے
 کرام رحمہ اللہ علیہم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنے والے اور ان کے فیوض و برکات، کشف و کمالات اور
 تصرفات و کمالات کا انکار کرنے والے شیطان کے ہی بہرے ہوئے ہیں اور شیطانی جماعت کے ہی
 گمراہ کارکن ہیں۔

پارہ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۱۹

اسْتَحْذَرُوا الشَّيْطَانَ فَهُوَ كَرِهٌُّ أُولَٰئِكَ حِزْبُ
 الشَّيْطَانِ الْأَخِرْبِ الشَّيْطَانُ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

کہ شیطان نے ان کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ پس شیطان نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے
 وہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار! یہ شیطان کا گروہ گھاٹے میں ہے۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے شیطانی گروہ کے گمراہ و بے دین مرنے کی وجہ بھی بیان کر
 دی ہے کہ ان کے دل و دماغ پر شیطانی قوت غالب آچکی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ
 کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں اور اس کے مقابلے میں اگلی آیت میں خداوند تعالیٰ نے ادب و ارجمند
 کو حزب اللہ فرمایا ہے۔ یعنی اللہ کا گروہ۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَدُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ
 رَسُولَهُ وَلَا يَتَّبِعُونَ الْأَبْنَاءَ الَّذِينَ هُمْ أَدُوًّا لِّهِمْ أَوْ أَعَشِيرَتِهِمْ
 أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدِيهِمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ
 رَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اے میرے مجرب پاک علیہم السلام تو ایسے لوگوں کو نہ پائے گا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے
 ہیں کہ پھر وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی رکھیں یا بہت وہ نمازی لوگ

ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی اور یا گھر والے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی مدد کی ہے۔ اپنے عیب کے خزانے سے اور انہیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اور خبردار۔ اللہ تعالیٰ کا گروہ کامیاب و مہران ہے۔

یہ آیت پوری طرح واضح کر رہی ہے اور ایمان والوں کو صاف الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں اور مخالفوں سے کسی صورت بھی دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۞

کراماتِ اولیاء

قدرتِ خداوندی۔ معجزاتِ انبیاء علیہم السلام اور کراماتِ اولیاء عظام درحقیقت ایک ہی سورج کی روشن کرنیں اور ایک ہی دریا کی نہریں ہیں۔ اور معجزہ و کرامت میں اسی فاعلِ حقیقی کی قدرتِ کاملہ کا درخشاں ہوتا ہے جس کا ظہور کبھی کسی نبی کے معجزہ میں ہوتا ہے اور کبھی کسی ولی کی کرامت میں دریا کا بہتا ہوا تیز پانی کبھی نہروں کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور کبھی طوفانی موجیں بن کر کناروں سے نکل پڑتا ہے اور یہی پانی کبھی خطرناک گرداب کی شکل اختیار کر کے تباہی کا باعث بن جاتا ہے اور کبھی خوفناک بھنور کی صورت میں ہر چیز کو ڈبو دیتا ہے لیکن حقیقت میں یہ تمام مشاہدات و کیفیات اسی پانی کے ہیں۔ جو مختلف صورتوں میں نمایاں ہوتا رہتا ہے اور مختلف ناموں سے بلایا جاتا ہے۔ دودھ کبھی دی بن جاتا ہے اور کبھی کسی، کبھی چھاپہ کھاتا ہے اور کبھی مکھن۔ اصل میں یہ تمام اسماء و صفات اسی ایک دودھ ہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو مختلف شکلوں۔ صورتوں اور ناموں سے پکارا جاتا ہے قدرتِ خداوندی کبھی کبھی عصائے موسیٰ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی نفیرِ سیائی کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے کبھی شق القمر میں کار فرما ہوتی ہے اور کبھی رد الشمس میں جلوہ گر۔ کبھی لمبیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لانے کے لیے حضرت آصف کے مقدس ہاتھوں میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی تازہ کھجوریں۔ کھلانے کی خاطر حضرت مریم علیہا السلام کے مطہر پنجہ میں دکھی جاتی ہے کبھی غوثِ اعظمؒ کی زبانِ بیاک پر جلوہ گر ہوتی ہے اور کبھی مرشدِ لائانی کے دست و دمایں

معجزہ و کرامت کسی نبی و ولی کے اس فعل کا نام ہے۔ جو عادت کے خلاف ہو اور جسے عقل تسلیم نہ کرے۔ مثلاً آگ کا کام جلا دینا ہے۔ اور اگر آگ نے کسی وقت کسی کو نہیں جلایا اگر ایسا کام کسی نبی سے سرزد ہوا ہے تو معجزہ کہلائے گا اور اگر کسی ولی سے صادر ہوا ہے تو کرامت ہوگا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے خلاف عادت افعال تو اکثر جادوگر اور شعبدہ باز بھی کر کے دکھاتے رہتے ہیں تو پھر معجزہ و کرامت اور جادو میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ خلاف عادت و عقل فعل اگر کسی نبی سے صادر ہو تو وہ معجزہ کہلائے گا اور اگر کسی ولی سے سرزد ہو تو وہ کرامت کہلائے گا اور اگر ایسا ہی خلاف عادت و عقل فعل کسی عام مومن سے صادر ہو تو اس کو معنوت کہیں گے اور اگر کسی کافر سے اس کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہا جائے گا اور معجزہ و کرامت اور جادو و استدراج فرق یہ ہے کہ جادو و استدراج اسباب کا محتاج ہوتا ہے اور معجزہ و کرامت کسی اسباب کے محتاج نہیں ہوتے۔

کرامت کی دو قسمیں ہیں حسی و معنوی۔ حسی مثلاً پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، دل کی باتیں جانا، بیماروں کو شفا دینا، غائبانہ مدد کرنا اور آن و احد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جانا وغیرہ اور معنوی کرامت حسد و بغض سے دل کو پاک رکھنا۔ اسلام کی حدود پر قائم رہنا۔ شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا۔ فرائض خداوندی اور سنت رسول پر کار بند رہنا وغیرہ۔

ادبیاء اللہ رحمہم اللہ عظیم چونکہ خداوند تعالیٰ کے دوست۔ ساتھی قریب اور محبوب و مقبول اور اس کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے آن و احد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جانا۔ کسی کی غائبانہ امداد کرنا۔ ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا۔ کسی کی مشکل کشائی کرنا۔ قلبِ ماہیت کرنا اور دوسرے تصرفات و خوارقِ عادت کوئی مشکل نہیں اس لئے کہ ان تمام محیر العقول واقعات اور تصرفات و کرامات میں اسی قادر مطلق کی قدرتِ کاملہ کار فرما ہوتی ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے مطابق جب کسی ولی اللہ کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ۔ اس کی زبان خدا کی زبان۔ اس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں اور اس کے پاؤں خدا کے

پاؤں ہر جاتے ہیں اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اسی کے کانوں سے سنتا ہے اور اسی کے پاؤں سے چلتا ہے اور اسی کے ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ تو پھر مقبولانِ الہی کے لئے کوئی بڑی سے بڑی شکل مل کر نہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آن و آمد میں چلے جانا اپنے آپ کو کوئی صورتوں میں ظاہر کرنا اور دُور سے کسی کی فریاد سن کر دستگیری کرنا مین دین اور شریعت ہے بلکہ اگر کوئی شخص کسی ولی اللہ سے ایسی ہی کوئی کرامت دیکھے تو دیکھنے والے کو یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی کوئی صفت اور قدرت ہے جس کا ظہور اس ولی اللہ کے ذریعے سے ہوا ہے بقول عارفِ رومیؒ :-

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از مخلوق عبد اللہ بود
پنچہ او پنچہ حتی بیشتر د

کراماتِ صحابہ کرام ﷺ

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق جب آپ کا جنازہ مبارک منجہ کریم علیہ السلام کے روضہ اقدس پہنچایا گیا اور یہ عرض کی گئی :-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا ابُو بَكْرٍ بِالْبَابِ

کہ اے مکمل دالے آقا آپ کا یادِ غار آپ کے درِ اقدس پر حاضر ہو گیا ہے تو قد افصح

الباب عَزَّ وَجَلَّ اَجْمَلَتْ يَهْتَفُ مِنَ الْقَبْرِ اَلْحَبِيبُ اِلَى الْحَبِيبِ پس روزہ

انور کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور مدفنہ اقدس سے آواز آئی کہ یار کو یار کے پاس سے آؤ۔
 ○ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ
 نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار بنا کر نہند کی طرف بھیجا جو
 مدینہ منورہ سے تقریباً تین ہزار میل کے فاصلہ پر تھا۔ جمعہ کے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ جمعو کا خطبہ دے رہے تھے کہ بلند آواز سے دوران خطبہ پکار اٹھے یا ساریۃ الجبل
 کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دن اور تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ فتح
 یاب ہونے کے بعد جب لشکر اسلام مدینہ منورہ واپس آیا تو حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا :-

تَغْرُونَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي وَقْتِ الْخُطْبَةِ فَهَزَمُونَا فَإِذَا الْإِنْسَانُ لَيْصِمُ
 يَاسَارِيَةَ الْجَبَلِ :-

کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جنگ شروع ہوئی اور ہمیں شکست کا سامنا ہوا تھا کہ
 ایک کیرے کانوں میں آواز آئی کہ ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔ چنانچہ اس کے بعد اسلام
 کو فتح ہو گئی۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں
 مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا درہ زمین پر مارا اور فرمایا
 اسکن یا ذن اللہ فکنت وما حدثت الزلزلۃ بالمدینۃ بعد ذالک
 کہ اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ تر زمین ٹھہر گئی اور پھر اس کے
 بعد مدینہ منورہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵۔ روم کے بادشاہ نے ایک آدمی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا وہ آدمی مدینہ شریف آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا وہ آدمی مدینہ شریف آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

شاہی محل پر چھنے لگا۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے۔ وہ تو صحرا میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ رومی صحرا کی طرف گیا دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریت پر ایٹ کا سکیہ بنا کر سوئے ہوئے ہیں وہ شخص بڑا حیران ہوا کہ یہ ہے مسلمانوں کا خلیفہ جس کے رب و جلال سے شرق و غرب کا پتہ ہیں۔

فَلَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ أَخْرَجَ اللَّهُ مِنْ الْأَرْضِ اسْدَينَ

پس جب اس نے تلوار اٹھائی تو خدا تعالیٰ نے زمین سے دو شیر کھڑے کر دیئے اس کی تلوار اگر پڑھی۔ حضرت عمرؓ بیدار ہوئے تو وہ مسلمان ہو گیا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵، ۴۹۵۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن کسی راستے پر جا رہا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ اور پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا

مَا لِي أَرَاكُمْ تَدْخُلُونَ عَلَيَّ وَأَشَارَ الزَّنا ظَاهِرَةً عَلَيْكُمْ

کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے پاس آئے ہو اور تمہارے چہرے پر زنا کے آثار نمایاں ہیں۔

میں نے عرض کی کہ کیا نبی کریم علیہ السلام کے بعد پھر وحی آنی شروع ہو گئی ہے تو آپ نے

فرمایا۔

لَا وَلَكِنُ فَرَأَيْتُهُ صَادِقَةً — کہ نہیں وحی تو نہیں آئی۔ لیکن یہ مومن کی

سچی فراست ہے۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵، ۴۹۵۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے چوری کی اس کے اقبال جرم کر لینے پر حضرت علیؓ نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اسے حضرت

سیمان فارسی اور ابن کدار رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے۔ ابن کدار نے پوچھا من قطع يدك

— فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَنُصُوبُ الْمُسْلِمِينَ کہ تیرے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں تو اس نے

کہا کہ مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے محبوب و مددگار یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ ابن کرانے فرمایا کہ انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی تحریف کرتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لیا ہے۔

حضرت سلیمان فارسی نے حضرت علیؓ کو بتایا تو حضرت علیؓ نے اس کو بلایا اور اس کے کٹے ہوئے ہاتھ پر ٹپی باندھ دی اور دُعا فرمائی۔ فَسَخْنَا صَوْتًا مِّنَ السَّجَّادِ اُذْ رَفَعَ الرَّدَاءَ عَنْ الْيَدِ۔ پس ہم نے آسمان سے آواز سُنی کہ اپنی چادر اس کے زخم سے اٹھاؤ۔ جب ہم نے اس کے ہاتھ سے چادر اٹھائی تو اس کا ہاتھ جڑا ہوا تھا اور پہلے سے بھی اچھا تھا۔

○ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ وہ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔

○ تاریخ الخلفاء ص ۶۱ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پاک کا جب وقت قریب آیا تو آپؐ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ بیٹی میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ قرآن پاک کی دُوسے اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دینا۔ بیٹی نے عرض کی کہ آبا جان انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ مگر میری بہن تو ایک ہی اسما ہے۔ دوسری بہن کہاں ہے تو آپؐ نے فرمایا :- ذو بطن انبۃ خارجۃ اداھا جاریۃ۔ کہ تمہاری سوتیلی ماں حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں لڑکی ہے۔

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہے زیارت گاہ مسلم گوجہاں آباد بھی
اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی (اقبال مجرم)

بہتہ الاسرار ص ۹۹ حیات جاودانی اردو ترجمہ تلامذہ الجواہر ص ۸

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں
كَانَ لَا يَكُونُ صُغُرٌ شَدِي فِي نَهَارِ رَمَضَانَ وَصَمَّ مَلِكُ النَّاسِ هَلَالُ رَمَضَانَ
فَأَتَوْنِي وَسَأَلُونِي عَنْهُ فَقُلْتُ لَكُمْ يَلْتَقِمُ الْيَوْمَ شَدِيًا -

کہ میرے فرزند ارجمند حضرت عبدالقادر صغریٰ میں رمضان المبارک میں دن کو دودھ نہیں
پیتے تھے۔ ایک دفعہ آسمان پر بادلوں کے سبب رمضان المبارک کے چاند میں لرزوں کو شک
پیدا ہو گیا۔ صبح کو لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آج روزہ ہے کہ نہیں۔ تو میں نے کہا کہ چونکہ
میرے بچے عبدالقادر نے آج دودھ نہیں پیا اس لئے آج روزہ ہے۔

وَأَشْتَهَرُ بِبَلَدِنَا فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ أَنَّهُ وَلَدٌ لِلْأَشْرَافِ وَلَا يَكُونُ صُغُرٌ
فِي نَهَارِ رَمَضَانَ -

اور پھر اسی زمانے میں تمام شہروں میں یہ شہور ہو گیا کہ شرفائے جیلان میں ایک لڑکا پیدا ہوا
ہے جو رمضان المبارک میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

حیات جاودانی اردو ترجمہ تلامذہ الجواہر ص ۸

پیران پیر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قیامت تک میرے دوستوں

اور میرے مریدوں میں سے جو کوئی ٹھوکر کھائے گا۔ تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔ کسی نے حضرت غوث اعظم سے پوچھا کہ حضرت آپ کے مریدوں میں سے پرہیزگار اور گنہگار دونوں ہی ہوں گے، تو آپ نے فرمایا کہ پرہیزگار میرے لئے ہیں۔ اور گنہگاروں کے لئے میں ہوں۔

مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهَ رَبِّي

○ بہتہ الاسرار ص ۶۵۔ حضرت شیخ محمد بن قائد الادانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، اور عرض کی کہ میں دکھیتی ہوں کہ میرے اس بچے کو آپ سے بہت محبت ہے اس لئے میں اپنا حق چھوڑ کر محض وجہ اللہ اپنے بچے کو آپ کے سپرد کرتی ہوں چنانچہ وہ عورت اپنے بچے کو چھوڑ کر چلی گئی سچے دونوں کے بعد وہ عورت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو اس نے دیکھا — يَا كَلِّ فِي قِصَصِ شَعَائِرِ فَدَخَلْتَ إِلَى الشَّيْخِ فَوَجَدَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ اَنَا زَيْنِمْ عَظَامَ وَجَاجَةِ مَسْلُوقَةٍ اَكَلَهَا فَقَالَتْ يَا سَيِّدِي تَاكُلُ الدَّجَاجَ وَيَا كَلِّ ابْنِي خَبِزَ الشَّعِيرَ فَوَضَعَ يَدَهُ تِلْكَ الْعَظَامَ وَقَالَ قَوْمِي بَاذَنْ اَللّٰهُ الَّذِي يَحْيِي الْعَظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ فَقَالَتْ وَجَاجَةٌ سَوِيَّتِهِ فَصَاحَتْ فَقَالَ الشَّيْخُ اِذَا صَادَ ابْنُكَ هَكَذَا فَلْيَاكُلْ مِمَّا لَيْسَتْ — کہ اس کا بچہ جو کہ سُکھی ہوئی روٹی کھا رہا ہے۔ پس وہ عورت غوث اعظمؒ کے پاس گئی اور دیکھا کہ آپ مرغی کے سالن سے روٹی کھا رہے ہیں اس عورت نے کہا آقا میرے بچے کو تو جو کہ سُکھی روٹی کھلاتے ہو اور خود مرغی کے سالن سے کھاتے ہو پس آپ نے مرغی کی ہڈیاں جمع کیں اور فرمایا کہ اس اللہ کے حکم سے اٹھ جو مرغی ہوئی ہوگی کو بھی زندہ کرتا ہے تو وہ کھڑکڑ کر کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تب آپ نے فرمایا کہ جب تیرا بچہ بھی اس قابل ہو جائے گا تو پھر وہ بھی جو بھی چاہے کھائے

○ حیات جاودانی اردو ترجمہ تلامذہ الجواہر ص ۱۶۴

حضرت شیخ ابو عمر عثمان الصمدی اور حضرت شیخ محمد عبد النجاشی رحمۃ اللہ علیہما

فرماتے ہیں کہ ہم صفر ۱۲۵۵ ہجری کو حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ جلال میں آگئے۔ وضو کیا اور کھڑا دیں نہیں۔ اور ایک آواز دی اور ایک کھڑام ہوا میں بھینک دی پھر دوسری دفعہ بلند آواز سے پکارے اور دوسری کھڑام بھی ہوا میں پھینک دی کسی کو یہ معاملہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن تین دن کے بعد ایک قافلہ بغداد شریف آیا اور اس نے آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر کچھ کپڑے اور سونا نذرانہ پیش کیا اور آپ کی دونوں کھڑا دیں بھی پیش کیں ہم نے قافلہ والوں سے اسل و واقعہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تین دن سے ہم غلام جنگل میں رات بسر کر رہے تھے کہ ہمیں ڈاکوؤں نے روٹ لیا۔ اس وقت ہم نے نذرمانی کہ اگر ہمارا سامان واپس مل گیا تو ہم اس میں سے شیخ عبدالقادر کا جسد بھی نکالیں گے۔ پس پھر کیا تھا دو گر جدار آوازیں آئیں اور ڈاکوؤں نے ہمارا سامان واپس کر دیا اور کہا کہ ہمارے دوسرا دھبہ مارے گئے ہیں اور یہ بھی وہ کھڑا دیں جنہوں نے ہمارے سر و بدن کو مارا ہے۔

اردو ترجمہ تفسیر الخاطر صفحہ ۱۹

شیخ عبدالقادر ابن محی الدین الاربابی رحمۃ اللہ علیہ اسرار الطالبین کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بغداد شریف میں ایک عیسائی پادری نے لوگوں کو یہ کہہ کر گراہ کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام تمہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کئے ہیں اور تمہارے نبی نے تو کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ یہ بات حضرت غوث اعظمؒ ایک چمچ تو آپ اپنی شان ولایت کے ساتھ اس پادری کے پاس گئے اور فرمایا۔ پادری صاحب کیا بات ہے؟ پادری نے ساری بات بتادی۔ آپ جلال میں آگئے اور فرمایا پادری صاحب میں نبی نہیں ہوں بلکہ نبی کا بڑا سے ہوں اور غلام ہوں اگر میں مردہ زندہ کر دوں تو کیا تو میرے نام نے مصطفیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لے گا اس عیسائی پادری نے کہا ہاں۔ تب آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی رانی تو دکھاؤ تاکہ میں اس مردہ کو زندہ کر دوں

پادری نے آپ کو ایک پُرانی قبر دکھائی تو حضرت پیران پیرؒ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک گریہ کی قبر ہے اگر کوہِ ترہ گاتا ہوا قبر سے نکلے۔ پادری نے کہا ٹھیک ہے پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا بی بی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مردہ زندہ کیا کرتے تھے تو کیا پڑھا کرتے تھے؟ پادری نے کہا قُسمُ بِأَذُنِ اللہِ کہ اللہ کے حکم سے اٹھ۔ پھر غوثِ پاک نے جلال میں اُکھڑ کر ٹھوک ماری اور فرمایا قُسمُ بِأَذُنِی کہ میرے حکم سے اٹھ۔ وہ مردہ گاتا ہوا قبر سے باہر نکل آیا اور غوثِ اعظمؒ کی یہ عظیم الشان کرامت دیکھ کر وہ پادری مسلمان ہو گیا۔

○ اُردو ترجمہ تفسیر الخاطر ص ۲۸۔ شہنشاہِ ہند اور حضرت غوثِ اعظمؒ کے زمانے میں ایک آدمی تھا جو ہر وقت فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ مگر اسے غوثِ پاک سے بڑی محبت تھی۔ وہ فوت ہو گیا تو قبر میں منکر نکیر نے اُس کو سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو عبدالقادر کے سوا اور کچھ بھی نہیں جانتا۔ فرشتوں نے اِدراگاہِ رب العزت میں عرض کی یا مولا جو کچھ اس نے جواب دیا ہے تو جانتا ہے اب اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ خدا کی طرف سے حکم آیا کہ اگرچہ یہ میرا بندہ گنہگار ہے لیکن چونکہ اس کے دل میں میرے محبوب عبدالقادر کی محبت ہے اس لئے میں نے اس کو بخش دیا۔

○ دیوبندیوں کے حکیم آلات اور پیر و پیشوا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب الافاضات الیومیہ کی دوسری جلد کے ص ۲۹ پر لکھا ہے کہ حضرت غوثِ اعظمؒ کا ایک دھوبی تھا جو آپ کے کپڑے دھویا کرتا تھا۔ وہ دھوبی فوت ہو گیا تو قبر میں منکر نکیر نے اُس کو سوال کیا تو اس دھوبی نے جواب دیا کہ میں تو غوثِ اعظمؒ کا دھوبی ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی یا مولا اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حکم آیا کہ میں نے بخش دیا۔

○ تفسیر الخاطر اردو ترجمہ ص ۲۸ بحجۃ الاسراء ص ۱۵

حضرت غوثِ اعظمؒ نے فرمایا :-

قَدْ بِي هَذَا عَلَى رِقِيَّةٍ كُلِّ وَلِيٍّ لِلَّهِ

Digitized By eGangotri

کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ آپ کا یہ ارشاد عالی سن کر تمام اولیاء اللہ نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں مگر اصفہان کے ایک ولی شیخ صفحان نے اپنی گردن نہ جھکائی حضرت غوث پاک کو کشف سے یہ معلوم ہو گیا تو جوش میں آ کر فرمایا کہ میرا یہ قدم خنزیر کے چرانے والے کی گردن پر بھی ہے۔ پھر شیخ صفحان نے ایک لڑکی کی محبت میں خنزیر بھی چرائے اور خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر بھی تیار ہو گئے۔ تو ان کے دو مرید ولی شیخ محمود مغربی اور شیخ محمد فرید الدین عطار نے بلند آواز سے پکارا۔ یا غوث اعظم ہمارا پیرو کار ہو رہا ہے۔ مدد فرمائیے اور پھر غیب سے یہ آواز نہ آئی۔ شیخ صفحان ہر شے کہہ کر اور اپنی گردن جھکا دے یہ غوث اعظم کی آواز تمہا جسے سن کر شیخ صفحان نے خنزیر کا گوشت اور شراب کا پیالہ پھینک دیا۔ اور گردن جھکا دی۔

○ بیہتہ الاسرار ص ۱۲ : حضرت شیخ ضیاء الدین ابن نصر سہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن مجھے سیات کے دوران بڑی پیاس لگی اور پانی پینے کی کوئی امید نہ تھی کہ اچانک میرے سر پر ایک بدلی چھا گئی اور اس سے پانی برسنے لگا اور پھر آواز آئی یا عبدالقادر انا ربک فقد حلت لک المحرمات کہ اے عبدالقادر میں تیرا رب ہوں اور میں نے تیرے لئے تمام حرام چیزیں حلال کر دی ہیں تو میں بلند آواز سے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پس وہ بدلی ہٹ گئی اور آواز آئی ولقد اضللت بمثل هذا الواقعة سبعین من اهل الطريق۔ کہ اے عبدالقادر میں اسی طرح ستروالیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔

○ بیہتہ الاسرار ص ۱۲ : حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا لو کالجام الشریعة علی لسانی لاخبرتکم بما تاملون وما تدخرون فی بیرتکم انتم بین یدی القوار ویدی ما فی بواطینکم وطلواہرکم۔ (شیخ نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف) کہ اگر مجھے شریعت مصطفیٰ علیہ السلام کا لہنا نہ ہو تو میں تمہیں بتا دوں جو کچھ کہ تم گمروں میں گاتے

ہرادر چھپا کر رکھتے ہرادر تم میرے سامنے ایسے ہو کہ جیسے کوئی شیشہ گڑھ اس کو باہر والی
بھی اور اندر والی بھی ہر چیز نظر آتی ہے۔

○ اردو ترجمہ تلاءید الجواہر ص ۸۴-۸۵ سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ داتا گھڑا
ایک دن ایک ولی اللہ بغداد شریف پر سے ہر امیں اڑتا ہوا گزرا اس کے دل میں یہ
خیال پیدا ہوا کہ بغداد شریف میں میری مثل کوئی نہیں ہے۔ غوثِ عظیم کو کشف کے ذریعے
اس کا علم ہو گیا تو آپ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا اور اس کے تمام کمالات چھین لئے
وہ دلی نوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی تو آپ نے اپنے خاص خلیفہ علی
ہستی کی سفارش پر اس کے تمام کمالات واپس کر دیئے اور وہ پھر ہر امیں اڑ گیا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُرشدِ لاثانی

سرچشمہ ولایت۔ شہنشاہِ طریقت۔ گنجینہ فیوض و برکات۔ مخزنِ سعادت و حیات۔
 بیہ جہاں۔ رہبرِ کاملاں۔ غوثِ زماں۔ دستگیرِ بے کساں۔ خراجہ خراجگاں۔ شہبازِ لامکاں
 نذرِ لاثانی قبلہ عالم۔ حضرت پیرسید جامع علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار
 علی پور شریف۔

ایسے مردِ کامل — کہ جن کی سفید ٹٹے کی مقدس ٹوپی پر ہزاروں تاجِ شہنشاہی قربانِ جن
 کے کھدر کے پاک کُرتے پر لاکھوں تختِ سکندری نثار۔ اور جن کے نعلینِ مبارک پر سہفت اہلیم
 صدقے! ایسے ولی کامل کہ جنہوں نے اپنے چشمہ ولایت سے لاکھوں تشنگانِ معرفت کے دلوں
 و سیراب کیا اور اپنے دریائے فیوضِ باطنی سے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی کشتِ دیراں کو سرسبز
 و شاداب کیا۔

ایسے پیرِ مہاں — کہ جنہوں نے اپنے مینانہٴ روحانیت سے ساقیِ بندہٴ نواز بن کر ٹے
 کشانِ حقیقت کو کیف و مستی بخشی اور جن کے میکدہٴ رشد و ہدایت سے کروڑوں بادہ خوارانِ
 شرابِ عشق و مستی کے پیلے پی پی کر رسمِ زندانہٴ نبھائے۔
 ایسے مقبولِ الہی — کہ جنہوں نے اپنے نقابِ فقر و درویشی کی نورانی کرنوں سے

طلبِ انسانی کے ظلمت کدہ کو مٹو کیا۔ اور اپنے ہاتھ، رشتہ و ہدایت کی سنہری شمعوں سے
فقر و فخر کے اندھیروں میں گہرے ہوئے بندگانِ خدا کے سینوں میں اُجالا کیا۔

ایسے قطبِ جہاں — کہ جنہوں نے اپنے تقرناتِ ولایت سے فقر و فخر کے دریا میں
ڈوبے ہوئے انسانوں کو رشد و ہدایت کا کنارہ دکھایا اور اپنے کمالاتِ روحانی سے گناہ و معصیت
کے سمندر میں غوطہ کھانے والے بندگانِ خدا کو پکڑ کر ذمہ و اتقاد کے ساحل پر پہنچا دیا۔

ایسے مردِ دولہا — کہ جنہوں نے اپنی مشعلِ حق پرستی سے لاکھوں گم گشتگانِ راہِ معرفت
کو نشانِ منزل عطا کیا اور اپنے چراغِ ہدایت کے ضو سے کہ دروں انسانوں کے دلوں کی تاریکیوں
میں حقیقت و عرفان کی روشنی پیدا کی۔

ایسے غوثِ زماں — کہ جن کی ایک نگاہِ لطف و کرم نے لاکھوں انسانوں کی گہری ہوئی
تقدیر بدل دی۔ بہشتِ حقہ جگا دیئے۔ رانہ زوں کو رہبر کر دیا اور چوروں کو قطب بنا دیا۔

ایسے شیخِ حق پرست — کہ جن کے دستِ دُعل نے بندگانِ خدا کے گہرے ہوئے مقدرِ بنا
دیئے۔ بیکسوں کی دستگیری کی۔ بے چین انسانوں کو چین اور دکھی انسانوں کو سکھ بخشا۔ بیماروں کو
شفادی اور بے مرادوں کو مراد بخشی۔

وہ رہبرِ کمالاں — کہ جن کی رفتار و عباد الرحمن الذی یمشون علی الارض ہونا
کی عملی تصویر تھی اور جن کی کفّار و اذا خا طبہم الجاہلون قالوا سلاما کی صحیح تصویر
تھی اور جن کے خصائل و اعمال یمینون لرجم مسجد و قیاما کے حسین نمونے تھے۔

ایسے کمالی — کہ جن کی لب کشائی میں مشکل کشائی تھی جن کے دامن میں ماری خدائی تھی۔
اور مخلوقِ خدا جسکی شیدائی تھی وہ محبوبِ سبحانی — کہ جنہوں نے اس خطہٴ ارض پر مجاہدہٴ نفس کی
محنت اور شب و روز کی ریاضت و عبادت کے آبِ رواں سے ولایت و طریقت کا ایک ایسا
چمن کھلایا، نکھار اور رشد و ہدایت کے ایسے ایسے پھول کھلائے کہ جن کی خوشبو سے سارا
خندستان ہلک اٹھا۔

ایسے مرشدِ لاتانی۔ کہ اپنے مریدوں کے لئے جن کی ذات پر وہ پوش تھی۔ اپنے عقیدت مندوں کے لئے جن کا وجود باعثِ رحمت تھا اور وہ اپنے غلاموں کے لئے جن کی نظرِ لطف و کرم وجہِ تسکینِ دل و جان تھی۔

وہ پیرِ بے نظیر۔ کہ جن کا مزار پر انوارِ آج بھی مرجعِ خواص و عوام ہے۔ اور جن کے روضہ اقدس کا سفید گنبد آج بھی سالکانِ راہِ طریقت کے لئے نشانِ منزل ہے اور جن کا سنہری کلنج آج بھی متلاشیانِ حق کے لئے مشہلِ راہ ہے اور جن کے مزار اقدس کی سمنہ جلد آج بھی خم کے ارے ہوئے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے بے آسرا بے سہارا انسانوں کے سنے باعثِ راحتِ قلب و جان ہے اور وجہِ تسکینِ رُح ہے اور گناہ و معصیت کے دریا میں ڈوبے ہوئے بندگانِ خدا کے لئے پردہ پوش ہے۔

جن کا سینہ اقدس انوار و تجلیاتِ الہی کا مرکز تھا۔ اور قلبِ اطہر اسرار و معارفِ خداوندی کا گنجینہ تھا۔ اور جن کی نگاہوں میں جنِ یار کے جلوے تھے۔ اور جن کے دل میں محبتِ الہی اور عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کا دیامور جن تھا اور جن کا ہر عمل تسلیم و رضا کی تفسیر تھا اور جن کا ہر ایک قدم سیدھی راہ سے ٹپکے ہوئے انسانوں کے لئے نشانِ منزل تھا جو رحم و کرم کے مجسمہ تھے اور حضورِ خدایات کا پیکر تھے۔ اور جن کا ہر سانس ذکرِ اللہ ہو ہی محو رہتا تھا۔ سادگی ایسی کہ آنے والا انہیں سے ان کا پتہ پوچھتا تھا اور جادو جلال ایسا کہ نگاہِ پاک اُٹھی تو بڑے بڑے شہنشاہوں کے دل لرز جاتے۔ فقر و فتنہ کا یہ حال کہ کھانے میں ایک سوکھی ہوئی روٹی اور تسی کا ایک پیالہ اور جود و سخا کا یہ عالم کہ ہر سوالی کی بھولی بھروی۔ ہر گدا کے دامن کو بھر پور کر دیا۔ فقیر آیا تو امیر ہو گیا۔ جاہل آیا تو عالم بن کر گیا۔ بے عمل آیا تو باعمل ہو کر گیا۔ بے مراد آیا تو بامراد ہو کر گیا۔ دکھی آیا تو سکھ لے کر گیا۔ بیمار آیا تو شفا بخشی۔ سیرکار آیا تو پرنور کر دیا۔ گنہگار آیا تو مژدہ بخش شے لے کر گیا۔ اور دوزخی آیا و جنتی بن کر گیا۔

آپ کے پیر و مرشد، تھک جہاں، عوث زماں، ابدالِ وقت، خواجہ خراجگان، عالمیناب

فیض مستطاب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورہ شریف والی سرکار ہر روز عصر کی نماز کے بعد مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔ کسی غلام نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ پنجاب کے ایک شہباز کے لئے جال لگا کر بیٹھا ہوں۔ خدا جانے وہ کب میرے جال میں پھنسے گا اور پھر جب آپ خواجہ فقیر محمد صاحب چورہاہی کے حلقہ ارادت میں منسلک ہوئے تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ہے پنجاب کا وہ شہباز جس کو دام میں لانے کے لئے میں اپنا جال لگا کر بیٹھا کرتا تھا۔

اسلامی جمہوریہ کی صوبائی اسمبلی نے ۱۹۶۲ء میں ایک غیر اسلامی اور غیر دینی بل پاس کیا میں نے اس بل کے خلاف تقریر کی جسے حکومت کے خلاف باغیانہ تقریر بنا کر مجھے شاہی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا تمام دوستوں کو اور مجھے بھی یقین تھا کہ اب یہاں سے میری لاش ہی جائے گی اور یا پھر چودہ سال کی قید ہوگی۔ اس لئے کہ ان دنوں مغربی ملک امیر محمد خان تھے جن کی لمبی لمبی مرنچوں کا تاؤ، ان کے انتقامی جذبے اور ان کے قہر و غضب کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

شاہی قلعہ کا قید خانہ — خدا کی پناہ! وحشت ناک منظر — خوفناک سماں — ڈراؤنا ماحول۔ ہر وقت موت کا خوف — ہر لحظہ جان جانے کا ڈر — ہر آن کسی نئی آفت کا خطرہ اور ہر گھڑی کسی نئی مصیبت کا انتظار اور دن رات آپس کا پہرہ۔

شیخ عبدالقہد صاحب جبران دنوں سی آئی اے اسپیشل سٹاف کے انسپکٹر اور شاہی قلعہ لاہور کے انچارج بھی تھے کی نگرانی میں تقیث شروع ہوئی اور پندرہ دن تک ہر قیدی شائد مجھ پر لگائے ہوئے سنگین الزامات میں کوئی تخفیف کی صورت نکل آئی کہ انہیں دنوں صوبائی اسمبلی کا اجلاس لاہور میں شروع ہو گیا جس میں حزب اختلاف کے ایک بے باک رکن مسٹر حمزہ نے اسمبلی میں میری نظر بندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے تحریک التواپیش کر دی جس سے معاملہ اور بھی بگڑ گیا اور میرے خلاف حکومت کے شکوک و شبہات اور بھی مستحکم ہو گئے۔ چنانچہ ۱۳ فروری ۱۹۶۳ء کو صبح دس بجے

شیخ صاحب نے مجھے دفتر میں بلا کر کہہ دیا کہ صاحبزادہ صاحب کل آپ کو ہائیکورٹ میں پیش کرنا ہے اپنی صفائی کے لئے کسی وکیل کا نام بتا دو تاکہ اُن سے فیصلہ کا معاملہ طے کرے اور آپ کا تحریری بیان ان کے سپرد کر کے اور ان کو یہاں آپ سے ملاقات کرنے کا بھی انتظام کیا جاسکے۔
ہائیکورٹ میں پیشی ہونے کا حکم سن کر میں گھبرا گیا اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ ایسے سنگین قسم کے الزامات کی سزا کیا ہوتی ہے۔ گھبرایا تو ضرور لیکن میں نے بڑے حوصلے سے جواب دیا۔ بہت احتجاجیاب! اور پھر میں نے اپنی وکالت کے لئے ایس ایم گلزبرو آجکل مرکزی وزیرت فزن ہی اور میرے رشتہ دار بھی ہیں اور اُن دنوں چوٹی کے وکلاء میں سے تھے کا نام لکھوا دیا۔

سارا دن ٹہری بے چینی اور بے قراری میں گزرا۔ ہائیکورٹ کا خیال آتا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے مگر جب سوچتا کہ یہ سب کچھ اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی اور شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی آبرو کی خاطر ہے تو تسکینِ قلب ہو جاتی اور بے چین دل سنبھل جاتا۔ رات کو جب معمول قرائنِ پاک کی تلاوت کی۔ فضل پڑھے اور شتوی شریف کا یہ شعر پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ کہ
دستِ پیر از غائبان کو تاہ نیست

جس کا ترجمہ سلطان العارفين حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں یہ ہے

کہ ۲۔

سے کہ ہاں نے مُرشد دے دیے نگاہ دے سکے ہو

آدھی رات کا وقت تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے مجھے کوئی جگہ رہا ہے میں نے کورٹ بدل کر پھر ایسا ہی ہوا۔ تو میں گھبرا کر اٹھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مُرشد لانا فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصا مبارک کی ٹیک لگائے سامنے کھڑے ہیں اور دائیں جانب غوثِ زماں۔ دشتگیر بے کساں۔
قلبِ جہاں حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب مندر نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف میں کھڑے ہیں میں خوشی و مسرت کے نعرے لگا آ ہوا جلدی سے اٹھا اور مُرشدِ پاک کے قدموں میں گر گیا۔ نعلینِ مبارک کو بوسہ دیا اور دستِ بستہ عرض کی۔ آقا آپ یہاں کیسے؟ فرمایا اعرس

مبارک کی تاریخ نزدیک آرہی ہے۔ اور آج تک تو تم خود عرس کی تاریخ لینے طی پور آیا کرتے تھے۔ اس دفعہ ہم خود تاریخ دینے آئے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت! مگر میں تو یہاں قید ہوں فرمایا کہ میں تو نہیں بیٹھے رہنا۔ ۲۲، ۲۳ اپریل کو عرس کروالینا آنا فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے یاد رہے کہ ان دنوں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک مارچ کے مہینے میں ہوا کرتا تھا۔

شاہی قلعہ کے قید خانہ میں اپنے مرشد لاثانی کی زبان پاک سے اپنی رہائی کا شدہ جہاں فرزا سن کر اور پیر کامل کی اس شکل کشائی پر خوشی سے جھجھوم اٹھا۔ بس بھر کیا تھا اس ایمان افروزہ نظارے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میرے اتمان کا وقت اب ختم ہو گیا ہے آزمائش کی گھڑیاں پوری ہو گئی ہیں۔ آنے والے تمام خطرات ٹل گئے ہیں۔ قید خانہ کے دروازے کھل گئے ہیں اور نہ بخیرین ٹوٹ گئی ہیں۔

سنتری نے آہنی جنگل کے پاس آکر پوچھا۔ شاہ صاحب آپ کس سے باتیں کر رہے تھے اور ابھی ابھی یہاں سے نکل کر کون گیا ہے؟ میں نے کہا سنتری صاحب یہاں کون آ سکتا ہے؟ میں تو اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے جنگل کے تلے کود کیا۔ ٹھیک تھا۔ پھر اچھے کی موٹی موٹی سلاخوں کا معاہدہ کیا۔ تو وہ بھی درست تھیں۔

سنتری حیران تھا اور بار بار اصرار کر رہا تھا کہ سچ بتاؤ۔ میں نے کہا کہ کوئی میری رہائی کا پیغام لایا تھا۔

رہائی کا پیغام! سنتری نے حیران ہو کر کہا۔ صبح تو آپ نے ہائیکورٹ میں پیش ہونا ہے میں نے کہا کہ کیا ہائیکورٹ میں سزا لیتے ہیں؟ رہائی ممکن نہیں؟ سنتری نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا تو پھر میرے ہائیکورٹ نے میری رہائی کا فیصلہ سنا دیا ہے۔

وہ مات میری زندگی کی بہترین اور حسین رات تھی اور مبارک! ایمان افروز اور روح پُر رات تھی۔ ایک تو مدت کے بعد اپنے مرشد لاثانی کی زیارت اور پھر شاہی قلعہ کے قید خانہ میں لوگو

دوسرے رات کی بشارت۔

رات کا باقی حصہ خوشی و مسرت سے گزرا۔ اور صبح تک وہ حسین اور ایمان افروز منظر میری آنکھوں کے سامنے رہا۔ اور دم تحریر بھی میں اس روح پرور نظارے کو دیکھ رہا ہوں زبان پر بار بار یہ شعر آتا رہا کہ

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں

اب سونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں

صبح ہوئی، دن نکلی آیا۔ اور میں ہاسٹل میں پیش سونے کی تیاری کرنے لگا کیونکہ فوجی پولیس کی گاڑی آ جانی تھی۔ فوج گئے مگر گاڑی نہ آئی۔ دس بجے مگر کوئی حکم نہ ملا۔ آخر گیارہ بجے شیخ صاحب نے دفتر میں بلا کر کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی رات کی کا حکم آ گیا ہے اور ہم آپ کو کلیم اپریل کو رہا کر رہے ہیں۔ چنانچہ گورنر ملک امیر محمد خان کی طرف سے کلیم اپریل کو دو بجے دوپہر رات کی کارپوراء آ گیا۔

○ نام تو ان کا کچھ اور تھا مگر مُرشد پاک ان کو پیار سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے ڈیرے کا بنبردار ہے۔ اور پھر وہ بنبردار کے نام سے ہی مشہور ہو گیا۔ ان کا کام صرف مُرشد پاک کی بھینٹ کو چارہ ڈالنا تھا۔ ایک دن مُرشد لاثانی نے پیار سے فرمایا۔ بنبردار اقبال میں شکر کرنے سوال پوچھے تو کیا جواب دے گا۔ بنبردار نے عرض کی۔ یا حضرت میں کہہ دوں گا کہ۔ میں نے اپنے سپردیاں محال نون پچھے پانچ سو ہزار سال۔ آپ نے سکا کر فرمایا۔ جانبردارا چہی کہہ دینا تیری نجات ہو جائے گی۔

○ مولانا حافظ ظفر علی سپردی رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو پیدل چل کر اپنے سپرد مُرشد کی زیارت اور قدیم مہوسی کے لئے آستانہ عالیہ علی پور شریف جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سادوں کا ہینہ تھا اور موسلا دھار بارش کی وجہ سے نالہ ٹیک میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ حافظ صاحب مرحوم اپنے مُرشد لاثانی کی سزا بوجت و عقیدہ کے نشے میں محو رہے جب معمول سپرد سے

پیدل چل کر نالہ ڈیک کے کنارے پہنچے۔ دیکھا تو ڈیک کا پانی پورے زور سے بہہ رہا ہے اور طوفانی موجیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ حافظ صاحب نالہ ڈیک کے اس طوفانی منظر کو دیکھ کر گہرائے اور سوچنے لگے کہ آگے جاؤں یا نہ۔ اگر آگے جاتا ہوں تو ڈوبنے کا خطرہ ہے اور اگر پیچھے مڑتا ہوں تو عشق کو لاج لگتی ہے پھر یہ سوچ کر کہ گجرات کی سوہنی اپنے مجازی محبوب کو ملنے کو خاطر دے کر غیب کی طوفانی لہروں میں کچے کھڑے ہو کر گر کر دھکیلتی ہے تو میں تو پھر بھی مرد ہوں اور میرا محبوب تو حقیقت ہے پھر میں اس نالہ کی طغیانی سے گھبرا کر کچھ کیوں مڑوں؟ یہ سوچ کر نالہ ڈیک کی طوفانی موجوں میں اترنے لگے تو آواز آئی۔ ہوں ہوں۔ مگر حافظ صاحب نے کچھ پرواہ نہ کی اپنے مرشد پاک کے عشق میں نالہ ڈیک میں کود پڑے۔ پانی سر سے اُونچا تھا۔ اور پہاڑ بھی تیز تیز تھارہا میں لگے تو پانی کی تیزی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور ڈوبنے لگے اپنے مرشد کامل کو پکارا۔ تو فوراً مرشد لاشانی کے مقدس ہاتھوں نے پکڑ کر کنارے لگا دیا۔ حافظ صاحب مرحوم اسی گجراہٹ کی حالت میں آستانہ عالیہ پر پہنچے پیر کامل کے قدموں کو بوسہ دیا تو اس مددگار بھیکیاں نے فرمایا کہ حافظ صاحب میں نے آواز نہیں دی تھی کہ آج نہ آنا۔

○ بابا جی حکیم سید عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ الہروی جو کہ بلند پایہ حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم باعمل۔ مرد کامل اور قبلہ عالم کے منظور نظر خلیفہ مجاز بھی تھے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد کچھ حلقہ گورشان ارادت حضور مرشد سربیانہ جھکائے بیٹھے تھے۔ ہر کا عالم طاری تھا۔ چہرہ اقدس سے فیوض و برکات کے چشمے پھوٹ رہے تھے اور درخ انور سے انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانک آپ پر کیفیت طاری ہو گئی اور چہرے پر جلال فقر و ولایت ٹپکنے لگا۔ پھر آپ اسی جلال کی حالت میں اُٹھے دو قدم لگے اور نظروں سے غائب ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ تہنید مبارک پانی سے بھیگا ہوا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی بندہ نواز کے سامنے جرات رندانہ کر کے عرض کی آقا کہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور یہ تہنید بھیگا ہوا کیوں ہے۔؟ فرمایا حکیم صاحب! دریائے جہلم میں ایک مرید ڈوب رہا تھا اس نے مجھے پکارا

تو اس کو کنارے پر لگا کے آیا ہوں۔ پھر فرمایا۔ حکیم صاحب! یہ لوگ نہ خود آرام کرتے ہیں اور نہ مجھے آرام کرنے دیتے ہیں۔

○ تحصیل شکر گڑھ سے ایک میاں بیوی رات کو پیدل اپنے پیر لاثانیؒ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے راستے میں ایک جگہ کی تھی جہاں پر جنوں کا ڈیرہ تھا۔ یہ میاں بیوی جب اس خطرناک مقام سے آگے گذر گئے تو پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک چن اپنے خوفناک بازو پھیلائے پکڑنے کو آرہا ہے دونوں نے اپنے مرشد لاثانیؒ کو یاد کیا اور عرض کی کہ آقا ہم تیری زیارت کو آرہے ہیں پیچھے سے، چن پکڑنے کو آرہا ہے اور آگے تیرا آستانہ ابھی دُور ہے وہ دونوں اپنے پیر کامل کو یاد کر کے تیزی سے بھاگنے لگے، اور پیچھے پیچھے وہ چن دوڑتا ہوا آ رہا تھا تھوڑی دُور جانے کے بعد ایک آواز آئی کہ چن ہو کر کبھی ان معمولی آدمیوں کو ابھی تک نہیں پکڑ سکا۔ یہ آواز اس چن کی مادہ کی آواز تھی۔ تو اس چن نے جواب دیا کہ میں کیا کروں جب بھی میں ان کو پکڑنے لگتا ہوں تو ایک سفید ٹوپی والا بابا دسیاں میں حاکم ہو جاتا ہے۔ آخر وہ دونوں میاں بیوی صبحِ محترمت اپنے پیرو مرشد کے مقدس آستانہؒ عالیہ علی پور شریف پہنچ گئے۔ مرشد پاکؒ کے قدموں کو بوسہ دیا تو حضرت صاحبؒ فرمایا کہ میں کیا کروں۔ لوگ رات کو نہ خود سوتے ہیں اور نہ ہی مجھے سونے دیتے ہیں۔

○ میرے بڑے بھائی صاحب صاحبزادہ سید محمود الحسن صاحب سفر سے گھر آئے اگلے دن والدہ صاحبہ مرحومہ کی خدمت میں عرض کی میں روپے دیں میں حضرت صاحب کی زیارت کر آؤں والدہ صاحبہ نے فرمایا دس روپے ہی لے جاؤ، کافی ہیں۔ بھائی صاحب نے کہا کہ نہیں میں رُپے ہی حضرت صاحب کو دینے کی نیت کی ہوئی ہے۔ والدہ صاحبہ نے میں روپے دے دیجئے اور فرمایا حضرت صاحب کو میری سلام بھی عرض کرنا۔ بھائی صاحب کا کہنا ہے کہ میں حاضر خدمت اقدس ہوا اور قد مبارک کے بعد بیس روپے نذر لے لئے۔ تو حضرت صاحب نے دس روپے واپس کر دیئے اور فرمایا کہ آؤں کا حق بھی ہوتا ہے۔

○ میاں نظام الدین صاحب موضع بُرہہ والے بیان کرتے ہیں کہ میری بہو برکت بی بی ایک

مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئی جس کے خطرناک اثرات سے اس کی آنکھوں کی بنیائی بسج جاتی رہی مہینے اس کی بنیائی والپس لانے کے لئے بہت علاج کروائے مگر کہیں سے فائدہ نہ ہوا آخر ہر طرف سے ایسے برکے میں نے بارگاہ شریعت لائے میں التجا کی کہ یا حضرت برکت بی بی آپ کی خدمت گزار ہے اس کی آنکھوں کی بنیائی چاہیے۔ آپ نے گھر آ کر تین دفعہ اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگایا تو برکت بی بی کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

○ لاجھ دین ساکن بھوجہ بیان کرتے ہیں کہ میرا بھائی ساون ایک دفعہ قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا حضرت میں تنگدست رہتا ہوں میرے لئے کشادگی کی دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ بھائی ساون خدا کی قسم کا کہ تباؤ کہ کیا تم دو صد روپے گھر میں فلاں جگہ دفن کر کے نہیں آئے؟ حضرت صاحب سے یہ جواب سُن کر بہت شرمندہ ہوا۔ کیونکہ وہ واقعی دو صد روپے دفن کر کے گیا تھا۔

○ چودھری خان محمد صاحب ساکن قطروال کا بیان ہے کہ ایک رات میں سو رہا تھا کہ حضرت ذی شان کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے ہیں کہ اٹھ جا۔ میں نے عرض کی اُٹا آپ کے اس در اقدس کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ تو آپ نے جلال میں آ کر میرے اُدھر سے لہان اُٹا دیا۔ میں اٹھ بیٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چودھری گھوڑی کھول رہا ہے۔ جو مجھے دیکھ کر ہلاک گیا۔

○ منشی محمد عبداللہ صاحب شکرتہ والوں کا بیان ہے کہ میں ۱۹۱۵ء میں حلقہ بگوش سلسلہ عالیہ ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد مجھے شیطان نے بہکایا کہ میرا سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا کسی اور پیر کی تلاش کرنی چاہیے چنانچہ میں اس ارادہ سے سیالکوٹ حضرت بہلول دانا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت بہلول نے فرمایا کہ سمندر کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹالوں کی طرف اپنی پیاس بجھانے کیوں دھڑتے پھرتے ہو۔ تب میں ڈرتا ڈرتا کانپتا کانپتا اور روتا ہوا پھر حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر معافی طلب کی۔ پہلے تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ کسی اور پیر کی تلاش کرو اور پھر شان بندہ نرازی سے صاف کر دیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا منشی جی اپنی ہی ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے۔

○ شہباز لاسکانی کے کشف و تصرف اور نگاہِ باطن کا یہ عالم تھا کہ ایک دن طوطی پاکستان بابا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرمایا کہ بابا اپنی نمازوں کا خیال رکھا کرو اور اس طریق سے عبادت کرو کہ قبول ہو جائے۔ بابا مرحوم نے عرض کی یا حضرت نماز تو رہی نماز میری تو تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ قبلہ عالم نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے پر خل کرتے وقت ناف میں بھی انگلی پھیر لیا کرو۔ کیوں کہ میں نے علمائے کرام سے سنا ہے۔ کہ اگر جسم کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ میں نے علمائے کرام سے سنا ہے تو اضع کی بنا پر قنادر نہ آپ خود محدث تھے اور وہ مسئلہ جو بڑے بڑے علمائے کرام سے حل نہیں ہوتا تھا۔ دو نظروں میں فرما دیا کرتے تھے۔

اس خواجہ صاحب بحر عرفانی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ استیگان سلسلہ عالیہ میں اور گدا این کوچہ لاثانی میں سینکڑوں نامور علمائے کرام۔ صوفیائے عظام اور حکمائے صد احترام داخل ہیں۔ راقم الحروف کا سارا خاندان بھی اسی قطب ہدایت کے خزانہ فیض و برکات کا خزانہ چین رہا ہے اور اسی ولی کامل کے دریائے لطف و کرم سے اپنے دلوں کی کشت ویراں کو سیراب کرتا رہا ہے اور اسی غوثِ زمان کے آفتابِ رشد و ہدایت سے اپنے سینوں کو متور کرتا رہا ہے۔ اور اسی مردِ کامل کی مقدس چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کرتا رہا ہے اور اسی قطبِ جہاں کی روشنی کی ہوئی حقیقت و معرفت کی نورانی قندیل سے اپنی زندگی کے سفر کی ہر منزل پر راہنمائی حاصل کرتا رہا ہے اور اسی شہنشاہِ ولایت کے خزانہٴ رحمانیت سے اپنی جھولیاں بھر رہا ہے۔ خصوصاً والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تراکیب ساری زندگی اسی قطب ہدایت کی روشنی میں گزار دی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسی مرشدِ لاثانی کے فیوضات و برکات۔ انعامات و توجہات اور الطاف و عنایات جو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تھے شاید ہی کسی اور پر ہوں گے۔ اس غوثِ صدیقی کی رحمت و شفقت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرنے والی سید محمد مسعود سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب ہمارے گاؤں اکبر تشریف لائے بہت سے مریدین بھی آپ کے ہمراہ تھے رات قیام فرمایا والد صاحب کو پتہ تھا کہ آپ نے علی الصبح ہی تشریف لے جائیے والد صاحب سے فرمایا کہ صبح ناشتہ کا کیا انتظام ہو گا۔ والد صاحب نے عرض کی فکر نہ کرو انتظام اللہ انتظام ہو جائے گا۔ والد صاحب نے دیکھا تو صبح کے لئے اٹا نہیں ہے مگر انہوں نے تمت نہ ماری اور اللہ کا نام لے کر چکی پسنی شروع کر دی اور ساری رات چکی پستی رہی اور صبح کی نماز کے بعد ہی ناشتہ تیار کر دیا۔ قبلہ عالم نے فرمایا کہ تم تیار ہیں۔ عرض کی گئی کہ حضرت ناشتہ بھی تیار ہے آپ گھر تشریف لائے ناشتہ تناول فرمایا والد صاحب نے عرض کی یا حضرت میں نے ساری رات آپ کے لئے چکی پسنی ہے۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ پھر آپ کے چہرہ اقدس پر جلال فقر و ولایت قص کہنے لگا۔ اور فرمایا۔ مولوی صاحب اگر میری خادمہ نے میرے لئے ساری رات چکی پسنی ہے تو میں نے بھی آج ساری رات تمہارے لئے دعائیں کی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ والد صاحب کی اپنے مرشد پاک کی خدمت گزاری کے لئے اس دنیا چکی پسنی اور دوسری خدات اور پھر حضرت صاحب کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ والد صاحب کی وفات رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو جمعرات کے دن پوٹلی جو سیڈہ کوٹن خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پاک کا دن ہے اور پھر آپ کے جنازے میں پچاس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی اور جامع مسجد الفردوس منصور آباد کے ایک کونے میں دفن ہوئی میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں اور اپنی اس قسمت پر جتنا میں ناز کروں تو ہر ہے کہ میری گردن میں بھی اسی قلب مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا پٹہ ہے اور مجھے بھی اس شہنشاہ ولایت کی کنش برداری اور خدمت گزاری کا شرف حاصل رہا ہے۔

قوت سلطان و میر از لا الہ

بیت مرد فقیر از لا الہ

فقر عریاں گری بدر و حنین

فقر عریاں بانگِ تکبیرِ حسینؑ

(اقبال)

اگرچہ آپ کا وصال باکمال ہو چکا ہے اور اگرچہ آپ اپنی آخری آرام گاہ میں سفید گنبد مبارک کے سایہ میں خوابِ راحت میں آرام فرما رہے ہیں لیکن سالکانِ راہِ حقیقت و طریقت، طالبانِ رشد و ہدایت، متلاشیانِ حق و صداقت اور آرزو مندِ فیوض و برکات کے لئے آج بھی اسی آستانہِ عالیہ سے فیوض و برکات کے دریا اُلتاتے ہیں اور حقیقت و معرفت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور رشد و ہدایت کے تارے چمکتے ہیں اس لئے کہ اس مرشدِ لائاتی کی لائاتی ثانیِ غوثِ زماں، قطبِ جہاں دستِ گیرِ کساں، رہبرِ کاطاں، خواجہ خراجِ کماں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، عالمِ جنابِ فیضِ مستطاب حضرت صاحبزادہ تنید پیر علی حسین شاہ صاحبِ دامت برکاتہم العالیہ کی مقدس شکل و صورت میں موجود ہے۔ جو گرفتارِ درخشاں میں انہیں کاغذ ہے اور احوال و کردار میں آپ کا ہی پیکر ہیں اور افعال و اعمال میں آپ کا ہی نمونہ ہیں اور رحم و کرم اور شفقت و رحمت میں انہیں کی ہی زندہ تصویر ہیں اور زہد و تقویٰ اور ریاضت و عبادت میں آپ کی ہی تصویریں اور فیوض و برکات میں آپ کی ہی تفسیریں اور دستگیری و مشکل کشائی میں انہیں کا عکس ہیں اور فریادِ رجا و حاجتِ ردائی میں آپ کا ہی پرتو ہیں اور جن کے چہرہ آقدس پر انہیں ہی کے فقر و درویشی کے جلوے ہیں اور جن کی سفید لٹھی کے ٹوپی میں اسی قطبِ مدار کی ولایتِ کاملہ کا آنا ہے اور جن کی صورت و سیرت میں اسی ولیِ کامل کے آفتابِ ولایت کی کرنیں نظر آتی ہیں اور جن کی مقدس چادر میں اسی غوثِ زماں کے فقر و درویشی اور ریاضت و عبادت کے روز و اسرار چھپے ہوئے ہیں اور انوار و تجلیاتِ الہیہ پوشیدہ ہیں اور جن کے دروازہ خیر و برکت سے آج بھی کوئی سوالی خالی نہیں جاتا اور جن کے درمیان فیوضاتِ باطنی کے کوئی بھی پیاسا نہیں لڑتا اور جن کے میخانہِ روحانیت سے ہزاروں میکان

حقیقت و معرفت شرابِ عشق و محبت کے پیالے کی کرکیت دستی میں جھبھتے پیرتے ہیں اور جن کی شمعِ رشد و ہدایت سے لاکھوں گم گشتگانِ راہ منزل کو آج بھی راستہ ملتا ہے اور جن کی نگاہِ لطف و کرم کے صدقے مجھ جیسے لاکھوں گم ایان کو چہ مرشدِ لاثانی اپنا اپنا کاسہ گدائی بھر پور کر کے اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہیں۔

کاسہ شوق لے کے تو بیا ہے ان کے رو برو

آنکھوں سے التجا بھی کر دل سے انہیں صبر ابھی ہے

اور جن کے چمنستانِ طریقت سے اپنے دامن میں کانٹے لے کر آنے والے اپنے گلے میں مہکتے ہوئے پھولوں کا بار پہن کر جاتے ہیں اور جن کے دستِ دعا سے گڑی ہوئی تقدیر بدل جاتی ہے سوئے ہوئے مقدر جاگ اٹھتے ہیں دکھوں کو مٹا دیا اور بے قراروں کو قرار ملتا ہے۔

میرے علامہ خطیب پاکستان حضرت علامہ صوفی غلام حسین صاحب، خطیبِ بخت حضرت علامہ محمد سلیم صاحب، خطیبِ اہل سنت و جماعت مولانا محمد ناضل صاحب اور خطیبِ خوش بیان مولانا محمد رمضان صاحب اور دوسرے سیکڑوں علمائے کرام پر انہی کی نظر کر رہی ہے اور انہیں کی دعاؤں اور انہیں کی دعاؤں اور توجہاتِ باطنی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم دگر ملک کے گوشے گوشے میں دین و اسلام اور عقائدِ حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ کرتے پیرتے ہیں اور باطل کے مقابلے میں بے خوف و خطر ٹوٹ جاتے ہیں۔

مولانا صوفی غلام حسین صاحب کے والدین زکریا و گوار قبیلہ صوفی محمد دین صاحب جو کہ مجسمہ صدق و صفا۔ پیکر زہد و اتقا۔ زبدۃ العارفین۔ عمدۃ الصالحین۔ فخر الما لین اور سراج الصالحین ہیں بھی اسی مرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

قمان کے علاقہ قنصل میں جلسہ سے فارغ ہو کر میں اور نعمت خاں عبد الرشید گجراتی ایک ادنیٰ پر سہارہ سہ کر دانہ ہوئے سروریں کا موسم قنصل اندھیری تھی اور قمان کا صحرائی اگرچہ منزل دور نہ تھی مگر ہم رات بھر بھول گئے اور اس رگستان میں اندھیری رات میں بھٹکتے پھرتے تھے شاہ کے چلے

ہوئے تھے رات کے بارہ بج گئے نہ کوئی نشانِ منزل تھا اور نہ کوئی راہنما منزل۔ دور دور ملک
رات کے اندھیرے پھاٹے ہوئے تھے اور شبِ تاریک زلفِ سیاہ لپری طرح مسلط ہو چکی تھی اور ہم صوف
تاروں کی تصرع ترقی ہوئی پھیک پھیک لو کے سہارے بھٹکے ہوئے مسافروں کی طرح چلے جا رہے تھے رات
ایک بجے ایک نہر آئی اور ہم نے نہر کے پل پر سے گزرنا تھا۔ ہماری اونٹنی ابھی پل سے دور ہی تھی کہ
پل کے پار گھنٹھ بجنے کی آواز آئی عبدالرشید جو کہ پیدل ہی چل رہا تھا مجھے کہا صاحب سڑک
میں گولیاں بھرا ضرور کوئی خطرہ ہے۔ ہم پر خوف طاری ہو گیا اور دل گھبرا گیا کہ پاس ہی سے آواز
آئی گھبراؤ نہیں، میں ساتھ ہی ہوں۔ یہ میرے پیر کامل دتیکرے کساں اور رہبرِ گمشدگان حضرت
پیر سید علی حسین شاہ صاحب کی آواز تھی۔

اور پھر ہم اس پل پر سے گزرے تو تین آدمی کھڑے تھے اور پاس ہی گھڑیاں بندھی تھیں جن ہی
ہم ان کے قریب پہنچے تو وہ ہمیں دیکھ کر بھاگ گئے اور پھر سامنے ایک چراغ کی روشنی نظر آئی جو کہ
بستی کا نشان تھا۔

چنانچہ ہم رات کے دو بجے اس بستی میں پہنچے کتوں نے جھونکنا شروع کر دیا اور آنا شروع کیا
کہ بستی والے یہ سمجھ کر کہ چوہیں لالٹیاں اور کلہاڑیاں، برچھے لے کر گھروں سے نکل آئے مگر جب انہوں
نے دیکھا تو بڑی عزت سے پیش آئے۔ رات بھر خدمت کرتے رہے اور صبح بڑی عزت سے رخصت
کیا۔

ہندوستان کا تاجدار ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران چلا گیا اور وہاں کے شہنشاہ
طہماسپ صفوی سے امداد طلب کی۔ شاہ ایران نے امداد دینے سے انکار کر دیا۔ ہمایوں شیراز
کے ایک عظیم بزرگ اور ولی اللہ حضرت سید نظام الدین شاہ شیرازی کی خدمت آدس میں حاضر ہوا
— قدوسی کی! — مردِ کامل نے پوچھا — کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ — اور کیوں آئے ہو؟
عرض کی — عالیجاہ — ہندوستان کا سابق شہنشاہ ہمایوں ہوں — اپنے مد مقابل شہنشاہ
سوری سے شکست کھا کر یہاں بھاگ آیا ہوں — شاہ طہماسپ نے امداد کی درخواست کی ہے جو

نہیں ہوئی۔

حضور۔ آپ دعا فرمائیں۔

فرمایا کس لئے۔

عرض کی۔ شاہ ایران امداد دینے پر راضی ہو جائے اور ہندوستان کا تخت و تاج دوبارہ

مجھے مل جائے۔

سید شیرازی نے دعا کی۔ اور فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔

ہالیوں دوبارہ شاہ طہسپ صفوی کے پاس آیا اور پھر امداد کی درخواست کی۔ شہنشاہ ایران ہالیوں کو دیکھ کر اب حیران ہو گیا اور بولا۔ ہالیوں! پہلے تم میرے دربار میں آئے تھے تمہارے چہرہ پر غلغلی و دلگیری کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن اب تمہاری پیشانی پر جاہ و جلالِ رقص کرتا دکائی دیتا ہے۔ ہالیوں نے جواب دیا۔ ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔ اس لئے کہ آج میں شیراز کے ایک دلی اللہ حضرت سید نظام الدین شاہ کی قدوسی کر کے آیا ہوں۔ طہسپ صفوی ایک مردِ درویش کی سفارش کو رد نہ کر سکا اور امداد کی درخواست منظور کر لی۔

ایران سے واپس آنے سے پہلے ہالیوں حضرت سید شیراز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی چوٹ کو بوسہ دیا اور عرض کی۔ آقا۔ یہ میرے لئے خیر و برکت اور فتح و کامیابی کا باعث ہو گا کہ اگر آپ میرے ساتھ ہی ہندوستان چلیں۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کی دعا و برکت سے مجھے میرا کھویا ہوا تاج اور تخت و تاج واپس مل جائے گا۔ حضرت خواجہ سید نظام الدین شیرازی نے اپنی جگہ اپنے پوتے حضرت سید حسین شیرازی اور ان کے تحت جگر جناب خواجہ محمد سعید شیرازی کو ہالیوں کے ساتھ ہندوستان بھیج دیا اور فرمایا کہ قدم قدم پر ہالیوں کی ظاہری و باطنی مدد کرنا۔

ہندوستان سے شکست کھا کر بھاگا ہوا اور بے سرو سامان ہالیوں شیرازی بزرگوں کی دعا و برکت سے ایک بار پھر ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک بن گیا۔

ہالیوں نے شیراز کے ان ایامِ ناز و نثار اللہ کے لئے گران قدر وظائف مقرر کر دیئے۔

ہمایوں کے بعد جب اس کا بیٹا اکبر تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ علماء کی سازش اور ہندو راجپوت سرداروں کی ملی بھگت سے اسلام کے مقابلہ میں ایک نئے دین کی بنیاد رکھی جس کا نام دین اکبری رکھا گیا۔ جو حقیقت میں اسلام کے خلاف ایک بنیاد دین کے خلاف ایک سازش اور قرآن و شریعت کے خلاف ایک فحاری تھی۔ اور اکبر واقعی دینِ حق سے منحرف ہو چکا تھا۔ اس کے درباری اور نورتن اکثر شیعہ تھے۔ ابراہیم الفضل۔ فیضی۔ آصف جاہ اور ملا مبارک۔

حضرت محمد سعید شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکبر کی اس اسلام دشمنی کو برداشت نہ کر کے اور اپنے سسر حضرت سید شمس الدین مرحوم کے ذریعہ جو کہ اکبر کے دربار میں داخلہ تھے اور سپرد کے رہنے والے تھے ہمیں سکونت اختیار کر لی۔

یہاں آپ کو کافی زمین دی گئی جس میں آپ نے اپنے نام پر ایک گاؤں آباد کیا جس کا نام سعید پور رکھا۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ گاؤں کسی وجہ سے غیر آباد ہو گیا پھر آپ کی پانچویں پشت میں حضرت سید علی اکبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آجڑی ہوئی بستی کو دوبارہ آباد کیا اور اس کا نام علی پور رکھا۔

مختصر رپ رور۔ قبلہ عالم اور میرے مرشد لاثانی انہیں کی ساتویں پشت سے ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۶۰ء بمطابق ۱۲ سادون ۱۹۱۶ء بمکر می بروز جمعہ المبارک بوقت سعید منہ شہود میں جبرہ افزور ہوئے۔

آج میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حشرہ فیوض و برکات سے جس قدر میرا خاندان سیراب ہوا ہے شائیدہ کوئی اور گھرانہ اتنا ہراس۔ اور میں خود بھی انہ مرشد پاک کی ایک زندہ کرامت ہوں۔ میرا پورے کا پورا خاندان علم و حکمت کا منبع۔ شریعت و طریقت سے آشنا۔ حقیقت و معرفت کا مرکز اور فقر و درویشی کا گہوارہ تھا جس میں ہندوستان کے مائیداز

حکیم بھی تھے اور صاحب قلب و نظر صوفی بھی — عالم باعمل بھی تھے اور باکمال درویش بھی !
اور جس میں مناظر اسلام بھی تھے اور باکرامت سالک و مجذوب بھی —

اور یہ سب کچھ شہباز لامکانی اور مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ فیض و کرم کا
صدر تھا — لیکن مجھ پر جوانی آئی اور پوری جوانیوں اور رنگینوں کے ساتھ آئی — میرا ہر قدم
خاندانی روایات کے خلاف اٹھتا — کبڑی کھینا — کشتی رٹنا — بانسری بجانا اور ہر
وقت لہو و لعب میں مشغول رہتا میرا شیوہ ہر چکا تھا — باپ مناظر اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ سرکار
لاثانی کا خلیفہ مجاہد بھی تھا اور ہر میدان میں باطل سے ٹکرا کر حق و اسلام کے پرچم کو بلند رکھتا تھا لیکن
بیٹا افتخار الحسنی علم و حکمت سے بیگانہ ! حقیقت و معرفت سے نا آشنا اور فقر و درویشی سے ناواقف
ہر دن کسی میلے میں — ہر روز کسی اکھاڑ میں — ہر صبح کسی کھیل میں اور ہر شام کسی آوارگی میں —
خاندان کے بزرگوں کے لئے میں ایک مسئلہ بن کر رہ گیا تھا — پیار سے سمجھاتے —
محبت سے صحیح راستہ دکھاتے اور کبھی قہر و غضب کے ذریعہ بھی خاندانی راستہ پر چلنے کی تلقین کرتے
— لیکن بے سود و بے فائدہ —

ہاں کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ پورے خاندان میں کسی دن دباٹی مچ جاتی تھی کہ حضرت صاحب
تشریف لائے ہیں — پیر صاحب رونق افروز ہوئے اور ثانی صاحب علی پور شریف والوں نے
اپنے قدمِ نبینت لزد م سے الہڑکی لستی کو نازا ہے — درویش بھی ساتھ ہیں اور بابا محمد علی طوطی
ہند بھی ساتھ ہی آیا ہے —

گھاؤں سے باہر کسی کھیت میں کھلی جگہ پر ڈیرا ہوتا — رات کو محفل ہوتی اور بابا محمد علی
طوطی ہند مرحوم کی سوز سے بھی آواز سامعین کو مسرور کرتی — لوگ حرق در حرق سرکار علی پوری
کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے — دعائیں کراتے اور اپنی اپنی مرادیں حاصل کرتے جاتے —
ناموشی ہوتی — اور پورے احوال پر ہمو کا عالم طاری ہوتا — پھر لنگر تقسیم ہوتا —
تقسیم کرنے والوں میں میں بھی ہوتا تھا —

حیران ہو کر دیکھتا تھا۔ کہ یہ کیسا مقدس انسان کامل ہے اور اس مرد درویش میں
 کون سا ایسا کمال ہے کہ لوگ دیوانہ وار اس کی زیارت و قدوسی کے لئے چلے آتے ہیں؟ —
 کوئی روتا آتا ہے تو ہنستا جاتا ہے — غلین آتا ہے تو مسرور نکلتا ہے — بیاد آیا ہے تو
 شفا پا کر گیا ہے — آوارہ آیا تھا لیکن مرید و غلام ہو کر پھر ہے اور گنہگار حاضر ہوا تھا اور
 مقبول باد گاہ خداوندی بن کر لوٹا ہے —

دن گزرتے گئے اور ایسا ہی نظارہ کئی بار دیکھنے میں آیا —

آخر جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ میں لا ابالی اور بے باکی بڑھتی ہوئی دیکھی تو ایک
 دن اپنے ساتھ مجھے بھی علی پور شریف لے گئے علی پور سیداں کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے تو والد
 صاحب نے اپنی گلاہ پر باندھی ہوئی پگڑی کا دے کھیت میں چھپا دی —

پوچھا — آبا حضور — یہ ایسا کیوں؟

فرمایا — بلیا مُرشد کے آستانہ پر عجز و انکساری کے ساتھ حاضر ہونا چاہیے۔

آموں کے درختوں کے ٹہنڈ میں چار پائی پر مُرشد لاثانی آرام فرما تھے۔ سلام عرض کیا۔
 قدوسی کی — حضور نے نگاہ اٹھائی — اللہ اللہ — چپان پر جمالِ مصطفوی — چہرہ پر طہال
 حیدری اور نگاہوں میں مستیِ فقر اور آنکھوں میں شانِ ولایت — تہجد کے نزاع کے لئے سب
 لوگ اٹھے — خدا کی رحمت و بخشش کے نزول کا وقت — دعائیں قبول ہونے کا وقت
 اور میری تقدیر بدلنے کا وقت — قبلہ عالم فارغ ہو چکے تھے — مراقبہ میں سر جھکائے اللہ سے
 لو لگائے — شاہدہ الہی میں گم اور وصالِ یار کی رعنائیوں میں محو و سرشار —

والد صاحب نے دروازہ پر دستک دے — کسی درویش و خادم نے دروازہ کا ایک

پٹ کھولا اور یہ سب کچھ اس انداز سے کیا گیا کہ

وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آٹھ تک نہیں ہوتی وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی
 والد صاحب نے التجا کی — حضور — انتظار کو بھی توبہ کر داکر اپنی غلامی میں داخل کر لیں —

قبلہ عالم نے فرمایا۔۔۔

میرے سوا کوئی اور پر نہیں تھا۔

عرض کی حضور۔۔۔ نہیں۔۔۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں کسی کو پر ہی تسلیم نہ کرتا! والد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات پورے ادب و احترام اور پورے خلوص و عقیدت سے کہی کہ حضرت صاحب نے درخواست منظور کرتے ہوئے مجھے اپنی غلامی میں داخل کر لیا اور فرمایا کہ مغرب کی نماز کے بعد ایک تسبیح کلمہ شریف کی پڑھ لیا کرنا اور دین کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا۔ پھر قبلہ عالم نے میری طرف شفقت بھری نگاہ سے دیکھا۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔

لکھاہ لطف ساقی نے میری فطرت بدل ڈالی۔ ذرا سی دیر میں بد بخت کی قسمت بدل ڈالی

۔۔۔ پھر اسی دلی کمال اور مُرشدِ لاثانی کا صدقہ اور آپ کے وصالِ پاک کے بعد پیرِ لاثانی کی لاثانی نشانی حضرت قبلہ عالم صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ظاہری و باطنی توجہات کی بدولت پاکستانی عوام مجھ جیسے بے علم۔ کم فہم اور حقیر و ناگوار انسان کو آج خطیبِ پاکستان۔ شہبازِ خطابت اور افتخارِ ملت کہتے ہیں۔ اور اسی مردِ کمال کی غلیٹ ہے کہ میرے سر پر بھی انہیں کا سایہ عاطفت ہے جو دستارِ خلافت کی صورت میں نظر آتا ہے۔

اور پھر۔۔۔ کبھی دربارِ گہر بار میں حاضری دو تو عجیب طرح کی خیر و برکت۔۔۔ روزنی و سداور اور روحانیت و تسکین حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان کے جتید علماء کرام کی گردنوں میں اسی غوثِ زماں کا طوقِ غلامی پڑا ہوا ہے جن میں ملک کے نامور خطیب بھی ہیں اور مایہ ناز ادیب بھی، شہرین بیان و اعظم بھی ہیں اور خوش آواز مقرر بھی۔۔۔ بے مثال مبلغ بھی ہیں اور بلند پایہ مدرس بھی۔ اور ان حضرات میں سے اکثر قبلہ عالم کی طرف سے صاحبِ مجاز بھی ہیں۔

○ عالی جناب حضرت صاحبزادہ پیر سید غلام مصطفیٰ صاحب علی پور سیداں شریف۔ آپ حضورِ عالی مرتبت کے حقیقی بھائی ہیں۔ حضرت صاحب نے انہیں کوئی بابر فرمایا کہ کسی

اور جگہ سلقہ گورنر حقیقت ہو جاؤ لیکن آپ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ بے مُرشد مرزا منظور ہے لیکن آپ کے سوا کسی اور کی غلامی منظور نہیں۔ چنانچہ قبلہ عالم نے کرم فرمایا کہ بیعت کر کے خلافت کا تاج بھی پہنا دیا۔ اور پھر ان کے حلم و اخلاص اور ادب و احترام کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے کبھی بھی حضرت صاحب کو صرف اپنا بڑا بھائی سمجھ کر ہی نہیں بلکہ اپنا پیر و مرشد اور آقا و ارشاد جان کر پکارا ہے۔ اور جب بھی کبھی نزدیک ہو کر بیٹھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو نہایت ہی ادب کے ساتھ دو زانو ہو کر حاضر خدمت رہتے ہیں۔

○ فاضل سیالکوٹی۔ خطیب اسلام حضرت السلام جناب مولانا محمد کریسٹ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے زورِ بیان اور جوشِ خطابت سے باطل کی دیواریں ہل سبایا کرتی تھیں۔ یہ بھی صاحبِ محابز تھے۔

○ خطیب پاکستان جناب مولانا صوفی غلام حسین صاحب گوہرہ خدائی والے۔ مُرشد پاک کی دعارنگاہ کا اثر ہے کہ جب بھی کبھی اپنے دلکش و ایمان افروز اندازِ خطابت میں آتے ہیں تو پھر تو ہی تو گمانِ نظارہ پیشی کر کے سامعین کے دلوں کو حقیقت و معرفت کے نور سے مزین کر دیتے ہیں اور دیوبندیت و تجددیت۔ مرزائیت و دوسریت اور دوسرے مذاہبِ باطلہ کے بال کے بال کر توڑ کر حق و صداقت کا پرچم برادیتے ہیں۔ اور یہ بھی خلافت سے سرفراز ہیں۔

○ صاحبِ قلب مضطر۔ پروردہ نگاہ مُرشد۔ خطابت جناب مولانا محمد سلیم صاحب فیصل آباد اتنے خوش نصیب ہیں کہ خطابت کے جوہر سے لالامال ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں صبح و شام اپنے مُرشدِ کامل کی رفاقت و خدمت بھی حاصل ہے۔ مُرشد پاک کے لطف و کرم کا انداز اتنا بیدار و آواز ہے کہ دردِ فہ اپنے ساتھ حج بیت اللہ شریف لے جانے کا شرف بخشا۔

تقریریں شریخی۔ بیان میں لطافت اور کلام میں فقر و درویشی کے روز و نکات کا نشانہ

نہانا آپ کا خاصہ ہے۔

○ قبلہ عالم کے منظورِ نظر خلیفہ محابز بھی ہیں۔ خطیبِ اہل سنت جناب مولانا فاضل سید غلام عباس

شاہ صاحب مولوی فاضل، خطیب جامع مسجد و ٹیچر مسلم ہائی سکول چہٹر کاتہ — یہ تمام ڈگریاں سرکار علی پوری دامت برکاتہم العالیہ کی عنایت اور ظاہری و باطنی توجہات کا ثمرہ ہیں — آواز سُرلی — گلے میں سوز — تقریر میں اثر اور بیان میں درد رکھتے ہیں — لہٰذا دُردی اور مجاز می نے میں جب کبھی قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور شاہنامہ اسلام کے اشعار پڑھتے ہیں تو مہج پر ایک وجد سا طاری ہو جاتا ہے اور جب دیکھو خوش مزاج — ادا شناس اور ادب دوست سے آشنا — صبح سے شام تک پیاروں، دھیوں اور حاجتمندوں کا جھگڑا — کسی کو تعزید — کسی کو پٹیا اور کسی کو دُعا — جربھی آتا ہے ایس نہیں ٹوٹا — یہ بھی صاحب مجاز ہیں —

○ خطیب پاکستان جناب مولانا غلام رسول صاحب فضیل آباد المعروف سمندری والے قبلہ عالم دامت برکاتہم القدسیہ کی غلامی میں آنے سے پہلے کچھ بھی نہیں تھے — مُرشدِ کامل نے ایسی نگاہ اور توجہ فرمائی کہ اب سب کچھ ہیں — خطیب کہہ تو ٹھیک — ادیب کہہ تو درست — عندلیب کہہ تو مجاہد اور اگر میر جیب کہہ تو بسج — اللہ اللہ ان کے زورِ بیان کے آگے کون ٹھہرے کون ہے کسی باطل فرقہ کا مولوی جو ان کے دلائل کا جواب دے سکے — کس میں بہت ہے جو ان کی قوتِ خطابت کی تاب لاسکے — کبھی مقامِ مصطفیٰ پر خطاب اور کبھی نظامِ مصطفیٰ پر تقریر — دن کہیں اور رات کہیں — صبح کہیں اور شام کہیں — ملک کے گوشہ گوشہ میں عقایدِ حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہیں انہیں بھی حضرت صاحب کی طرف سے دستارِ خلافت سے نوازا جا چکا ہے —

○ واعظِ پُر تاثیر جناب مولانا محمد قاسم صاحب مانا نوالہ بھی سرکار علی پوری کے زیرِ عاطفت ہی اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں — حلیم الطبع — طاہر النفس — اور اخلاق و شرافت کا پیکر ہیں تقریر و دُعا میں اکثر نیند نصائح — احکامِ خداوندی اور شریعتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پابندی کرنے پر زور دیتے ہیں — اور فقہی مسائل بیان کرنے کے عادی ہیں — اور یہ حضرت بھی قبلہ عالم کی طرف سے دستارِ خلافت بانڈھے ہوئے ہیں —

○ مقرر شعلہ بیان جناب مولانا سید نزل حسین شاہ صاحب مہتمم و صدر مدرس جامعہ حبیبیہ فیض العلوم سید پور۔ ملتان روڈ، لاہور۔ بلند پایہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ شعلہ بیان خطیب و مقرر بھی ہیں حالانکہ مدرس ہو کر خطیب و مقرر مزہا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے لیکن چون کہ یہ بھی آستانہ عالیہ علی پور شریف کے فیض یافتہ اور صاحب مجاز ہیں اس لئے دونوں کمالات سے سرفراز ہیں اور پھر کمالات سے کی حد تو یہ ہے کہ درس کہیں۔ تدریس کہیں اور جمعیتہ المبارک کہیں۔

○ محترم المقام جناب حافظ محمد سمیع صاحب بمقام پلاٹ، تحصیل نارو وال ضلع سیالکوٹ یہ بھی حضرت قبلہ عالم و امت برکاتہم العالیہ کے منظور نظر صاحب مجاز ہیں اور مزاج شناس مرشد کامل ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ہر سال رمضان المبارک میں قرآن پاک کا ختم شریف دربار عالیہ پر شبینہ میں سنتے ہیں۔ اور جب کبھی آستانہ اقدس پر حاضری دیتے ہیں تو تہنیت لکھنے کا کام بھی انہیں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

○ داعط خوش بیان جناب مولانا سید محمد حسین صاحب جگموٹ، لاہور۔ ابھی تک صاحب مجاز تو نہیں ہوئے البتہ مرشد پاک کی نگاہ لطف کے حدتے صاحب انداز ضرور ہیں۔ تقریر کرتے ہیں تو زور عشق و مستی میں نہ انہیں اپنا مرش رہتا ہے اور نہ ہی سامعین کا۔ عقائد باطلہ کی دیواروں کو اپنے زورِ بیان سے پاش پاش کر کے حق و صداقت کا علم لہند کرتے رہتے ہیں۔

○ خطیبِ تکت جناب مولانا محمد فاضل صاحب خطیب جامع مسجد راوی روڈ لاہور۔ جو ش خطابت میں گریبان کو سنبھالنا بھی مہجول جاتے ہیں۔ اور نہ ہی انہی کو پتہ ہے کہ ابھی میں رکھتے ہیں اور نہ ہی باطل پرستوں کی گٹر مایاں۔ آج کل تقریر و وعظ کی گرج کی بدولت شیر و جناب کے نام سے مشہور ہیں اور یہ ہے بھی صحیح۔ اس لئے کہ جس کی گرج سے عقائد باطلہ کے میدان کی بیڑ بکریاں ڈر کے مارے پھرتی پھریں اسے شیر نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جاوے۔

○ آفتابِ فلک خطابت جناب مولانا محمد رمضان صاحب آفتاب فیصل آباد۔ طریقت

میں قبلہ عالم کے مخلص و با وفا مرید ہیں۔ اور فنِ تقریر میں میرے شاگرد۔ اور چونکہ خطابت کے آسان کے آفتاب ہیں اور تخلص بھی آفتاب رکھتے ہیں اس لئے اپنی خطابت کے چمکتے ہوئے آفتاب سے ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلاتے رہتے ہیں۔ مزاج میں نفاست۔ طبیعت میں نزاکت اور لباس میں شرافت کا انداز قابلِ تحسین و آفرین ہے۔ مرشدِ کامل ہی کی توجہ کا کرشمہ ہے کہ وعظ و تقریر کے ساتھ ساتھ باہر فلکیات بھی ہیں اور ستاروں کی گردش اور غول کی نجست و برکت کی پہچان رکھتے ہوئے زود اثر تعزیرات کے عامل بھی ہیں۔

○ واجب الاحترام جناب مولانا سید محمد یعقوب صاحب بستی کارگیاں۔ دواہ چھاؤنی۔ انگریزی تعلیم رکھنے۔ سرکاری ملازمت پانے اور ایک ذمہ دار افسر ہونے کے باوجود دینی دنیاوی دولت سے بھی مالا مال ہیں۔ ملکی و غیر ملکی سیاسیات کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں حالات چاہے کیسے بھی ہوں ہر سال عرسِ مقدس کی حاضری فرض سمجھتے ہیں۔ کبھی تقریر کرتے ہیں تو قرآن و حدیث کے ایسے ایسے رموز و نکات بیان کر جاتے ہیں کہ بڑے بڑے عالم و فاضل حیران رہ جاتے ہیں۔ آج کل ملازمت سے فارغ ہو کر ایک پس ماندہ علاقہ اور پتھر پٹی زمین پر رشد و ہدایت کے پھول کھلا رہے ہیں۔ اور اللہ کے بندوں کو دین و اسلام، مذہب و شریعت اور مقامِ مصطفیٰ کی پہچان کرانے کے ساتھ ساتھ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف بھی کر رہے ہیں۔ بچپن ہی سے پابندِ صوم و صلوات ہیں اور اب تو مرشدِ کامل کی طرف سے دستارِ خلافت حاصل کرنے کے بعد فق و فخر کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ٹھوکر یں کھانے والوں کے لئے رشد و ہدایت کا چراغ اور حق و صداقت کی مشعل بن گئے ہیں۔ اور کبھی کبھی ان کی آواز ریڈیو اور ٹیلیوژن میں سنائی دیتی ہے

○ خطیبِ خوش بیان جناب مولانا محمد افضل صاحب سیالکوٹی بھی قبلہ عالم کے خاص و مخلص غلاموں میں سے ہیں جب کبھی ان سے ملاقات ہوتی ہے تو اپنے مرشدِ کامل ہی کے گن گاتے ہیں اور اپنے آپ کو حضور ہی کی نگاہِ لطف کا پروردہ سمجھتے ہیں۔ اور ان پر حضرت صاحب کی شفقت جس قابلِ رشک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وعظ و تقریر اور خوش الحانی کی پورے علاقہ میں صوم

مقام ولایت

ہے۔ ایک مائے ناز مقرر ہونے کے ساتھ آداب دوستی سے بھی پوری طرح آشنا ہیں۔ مزاج میں انکساری۔ طبیعت میں تواضع اور عادت میں مہمان نوازی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے میں جب بھی کبھی سیالکوٹ یا سیالکوٹ کے کسی علاقہ میں جاتا ہوں تو پہلے انہیں کے بل قیام کرتا ہوں۔ اور پھر ان کی خوش خلقی۔ کشادہ دلی۔ خندہ پیشانی اور عقیدت کو محبت دیکھ کر سفر کی ساری تھکاوٹ و کوفت دُور ہو جاتی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی سینکڑوں عالم و فاضل، حافظ و واعظ۔ اور خطیب و آئمہ مساجد اسی مرکزِ روحانیت کے حلقہ بگوش عقیدت و ارادت ہیں۔ مثلاً

○ فاضل اجل جناب مولانا محمد حسین صاحب آسی ایم، اے اسلامیات اور پروفیسر اسلامیہ کالج سیالکوٹ

○ عالم باعمل صوفی کامل جناب مولانا صوفی محمد علی صاحب مدرس جامع خفیہ دو دروازہ سیالکوٹ و خطیب جامع مسجد

○ فاضل نوجوان جناب مولانا حافظ احمد حسین صاحب مہتمم و صدر مدرس جامعہ صدیقیہ لاثانیہ نارووال۔

اور ہر نعت خواں حضرات اور شعرائے کرام کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ درباری نعت خواں حضرات یہ ہیں محمد حسین صاحب شکر گڑھی، محمد بشیر نقشبندی اور میاں حسن محمد صاحب۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ قبلہ عالم کی ظاہری و باطنی توجہات کا نتیجہ ہے کہ آپ کے آستانہ عالیہ سے فیض یاب ہو کر یہ خطیب و مقرر اور واعظ و مدرس حضرات اپنے زورِ خطابت سے پورے ملک پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ ملک میں بہت سی دینی درس گاہیں بھی مُرشدِ کامل کی سرپرستی میں چل رہی ہیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

6 جامعہ حسین فیض العلوم سید پور لٹان روڈ لاسہر

6 جامعہ حسین لاثانیہ پلاٹ ضلع سیالکوٹ

6 جامعہ صدیقیہ لاثانیہ نارووال

اور صرف آپ کے حلقہ بگوش عقیدت ہی نہیں بلکہ آپ کی ذات گرامی بھی دین اسلام کی نشر و اشاعت، عقائدِ حقہ اہل سنت، والجماعت کی تبلیغ و تدوین اور نظامِ مصطفیٰ کے مکمل نفاذ کی تحریک میں کلی طور پر شریک ہیں۔

مٹان کی سنی کانفرنس اور رائے وڈ کی میلاد کانفرنس میں آپ کی صدارت اس حقیقت کو روشن کر رہی ہے کہ آپ کی ملکی و ملی خدمات اور قدم قدم پر عوام کی راہنمائی — ملک کے استحکام اور ملتِ اسلامیہ پاکستان کے لئے قابلِ فخر اور ایک عظیم کارنامہ ہے۔ غرضیکہ آپ کا وجود مسعود فقر و درویشی کا مجسمہ — رشد و ہدایت کا پیکر — معرفت و روحانیت کا مرکز اور فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے جس سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے دور دور سے تشنگانِ حقیقت و عرفان آتے ہیں۔

صبح سے شام تک آستانہ عالیہ پر عقیدتمندوں کا ایک میلہ سالگاہ رہا ہے۔ ہر وقت لنگر کھلا رہتا ہے اور ہر ایک کی مراد پوری کی جاتی ہے اور کئی قسم کے دیوانے اور کئی قسم کے متانے اور کئی طرز کے جھلے بھی آپ کے سایہ لطف و عنایت میں پل رہے ہیں۔

○ مولوی حکیم غلام حسین صاحب آستانہ عالیہ پر حضرت صاحب کی خدمت بجالانے کے ساتھ ساتھ دربارِ پاک پر حاضر ہونے والے برادرانِ طریقت اور محض زبایت و قد مبوسی کی خاطر عقیدت کے طور پر آنے والوں کی ہمان نوازی اور انہیں عزت کے ساتھ بٹھانے اور سنبھالنے کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں — ڈیرا پر کسی کو اچانک کوئی عارضہ لاحق ہو جائے تو دوا کیسر دے کر اچھا کر دیتے ہیں چاہے وہ قبلہ عالم کی خاک پا ہی کیوں نہ ہو —

○ اور کرم و محرم جناب بھائی مقبول احمد صاحب تر آستانہ عالیہ کے ہر معاملہ میں کمر دھرا اور اعلیٰ حضرت کے قابلِ اعتماد و باشعور مشیر اور سفر و حضر کے ہمیشہ مند ساتھی ہیں! اور انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسی مقدس آستانہ اہل حق و عالم کی خدمت میں گزارتے ہوئے حضور

عالی کے مزاج شناس اور شب و روز کے خصائص و عاداتِ کریمہ سے بھی پوری طرح آگاہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی اس خدمت گزاری اور فرمانبرداری کا ہی صلہ ہے کہ ہر وقت مُرشدِ کامل کی نظر التفات کا مرکز بنے رہتے ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے ؟

صرف اس لئے کہ —

۵ ہزار خوف ہو مگر زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق !
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مثال ہے مردِ حسیلیق

پھر ہر سال ۱۶-۱۷ اسوج کو سالانہ عرسِ مبارک کا روح پرور — حسین و جمیل — دلکش و دل فریب اور ایمان افروز نظارہ دکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے عشق و محبت کے دریائے —
حقیقت و معرفت کے متوالے اور ہدایت و روحانیت کے پیاسے لاکھوں کی تعداد میں ملکی و غیر ملکی
عقیدت مند حضرات سلطانِ العارفین حضرت بابو رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی صحیح معنوں میں
ترجما کر کے اور اس کا عملی مظاہرہ دکھانے کے لئے آتے ہیں — کہ

۵ مُرشد مکہ نے طالبِ حاجی کعبہ عشق بنایا ہو
وچھ حضورِ سدا ہر دیے کرئیے حج سدا یا ہو

۶ آستانہ عالیہ علی پور سیدیاں شریف کے اس عظیم الشان عرسِ مبارک کے علاوہ پورے
ملک میں اور بھی بہت سے عرسِ مبارک منعقد ہوتے ہیں جن کی سیادت و صدارت آپ کی ذاتِ
گرامی سے ہی وابستہ ہے۔

۱- عرسِ مبارک گوہرہ منڈی۔ داعی مولانا صفوی غلام حسین صاحب

۲- عرسِ مقدس جبالِ خانو آنہ فیصل آباد۔ داعی جناب مولانا محمد سلیم صاحب

۳۔ عرس ایک منصور آباد۔ فیصل آباد۔ داعی صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب
۴۔ عرس مبارک پلاٹ ریلوے اسٹیشن دربار صاحب کرتار پور نارووال، شکر گڑھ سیکشن

داعی جناب حافظ محمد اسماعیل صاحب

۵۔ عرس مبارک خانیوال۔ داعی صوفی محمد حسین صاحب و حاجی خوشی محمد صاحب
۶۔ عرس مبارک بیرال۔ داعی مولوی عبدالکریم صاحب و اللہ اسمی ضلع میانکوٹ

۷۔ عرس مبارک چوہدری کاندہ۔ داعی سید مولانا غلام عباس شاہ صاحب

۸۔ عرس مبارک بوعمر۔ اسٹیشن نرکوٹ تحصیل شکر گڑھ۔ داعی چوہدری ولی محمد صاحب

۹۔ عرس مبارک بہاولی چک تحصیل شکر گڑھ۔ داعی چوہدری عنایت علی صاحب ٹواری

۱۰۔ عرس مبارک میکھو والی ضلع شیخوپورہ۔ داعی مسرتی عنایت علی و برکت علی صاحبان

۱۱۔ عرس مبارک جٹ موڑ، لاسور۔ داعی مولانا سید محمد حسین صاحب

۱۲۔ عرس مبارک قطرو وال ضلع فیصل آباد۔ داعی ڈاکٹر حسن محمد صاحب، چوہدری عبدالکریم صاحب

غرضیکہ ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس مردِ کامل اور منبعِ فیوض و برکات کے سرچشمہ سے
لوگ سیراب نہ ہوتے ہوں اور اس مرکزِ روحانیت اور غوثِ زمان کی ظاہری و باطنی ترجمات و کرامات
سے مستفیض نہ ہو کر اپنے دامن کو عرفان و وجدان کی دوائ سے نہ بھرتے ہوں اور پاکستان کا کوئی
خطہ زمین ایسا نہیں جہاں اس آفتابِ حق و ہدایت کی سنہری کرنیں نہ پھیلی ہوں۔

الغرض۔ حلم و اخلاق کی کان۔ شفقت و عنایت کا خزانہ۔ لطف و کرم کا دریا،

۔ ہدایت و روحانیت کا مرکز۔ غنا و سخاوت کا بحرِ بے کراں۔ سیرت و کردار میں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی زندہ تصویر اور حق و صداقت کا عملی نمونہ۔

کون؟

حضرت قبلہ عالمِ دامت برکاتہم اللہ سید کے دو صاحبزادگان ہیں۔ بڑے کا اسم گرامی جناب

صاحبزادہ سید عابد حسین شاہ صاحب ہے جو قرآنِ پاک کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کی عظیم

درس گاہ جامعہ رضویہ فیصل آباد کے فارغ التحصیل اور مستند عالم دین بھی ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ محققانہ تقریر اور عالمانہ وعظ کرنے کی مہارت نامہ رکھنے کے علاوہ اپنے آباء
واجداد کی فقر و درویشی، کے سدا بہار گلشن کی رکھوالی کرنے کی بھی اعلیٰ طور پر قابلیت و صلاحیت
بھی رکھتے ہیں۔

اور اپنے مقدس خاندان کی قابل رشک روایات اور اپنے والدِ گرامی کے اطوار و خصائل اپنے
دامن میں سمیٹ کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔
دردِ دل کی چاشنی، سوزِ دروں کی مٹھاس اور سوز و گداز کی دولت سے مالا مال ہونے کے
ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ کی خبر اور سیاسی بصیرت بھی رکھتے ہیں۔

چھوٹے نورِ نظر اور راحتِ جان و دل کا نام نامی جناب صاحبزادہ سید محمد کفیل شاہ صاحب
المعروف، کاکاجی ہے جو پچھن سے لے کر بھر پور جوانی تک غوثِ زمان کے زیرِ تربیت اور مرشد
کامل کی ظاہری و باطنی توجہات کا مرکز رہ کر آہستہ آہستہ اس منزل پر پہنچے ہیں کہ جس کو حاصل کرنے
کے لیے بڑے بڑے عابد و زاہد ٹھوکر بن کھاتے پھرتے ہیں۔

علم و ادب کا پیکر — اخلاق و حیا کا مجسمہ اور شرافت و تواضع کا عملی نمونہ ہونے کے
ساتھ ساتھ اپنے والدِ گرامی کی تمام عادات و صفات کا منظر بھی بن چکے ہیں۔

کبھی دیکھو تو زمیندارہ کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی کھیتوں کی رکھوالی کرتے دکھائی دیتے ہیں
کبھی فصلوں کی برائی دکھائی میں محسوس ہوتے ہیں اور کبھی ٹریکٹر چلاتے ہوئے ملتے ہیں۔ لیکن ہتھ کار
دل اور دل یار دل کے مصداق بن کر عبادت و ریاضت کی مشقت، مراقبہ و مجاہدہ کی چکی اور
ورد و وظیفہ کی تسبیح بھی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے!

خندہ پشانی — کشادہ دلی، حُسنِ مروت اور سادگی کا یہ عالم ہے کہ آستانہ عالیہ پر جانر
ہونے والے احبابِ کرام کو کچھ دیر تک پیہر ہی نہیں چلتا کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون ہے۔
نیچے نگاہ — دھیمی گفتار — شرمیلی نظر — دیوبند سکھانا اور آنے والے حضرات کی عزت

خدمت کر کے وہاں نوازی کا حق ادا کرنا ان کے خصوصی عمل و کردار میں شامل ہے۔
حقیقت تو یہ ہے کہ ابھی سے روشن چہرہ پر فقر و درویشی کے آثار و علامتیں نقش کرتے ہوئے
کھائی دیتے ہیں۔

غرضیکہ اَلْوَلَدُ سِرًّا بِصِيْہ — کہ بٹیا اپنے باپ کا بھید اور راز ہوتا ہے مطلب یہ کہ
ایک مہربان بٹیا زندگی کے ہر پہلو یعنی کھانے پینے — اٹھنے بیٹھنے — چلنے پھرنے —
گفتار و کردار اور خصائل و عادات میں اپنے باپ کے انداز اختیار کر کے اور ذکر و فکر —
عبادت و ریاضت اور فرہیزداری و شب بیداری میں اپنے والدِ گرامی کے نقش قدم پر چل کر
صرف اپنے باپ کا ہی نمونہ نہیں بن جاتا بلکہ اپنے پورے خاندان کی ایک زندہ تصویر بن جاتا ہے
اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بزرگانِ دین کی نگاہِ کرم کے صدقے خباب صاحبزادہ
سید محمد اسماعیل شاہ صاحب میں کئی طور پر موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں حلقہ بگوشانِ عقیدت
و ارادت آپ پر نظریں جمائے ہوئے ہزاروں امیدیں رکھتے ہیں۔

میرا آقا و ملا۔۔۔ میرا ادا و راسخا۔۔۔ قطبِ جہاں۔۔۔ دستگیرِ زماں۔۔۔ شہبازِ لامکانی
— خواصِ بحرِ عرفانی مرشدِ لاثانی کی لاثانی نشانی حضرت قبلہ عالم صاحبزادہ سید پر علی حسین شاہ
صاحب دامت برکاتہم العالیہ زینِ سجادہ آستانہ عالیہ علی پور سیدان شریف کے لئے
میری دعا ہے کہ —

سدا بہار رہے اس باغِ کدی خزاں نہ آوے
مہرِ دینِ فیض ہزاراں تائیں ہر بھکھا بھل کھاوے

گدائے کوچہ لاثانی
سید افتخار الحسن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت بانیزید بسطامی علیہ اللہ رحمۃ

ہمیشہ محبت الہی کے دریا میں غرق رہتے تھے۔ اور دل کو مشاہدہ حق میں مشغول رکھتے تھے بارہ سال تک جنگوں میں مجاہدہ نفس کرتے رہے طاثر لائبرتی کے مقام پر فائز تھے۔ اور نفاہ فی اللہ کی منزل میں یہاں تک گم تھے کہ جس طرف دیکھتے تھے ازل کی کا شاہدہ کرتے اور جس طرف نگاہ اٹاتے جیلوہ حسن یاہ نظر آتا تھا۔

فرمایا جس چیز کو میں بارہ سال تک بیا بانوں میں ریاضت کی مشقت میں تلاش کرتا رہا وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی۔ یعنی ایک رات والدہ نے مجھ سے پانی طلب کیا۔ میں نے کھڑے میں دیکھا پانی نہ تھا۔ میں نے صراحت میں دیکھا پانی اس میں بھی نہ تھا نہ پانی چیمہ سے پانی لایا۔ واپس آیا تو والدہ سو گئی تھی۔ میں پانی کا پیالہ لے کر والدہ کے سر پر کھڑا ہوا والدہ صاحبہ تہجد کے لئے بیدار ہوئیں۔ مجھے کھڑا دیکھا تو فرمایا۔

بانیزید کیوں کھڑے ہو؟ میں نے عرض کی اس خیال سے کہ آپ بیدار ہوں اور پانی طلب کر لیں لیکن میں حاضر نہ ہوں ترقیامت میں ماں کے نافرمانوں میں نہ اٹھوں۔ والدہ نے تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کی۔ "اے میرے اللہ میرے بیٹے بانیزید کو میری اطاعت کے صلے میں وہ پینر عطا کر دے جو اس کو بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ سے بھی نہیں مل سکی۔ بس پھر کیا تھا ادھر ماں نے دعا کی۔ اللہ میرے حجابات اٹھ گئے۔ سینہ کھل گیا۔ اور میرے دل میں دریائے حقیقت و معرفت کا دریا موجزن ہو گیا۔

○ ایک دفعہ آپ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد امام صاحب نے پوچھا۔ اے بازید! آپ نہ تو کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کچھ لیتے ہیں پھر آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟
فرمایا: پہلے مجھے اپنی اس قضا نماز کو ادا کر لینے دو۔ امام نے کہا نماز تو آپ نے باجماعت پڑھی ہے پھر قضا کیسے سہی؟ فرمایا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں جو اپنے روزی دینے والے کو بھی نہیں جانتا۔

○ پہلی دفعہ حج کو گئے ترمذ خانہ کعبہ دیکھا۔ دوسری بار گئے تو کعبے والے کو دیکھا۔ تیسری بار گئے تو نہ خانہ کعبہ نظر آیا اور نہ ہی کعبے والا — ذاتِ حق میں یہاں تک کم ہو گئے تھے کہ سوائے حق کے اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔

○ خلیفہ حال اور دریائے وحدت میں یہاں تک مستغرق تھے کہ ایک مرتبہ جذبِ دوستی میں پکار اُٹھے سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَرَفِی۔ کہ میری ذات پاک ہے اور میری شان بلند ہے۔ ہوش آیا تو مریدوں نے عرض کی۔ ہٹا! آج آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں۔

فرمایا — اب کبھی مجھ سے ایسے کلمے سنو تو مجھے تلوار سے قتل کر دینا۔ چند دنوں بعد آپ یہ پھر وہی کیفیت طاری ہوئی اور وہی کلمات زبان سے نکلے۔ مریدین نے تلوار ماری۔ مگر تلوار آپ کی گردن سے پار ہو کر زمین پر آگرتی اور آپ کا گلانا نہ کٹتا — ہوش آیا تو غلاموں نے ماجرنا کیا۔
فرمایا — اب میں نہیں ہوں، وہی ہے۔

○ آپ فرماتے ہیں کہ بہت مدت تک میں کعبہ کا طواف کرتا رہا ہوں اور جب میں خدا تک پہنچ گیا تو پھر کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

○ لوگوں نے سوال کیا یا حضرت — فرض کیا ہے، اور سنت کیا ہے۔

فرمایا — اللہ تعالیٰ کی محبت فرض ہے اور ترکِ دنیا سنت ہے۔

○ آپ سے کسی نے پوچھا کہ حق تک پہنچنے کے لئے کیا سبیل ہے؟

فرمایا — گونجے، ہرے اور انہ بن جاؤ، نہ غم سنو، نہ غم سنو، اور نہ غم دیکھو۔

○ ایک مرتبہ اپنے مُردیوں کو ہمراہ حج بیت اللہ شریف کو چلے تو اپنا اور اپنے تمام ساتھیوں کا سامان اونٹ پر لاد دیا۔ ایک مُردینے عرض کی۔ آٹا! اس کیلین اونٹ پر اتنا بوجھ ڈال دیا یہ تو ظلم ہے۔ آپ نے فرمایا! اسے اعتراض کرنے والے ذرا غور سے اونٹ کو دیکھو۔ اس نے دیکھا تو نام لہجہ اونٹ کی پشت سے ایک ہاتھ اٹھایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال تم سے چھپاؤں تو تم مجھ پر لعن طعن کرتے ہو اور اگر ظاہر کروں تو تم میں اس کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

○ حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو بایزید کے ہمراز و واقف کار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دلی کال بھی تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اپنے سر پر عرش الہی کو اٹھائے پرواز کر رہا ہوں۔ صبح ہوئی تو اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے میں بایزید کی طرف گیا یہ پتہ ملا کہ شیخ وفات پا چکے ہیں جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی جنازہ کا پایہ پکڑوں۔ مگر میں کامیاب نہ ہو سکا اور بے تاب ہو کر بازو کے جنازہ کے نیچے گھس گیا اور جنازہ کو سر پر اٹھالیا تو شیخ بول اٹھے کہ اے ابو موسیٰ یہ تمہاری رات کی خواب کی تعبیر ہے۔ یعنی عرش سے مُراد بایزید کا جنازہ ہے۔



چشمہ احسن الخیم

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

شہنشاہ دین و دنیا۔ سرچشمہ حقیقت و معرفت اور صاحب صدق و صفا تھے۔ پہلے آپ بلخ کے بادشاہ تھے اور بڑی شان و شوکت اور بڑے جاہ و جلال اور گرد و فر کے مالک تھے آپ کی توجہ کرنے اور تخت و تاج کو ٹھکرا کر فقر و درویشی کی منزل میں قدم رکھنے کا واقعہ اس طرح ہے :-

شنیدہم کہ ابراہیم ادھم
یک شب تخت دولت تخت خرم
ز سقف خود شنید آواز پلے
ز جا بر جستہ چوں آشفہ رائے

کہ ایک رات حضرت ابراہیم ادھم اپنے محل میں سونے کے تخت پر سوئے ہوئے تھے کہ ایک آنکھ کھل گئی اور محل کی چھت پر کسی کے پلنے پھرنے کی آواز سنی — پوچھا — کون ہے؟
جواب آیا کہ اے شاہ جہانگیر
مُشرکم کہ وہ مرد مظہم پیر

جواب آیا کہ اے تخت و تاج کے مالک اور اے دنیا کے بادشاہ میں ایک بڑھا آدمی ہوں
اور میرا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اپنے اونٹ کو تلاش کر رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم ادھم نے کہا — تو کتا بے وقوف ہے کہ اپنے اونٹ کو ابراہیم کے شاہی
مطلوں میں ڈھونڈتا ہے — جواب آیا — تو بھی کتا احمق ہے کہ اپنے خدا کو سونے کے تخت

پر تلاش کرتا ہے۔

یہ جواب سن کر آپ کانپ اٹھے اور دل میں خوف و ہراس کا ایک طوفان برپا ہو گیا، رات بڑی بے چینی میں گزاری، صبح سوئی تو دوبارہ لگایا اور سب معمول نہری تخت پر بیٹھ گئے۔ اچانک ایک بار ب شخص بڑی شان بے نیازی سے بغیر کسی روک ٹوک کے تخت شاہی کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم ادھمؒ نے پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو اور کس کی تلاش ہے؟ آنے والے نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر ہوں اور تمہاری اس سرائے میں چند دن ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا۔۔۔ یہ سرائے نہیں ہے یہ تو میرا شاہی محل اور دربار ہے۔

اس آدمی نے کہا۔ اس سے پہلے یہاں کون رہتا تھا؟

فرمایا ! میرا باپ

اس نے پھر پوچھا ! تمہارے باپ سے پہلے کون تھا؟

فرمایا ! میرا دادا

اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پھر پوچھا ! اس کے بعد یہاں کون رہے گا؟

فرمایا ! میری اولاد !

پھر اس آدمی نے کہا ! ذرا خیال تو کرو کہ جس مقام پر اتنے آدمی آئیں جائیں۔ لیکن کسی کا مستقل

قیام نہ ہو تو پھر وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ آدمی باہر نکل گیا۔ آپ تنہا اس کے پیچھے دوڑے۔ اور دامن پکڑ کر پوچھا

تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا میں خضر ہوں۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم ادھمؒ کا درد بڑھ گیا اور حشمت الہی کی آگ بھڑک اٹھی ! اٹھوٹے پر

سوار ہو کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ اس وقت آپ نے یہ آواز سنی ! کہ اے ابراہیم اس وقت سے پہلے

جاگ رہا کہ تہیں موت کے ذریعے جگایا جائے۔

یہ آواز سن کر آپ کی کیفیت بدل گئی اور علیہ حال میں بے خود ہو گئے واپس آکر تاج و تخت کوڑھ کر ماری اور چٹھا ہوا فقیرانہ لباس پہن کر شہر سے باہر نکل گئے۔

خربت الہی میں کانپتے تھے اور اپنے گناہوں پر روتے جاتے تھے، جنگلوں بیا بازن اور صحراؤں میں یا پیادہ پھرتے پھرتے نیشاپور کی ایک غار میں جا چھپے اور پھر اسی غار میں نو سال تک ریاضت و عبادت اور مجاہدہ نفس کرتے رہے جب لوگوں کو آپ کی ریاضت و عبادت کا علم ہو گیا تو آپ اس غار سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔

راستہ میں ایک نورانی صورت والے بزرگ نے آپ کو اسم ذات سکھایا۔ اس بزرگ کے جاتے ہی حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا: اے ابراہیم جس نے تم کو اسم ذات سکھایا ہے وہ میرے بھائی حضرت ایسا علیہ السلام تھے۔ اور میں ہی تیرا مرشد ہوں۔ اور میں نے ہی تجھے راہ طریقت پر چلایا ہے۔

۶ ایک روز کسی بزرگ کے ہمراہ ایک پہاڑ پر تھے۔ دوران گفتگو اس بزرگ نے آپ سے سوال کیا کہ مرد کے کمال کی کیا علامت ہے۔ فرمایا: اگر پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ فوراً چلنے لگے آنا زانا تھا کہ پہاڑ چلنے لگا۔ فرمایا: میں نے تجھے تو نہیں کہا تھا وہ پہاڑ ٹھہر گیا۔

۷ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھا کہ طوفان آگیا۔ چنانچہ غیب سے آواز آئی۔ کشتی والو! غرق ہوتے کا ٹکڑہ نہ کرو۔ کیونکہ ابراہیم تمہارے ساتھ ہے۔ اچانک طوفان کی ایک لہر اٹھی اور کشتی ہچکے کھانے لگی۔ لوگ روتے گئے آپ کے پاس قرآن شریف تھا۔ عرض کیا یا الہی! کیا تو اس کشتی کو غرق نہ کر دے گا جس میں تیرا قرآن پاک ہو؟ آواز آئی۔ نہیں۔ ہم ایسا نہیں کریں گے۔

۸ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھ کر اپنی گڈری سی رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا۔ اے ابراہیم بلخ کی بادشاہی چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا؟

یہ سنتے ہی آپ نے اپنی سوئی دریلے دجلہ میں پھینک دی اور فرمایا کہ میری سوئی لاڈ! اس حکم

پر ہزاروں پھلیاں اپنے اپنے منہ میں سونے کی سوسیاں لے کر پانی کی سطح پر آگئیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ نہیں نہیں مجھے اپنی سوئی چاہیے۔ اتنے میں ایک پھلی نے وہی سوئی لا کر پیش کر دی۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بلخ کی بادشاہی چھوڑنے کا صلہ تم نے دیکھ لیا۔ جب میں بلخ کے تخت پر تھا تو مرن انسان ہی میرے مطیع تھے۔ اور اب تخت و تاج کو چھوڑ کر فقر و درویشی کا لباس پہن لیا ہے تو دریاؤں کی پھلیاں بھی میرا حکم مانتی ہیں۔

● کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول نہیں کرتا؟ فرمایا تم لوگ خدا کو جانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے دور نہیں بھاگتے موت کو برحق سمجھتے ہو مگر اس کا سامان نہیں کرتے بھلا جو شخص ایسا ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت سید علی ہجویری المعروف

داتا گنج بخش (علیہ السلام)

امام شریعت و طریقت! پیشوائے معرفت و حقیقت۔ تاج دین و دیانت! شمعِ رشد و ہدایت! کان حق و صداقت اور صاحبِ کشف و کرامت تھے۔

حضرت شیخ ابراہیم الفضل بن حسن خلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو کر علوم ظاہری و باطنی سے سرفراز ہوئے۔ مرشدِ پاک کے فیض و برکات کے سرچشمہ سے اپنے دل کی کھینچی کو میراب کرنے اور شیخ کی شمعِ روحانیت سے اپنے سینے کو منور کرنے کے بعد مخلوقِ خدا کو سیدھی راہِ دکانے کے لئے اور ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں رشد و ہدایت کا چراغ جلانے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ شیخ نے حکم فرمایا! سید علی! لاہور جا کر خدا کے بندوں کو حق و ہدایت کا راستہ بتاؤ۔

عرض کی آقا۔ جو ارشاد ہو! مگر لاہور میں میرے بھائی خواجہ حسن زنبانی جو موجود ہیں۔ فرمایا۔ علی! جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے! چنانچہ مرشد کے حکم سے لاہور وارد ہوئے۔

شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ جنازہ کس کا ہے؟

جواب بلا! حسن زنبانی کا۔

آپ سمجھ گئے۔ کہ مرشد کے حکم میں کیا راز تھا!

اسی مقام پر اپنا فقر و درویشی کا بردیا بچا کر بیٹھ گئے جہاں آپ کا فرار پر انوار ہے
اور دین حق کی تبلیغ شروع کر دی اور مخلوق خدا کو توحید و رسالت کا درس دینا شروع کر دیا ذکر و
فکر کی مجلسیں ہونے لگیں اور اسی شیخ رشد و ہدایت پر لوگ پروانوں کی طرح آنے لگے۔ حقیقتاً تمناؤں
نے سید علی بھجوری کو گاس کی ایک جھونپڑی بنادی تھی جس جھونپڑی پر شہنشاہوں کے محلات و قلعوں
حکمرانوں کے تخت و تاج صدقے اور فرمانرواؤں کی سلطنتیں نہاں۔

گاس کی اس جھونپڑی سے جب اللہ احد کی صدا نکلتی تو لاہور کے درو دیوار و جد میں آ
جاتے بندگان خدا کے دلوں پر رقت طاری ہو جاتی اور ہزاروں انسانوں کے سیاہ دلوں میں نور
ایمان چمک اٹھتا۔

راجہ راؤ — جوان دنوں لاہور کا گورنر تھا۔ کو جب حضرت علی بھجوری رحمۃ اللہ علیہ
کی ان سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو براہِ فرخہ ہو کر غصہ میں بھرک اٹھا۔ اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ آج
رات اس فیکر کی جھونپڑی کو جلا دو اور اس فیکر کو شہر سے نکال دو۔

رات ہوئی تو راجہ راؤ کے سپاہی جلتی ہوئی ٹالیں لے کر آ گئے۔ آپ دنیا سے بے خبر تشر
یار میں عورتے۔

سپاہیوں نے گاس کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی بہت کوشش کی مگر نہ لگی۔
وہ آگ لگاتے۔

یہ اللہ اکبر کہتے! آگ بجھ جاتی۔

فرمایا — تم کون ہو؟

انہوں نے کہا — ہم راجہ راؤ کے سپاہی ہیں اور تیری جھونپڑی کو جلانے آئے ہیں۔

فرمایا — فیکر کی اس جھونپڑی کو تو جہنم کی آگ سے بھی نہیں جلا سکتا۔

سپاہیوں نے کہا — تو پھر تو ہی شہر سے نکال جا۔

فرمایا — میں جلنے کے لئے نہیں آیا۔ میری تو آپ قریب لاہور ہی میں بنے گی۔

سپاہیوں نے پیر تل چٹرک کر آگ لگانی چاہی۔
سید علیؒ — جلال میں آگئے۔

فرمایا — وہ دیکھو راجہ راؤ کا محل جل رہا ہے۔

سپاہیوں نے دیکھا کہ راجہ کے محل میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ جھونپڑی کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ راجہ راؤ کو سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ محل میں آگ لگنے کی وجہ بھی اسی فقیہ کی بددعا ہے۔
راجہ راؤ اسی وقت اٹھا — داتا گنج بخشؒ کے قدم پکڑ کر معافی طلب کی اور مسلمان ہو گیا۔

داتا صاحب نے فرمایا — جاؤ تمہارے محل کی آگ بھی بجھ گئی ہے۔ آپ کے ولایت و طرقت اور روحانیت و حقیقت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیریؒ اور حضرت شیخ مسعود الدین گنج شکرؒ نے آپ کے مزار پر انوار پر چمکشی کر کے فیوض و برکات حاصل کئے۔
خواجہ معین الدین چشتیؒ رفیع باطنی حاصل کرنے کے بعد جب رخصت ہوئے تو آپ کے مزار پر یہ شعر لکھ گئے۔

گنج بخش فیض عالم منظر نورِ خدا

ناقص را پیر کمال کا ملاں را راہنا

6 حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی جھونپڑی میں بیٹھے تھے کہ ہندوؤں کی یارات قریب سے گزری۔

جھونپڑی کے قریب آئے تو وہ راستہ بھول گئے

انہوں نے دیکھا کہ ایک فقیر بیٹھا ہے وہ ہندو داتا صاحب کے پاس آئے اور کہا۔ اے

فقیر! ہم راستہ بھول گئے ہیں ہیں راستہ بتا دے۔

فرمایا — راستہ تباہوں یا رستہ دکھا دوں!

انہوں نے کہا دکھا دے۔

داتا صاحب نے توجہ فرمائی تو ان کو ردضہ مصطفیٰ نظر آگیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمام مسلمان

ہو گئے۔

پھر آپ نے ایک مسجد بنوائی اور اس کا رخ ذرا سامانی بہمت جنوب تھا۔ علائے لاہور نے اس پر اعتراض کیا۔

آپ سن کر خاموش رہے مسجد کی تکمیل کے بعد آپ نے تمام علماء کی دعوت کی اور خود امام بن کر اسی مسجد میں نماز پڑھائی۔

اس کے بعد تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ رخ پر اعتراض کرتے ہو اب دیکھ کر قبلہ کس طرف ہے۔

جب انہوں نے دیکھا تو قبلہ سامنے تھا اور مسجد کا رخ قبلہ بھی سیدھا تھا۔

(سفینۃ الاولیاء - دارالاشکوہ)

آپ کے مزار پر انوار پر مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے اور فقیروں، درویشوں، مستوں اور مجنوں کا میل لگا رہتا ہے۔

عقیدت مند لوگ ہر رنگ میں اپنی اپنی عقیدت کے پھول نچا دے کرتے ہیں۔ دور دور سے سالکانِ راہِ حقیقت اور طالبانِ عشق دستی آپ کے آستانہ عالیہ سے فیض حاصل کرنے کے لئے سر جھکا کر گم گم میٹھے رہتے ہیں ہر وقت ذکر و فکر اللہ ہو اور قرآن پاک کی تلاوت ہوتی رہتی ہے بے مرادوں کو مُراد اور بے اولادوں کو اولاد ملتی ہے۔

بے کسوں کی دست گیری اور مشکل والوں کی مشکل کشائی ہوتی ہے۔ دیکھیں کہ دُکھ دور ہوتے ہیں اور بے قراروں کو سکون ملتا ہے درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے حضور داتا گنج بخش میں اپنا تدرانہ عقیدت یوں پیش کیا ہے۔

ستیر ہجر میر محمد دوم اُم
مرتدا او پیر سبخر احمد

عہدِ فاروق از جالش تازہ شد حق از حرفِ اولند آوازہ شد

پاسبانِ عزتِ ام الکتاب

از نگاہش خانہ باطل خراب

ناک پنجاب از دمِ او ز زندہ گشت صبح ما از مہرِ او تابندہ گشت

ماشتی و ہم قاصدِ طیارِ عشق از جبینش آشکارا سرِ عشق

میں نے ایک رات ایک ایسے جوان کو دیکھا جو ظاہر میں خوش لباس تھا لیکن باطن میں اس

کا دل پھٹا ہوا تھا وہ دانا صاحب کے مزارِ اقدس کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا اور یہ شر پڑھتا

جاتا تھا۔

کاسۂ شوق کے تو آیا ہے اُن کے رویہ و

آنکھوں سے التجا بھی کر دل سے انہیں صدا بھی دے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خواجہ اجمیری علیہ رحمۃ اللہ

حضرت خواجہ عیسیٰ الدین چشتی اجمیریؒ ظلمت کدہ ہند میں توحید کی شمع روشن کرنے آئے
بجارت کے برہمنوں کو حق و اسلام کی راہ دکھانے آئے۔ سونمات کے بجاہریوں کو کعبہ کی شان دکھانے
آئے پتھروں کی مورتیوں کے آگے سر جھکانے والوں کو ایک معبودِ حقیقی کے آگے جھکانے آئے اور
رام رام چنے والوں کو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام بتانے آئے اور اس شان سے آئے کہ
بے کوئی فوج تھی اور نہ کوئی لشکر! نہ کوئی تلوار تھی اور نہ کوئی خنجر اور نہ کوئی قوت تھی اور نہ کوئی
طاقت، بس ہاتھ میں تسبیح تھی اور لبیل میں قرآن! سر پر کھدر کی ٹوپی تھی اور پاؤں میں لکڑی کی کڑاوی
اور دل میں شمع توحید کی روشنی تھی اور آنکھوں میں نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلوے۔
اس لئے کہ ۔۔

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جوابات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے۔
حکومت پر پھری راج کی تھی اور جوگی جے پال — پر پھری راج نے حکومت کا رعب دکھایا
— فقیر مسکرایا کہ ۔۔

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سحر و طفرل سے کم شکوہ فقیر!
راج نے طاقت آزمائی۔ فقیر نے شانِ فقر دکھائی کہ

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ

پتھوی راج نے کہا۔ اور فقیر تو یہاں کیوں آیا ہے۔ خواجہ اجیریؒ نے جواب دیا۔ میں
کفرستان ہند میں اسلام کا ڈنکا بجانے آیا ہوں۔ اور بھارت کے اس ظلمت کو دھڑک میں توحید
کے چراغ جلانے آیا ہوں۔ اور پتھروں کے آگے جھکنے والوں کو ایک خدا کے آگے جھکنے آیا
ہوں۔ اور رام رام جینے والوں کو محمدؐ کا کلمہ پڑھانے آیا ہوں۔ اور سچ پوچھو تو سونامی
کے بیمار لوں کو خدا سے ملانے آیا ہوں۔ اور —

اگر چہ بت ہیں جماعت کی استغینوں میں
مجھے ہے حکم اِذَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

پتھوی راج نے غصے سے کہا۔ اور فقیر یہاں سے نکل جاؤ۔ فقیر نے جلال میں فرمایا
تم ہی بدل جاؤ۔

پتھوی راج۔ میرے پاس ساز و سامان ہے۔

خواجہ۔ میرے پاس دولت ایمان ہے۔

پتھوی راج۔ میرے پاس ہتھیوں کا لشکر ہے۔

خواجہ۔ میرے ساتھ اللہ اکبر ہے۔

اور پھر جب پتھوی راج کی طاقت اس مردِ حق شناس پر غالب نہ آسکی تو اس وقت کے
ہندوستان کے مشہور جادوگر جوگی جے پال کو بلایا گیا۔ تاکہ وہ اپنے جادو کے زور سے اس
فقیر پر غالب آجائے۔

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ اُدھر کُفر و باطل تھا، اُدھر حق و اسلام

تھا۔ اُدھر ضلالت و گمراہی تھی۔ اُدھر رشد و ہدایت تھی۔ اُدھر راہِ پرستی تھی۔
اُدھر روحانیت تھی۔ اُدھر جادو تھا۔ اُدھر کرامت تھی۔ اُدھر جے پال تھا۔

ادھر معین الدین تھے۔ جوگی نے اپنی مٹھی بند کی اور کہا — ادھر فیراجا میری مٹھی میں کیا ہے؟
 خواجہ صاحب نے نگاہِ فقر سے دیکھا اور فرمایا کہ تیری مٹھی میں گنگا و جمن کی ریت ہے — جوگی
 نے کہا ٹھیک ہے — اور پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے باغِ جنت کا
 ایک پھول اپنی مٹھی میں لے کر فرمایا — ادھر جوگی! بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟
 جوگی جے پال نے اپنے جادو کے زور سے زمین کا کونہ کونہ دیکھا مگر کوئی کچھ نہ آئی —
 پھر وہ جادو کے زور سے ہوا میں اڑ گیا اور ابھی تھوڑا سا ہی اڑ گیا تھا کہ خواجہ صاحب نے اپنی
 کمرے کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس جوگی کو نیچے لاؤ بس پھر کیا تھا۔ کھڑاؤں ہوا میں اڑ گئیں
 اور جوگی جے پال کے سر پر پڑنے لگیں۔ وہ تنگ آ کر نیچے آگیا اور نیچے آ کر خواجہ صاحب کے قدم چوم
 کر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی قبر بھی خواجہ صاحب کے مزارِ اقدس کے ساتھ ہی ہے۔
 پھر آہستہ آہستہ کھڑستانِ ہند میں اسلام کی تبلیغ ہونے لگی اور خواجہ اجیریؒ کے چشمہ ولایت و
 روحانیت سے بھارت کی اُجڑی ہوئی کھیتیاں حتی و صداقت کے آبِ حیات سے سرسبز ہونے لگیں اور
 بُت خانہ سُندھ میں آذان کی صداٹے حتی گونجنے لگی اور سونات کے پکار لہروں کے سیاہ دلوں میں نورِ ایان
 جگمگانے لگا۔ اور مندروں کے آگے سر جھکانے والے ایک معبودِ حقیقی کے آگے سر بسجود ہونے
 لگے۔

۶ ایک چھوٹی سی مسجد کی تعمیر شروع کی گئی جو رات کو چراغِ جلا کر بنائی جاتی۔ پرتھوی راج
 کو پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ کوئی دکاندار اس فقیر کے مُریدوں کو تیل نہ دے چنانچہ اگلے دن کسی
 نے بھی خواجہ اجیریؒ کے مُریدوں کو تیل نہ دیا۔ درویشوں نے عرض کی آقا پرتھوی راج کے حکم سے
 دکانداروں نے ہمیں تیل دینا بند کر دیا ہے — فرمایا کوئی فکر نہیں، رات ہوئی تو خواجہ اجیریؒ نے
 فرمایا کہ میرے وضو کے پانی سے چراغِ جلاؤ — چنانچہ — وضو کا پانی چراغوں میں ڈال کر دیئے
 روشن کر دیئے گئے، اور جس رات خواجہ اجیریؒ کے وضو کے پانی سے چراغِ جلا رہے تھے اس رات
 پر انھوں نے راج کے محلوں میں تیل نہیں جلتا تھا۔

ہزار خفت ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
 یہی رہا ہے ازل سے قلندر کا طریق
 ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
 فقط یہ بات کہ پیر مغال ہے مرد خلیق

حضرت خواجہ خواجگانِ چشت جناب معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے اپنے روحانی کمالات اور فقر و درویشی کے زور پر ایمان کی قوت اور رشد و ہدایت کی غیر فانی طاقت کے ذریعے اس کفرستانِ ہند میں اسلام کا ڈنکا بجایا۔ اور اس ظلمت کو ہ کفر و شرک میں توحید و ایمان کا نور پھیلایا اور نوے لاکھ کافروں کو مسلمان کیا۔ آپ کا ایک غلام بازار سے سودا خریدنے جا رہا تھا کہ اس وقت کے کافر حکمران رائے پتھوراکے سرداری سامنے سے بڑے کمرے آ رہے تھے رائے پتھوراکے سپاہیوں نے آواز دی اے فقیر راستہ صاف کر دے۔ خواجہ کے درویشی نے کچھ پرواہ نہ کی جس کی بنا پر رائے پتھورائے غصے میں آکر اس درویش کو تکلیف دی۔ درویش نے آکر رائے پتھوراکے شکایت کی تو خواجہ اجمیری نے رائے پتھوراکو خط لکھا کہ اُسندہ ایسی حرکات سے باز آؤ ورنہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ رائے پتھورائے خط پڑھ کر پرواہ نہ کی بلکہ خواجہ صاحب کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت خواجہ اجمیری نے جب اس کا یہ تکبرانہ جواب سنا تو اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔

ہم نے رائے پتھوراکو زندہ پکڑ کر شکر اسلام کے حوالے کر دیا۔
 خواجہ غریب نواز کی زبانِ حق ترخان سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کے رہی کہ سلطان شہاب الدین غوری شکر اسلام سے چڑھائی کر دی۔ شکر گدار کو شکست ہوئی اور رائے پتھورا زندہ پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طریقت کے پیشوا پیر سید مہر علی شاہ علیہ السلام

قطب جہاں، غوثِ زمان، شیکرِ بے کساں، رہبرِ کائنات، فیضِ مستطاب، عالیِ جناب حضرت
پیر سید مہر علی شاہ شہنشاہِ گورکھ شریف۔

ایسے ولی کامل تھے کہ جن کی نگاہِ فیض و کرم نے ہزاروں انسانوں کی تقدیر بدل دی جن کی
روحانی توجہ نے لاکھوں بندگانِ خدا کے سوئے ہوئے مقدر جگا دیئے جن کے دستِ دمانے بیادوں
کو شفا بخشی اور دکھوں کو کھ عطا کیا۔ بے اولادوں کو اولاد دی اور بے مرادوں کا ماہنِ گوہرِ مراد
سے بھر دیا۔ ایسے غوثِ زمان تھے کہ جن کے دریائے ولایت سے تشنگانِ حقیقت و معرفت اپنی
اپنی پیاس بجھا کر جاتے اور جن کے چشمہٴ رشد و ہدایت سے نسلِ انسانی کے دلوں کی اجڑی ہوئی
کھیتیاں سرسبز ہوئیں اور جو کبھی جذبِ وحشی میں اللہ کو کافروں لگاتے تو گورکھ کی پہاڑیوں سے بھی
اللہ کو کہ آواز آتی ایسے قطبِ جہاں تھے کہ جن کے آستانہٴ فیوضات سے گدایانِ کوہِ طریقت اپنے
اپنے کاسہ گدائی بھر کر جاتے اور جن کی چوکھٹ پر سر نیاز جھکانے والے عارف و سالک بن کر نکلتے
اور جن کی مجلسِ پاک میں بیٹھنے والے نظامِ الدین اولیاء اور معینِ الدین چشتی کی نورانی مجلس کا سامنہ
یا کر اپنے گلوں میں فقر و درویشی کے تہیوں کے مار پہن کر اٹھتے۔ ایسے مردِ درویش کہ جنہوں نے
گورکھ شریف کی پہاڑیوں پر رشد و ہدایت کی ایک ایک شمع جلائی کہ جس کی روشنی سے ہزاروں
انسانوں کو کھوٹی ہوئی راہ مل گئی اور لاکھوں بندگانِ خدا کے تارکک دلوں میں نورِ عرفان پیدا ہوا اور

جس کی ضیاء سے دور دور تک کے خلاات و گمراہی کے اندھیرے چھٹ گئے اور جس کی لوسے سرزمین پاک و سنہ میں حقیقت و معرفت کی روشنی پھیل گئی۔

ایسے قلب جہاں کہ جن کی نگاہوں میں جذب و مستی رقص کرتی رہتی تھی۔ اور جن کی آنکھوں میں گنبد خضریٰ کے حسین نظارے چلتے رہتے تھے اور جن کا دل محبت الہی سے بربز اور سینہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر پور تھا۔ اور جن کے مار فانیہ کلام میں محبوب حقیقی کے پایہ کا دریا موجزن ہے اور جن کے ہر شعر میں حقیقت و معرفت اور کیف و مستی کا ایک چشمہ چھوٹتا ہے۔

○ آپ ایک دفعہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے و یا رب حبیب کی پیر کیف وادیال تھیں اور خاکِ بطلما کے پر نور درے۔ مدینہ منورہ کی مقدس گلیاں تھیں اور گنبد خضریٰ کے حسین نظارے ایک رات اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عشا کی سنتیں قضا ہو گئیں۔ رات کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے اور فرمایا میرے مدینے پاک میں اگر میری سنتیں قضا کر دیں؟ عرض کی آقا یہ تو سنتیں قضا ہوئی ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ خدا کے فرض قضا کرنے سے جلوہ حسن دکھاتے ہیں تو خدا کی قسم میں خدا کے فرض بھی قضا کر دیتا۔

○ ایک دن عصر کی نماز کے بعد آپ بتی سے باہر نکلے دیکھا کہ دو آدمی جا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی ہم مدینے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مدینہ ادھر تو نہیں۔ انہوں نے کہا ہم نے اس مدینے جانا ہے جو گجرات کے قریب ہے آپ نے فرمایا تم لوگ اس مدینے کیوں نہیں جاتے جو جنت سے بھی افضل ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ آقا ہم غریب ہیں دہاں کیسے جائیں۔ آپ کے چہرہ اقدس پر جلال فقر قس کرنے لگا۔ اور فرمایا — وہ دیکھو سامنے کیا ہے؟ انہوں نے نگاہ اٹھائی تو روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تھا۔

○ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی انگریزی، بنا سیتی اور بھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو گمراہ و بے دین کرنا شروع کر دیا۔ اس مرد درد لیش نے مرزا قادیانی کی بھوٹی نبوت کو لا کارا۔ لاہور میں ایک تحریریں شاعر کا استظام کیا گیا۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے اس دن کامل نے فرمایا

— مرزا صاحب آپ اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں اور میں نبی کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں۔ میرے پر
 قلم دوات اور کاغذ رکھ دیتے ہیں پھر جس کا قلم کاغذ پر خود بخود لکھتے وہ سچا ہے۔ مرزا صاحب
 یہ سن کر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور بھاگتے بھی کیوں نہ جب کہ ایک طرف جھوٹا نبی تھا اور دوسری
 طرف سچے نبی کا سچا غلام تھا۔ اُدھر مغل تھا اور اُدھر سید تھا۔ اُدھر گھسیٹ کا پتہ تھا اور اُدھر
 خاتمہ رضی اللہ کا تخت جگہ تھا اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ اس مردِ درویش کا قلم کاغذ پر خود
 بخود لکھ رہا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طالبِ معبود

قاضی سلطان محمود علیہ رحمۃ اللہ

زبدۃ العارفین، قدوة السالکین، عہدۃ الاولیاء، فخر الکاملین جناب خواجه قاضی سلطان
محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ آدان شریف والی سرکار۔

ایسے مردِ کامل تھے کہ جن کے آفتابِ رشد و ہدایت سے خطہ پاک و ہند روشن ہوا۔ اور جن
کے چراغِ حقیقت و معرفت سے ہزاروں انسانوں کو حق و صداقت کی راہ ملی۔ اور جن کے چشمہٴ روحانیت
سے لاکھوں بندگانِ خدا کے دلوں کی اُجڑی ہوئی کھیتیاں سیراب ہوئیں۔

ایسے ولی کامل تھے کہ جن کی فقر و درویشی کی مثل سے انسانوں کے تاریک دل جگمگا اٹھے
اور جن کے اخلاق و پیار نے بیگانوں کو بھی اپنا بنا لیا اور جن کے تصرفاتِ باطنی کو دیکھ کر سینکڑوں
غیر مسلم حلقہٴ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

ایسے پیرِ کامل تھے کہ جن کے دل میں محبتِ الہی کا ایک دریا بہہ جہن تھا اور جن کے سینے میں
عشقِ رسول علیہ السلام کی آگ نہاں تھی جن کی نگاہوں میں حُسنِ یار کے جلوے تھے اور جن کے پہلو
میں ایک دردِ بھرا دل تھا جو کہ مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لئے تڑپتا رہتا تھا۔

ایسے مردِ درویش تھے کہ جن کے متعلق میرٹ مرشدِ لاثانی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب
بہت بڑے مردِ کامل ہیں اور جنہوں نے اپنے مرشدِ پاک خواجه خواجگانِ حضرت پیرا خوند صاحب

سید و شریف (سوات) سے فیض حاصل کرنے کے علاوہ حضرت شاہد و لہا دریائی اور شیخ بہادر الدین غوث رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض باطنی حاصل کیا۔

مستری اللہ بخش جو پہلے دہائی تھے اور اولیاء اللہ کی کرامات کے شکر تھے۔ ایک دفعہ لالہ موسیٰ میں ان کو حضرت قاضی صاحب کی قدم کو سی نصیب ہوئی۔ حضرت صاحب جب تشریف لے جانے لگے تو آپ کی فقیری کا امتحان لینے کی نیت سے مستری صاحب بھی ساتھ ہوئے راستہ میں عیساٹیوں کا ایک قبرستان آیا۔ قاضی صاحب نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک مسلمان شہید کی قبر ہے۔ مستری اللہ بخش نے دل میں کہا کہ بھلا عیساٹیوں کے قبرستان میں ایک مسلمان شہید کی قبر کیسے ہو سکتی ہے۔ قاضی صاحب نے مستری اللہ بخش سے فرمایا کہ مستری صاحب! ایک آدمی اگر کوئی بات کہہ دے تو بے سوچے سمجھے اسے غلط کہنا آپ نہیں۔ پھر قاضی صاحب نے اپنا رومال مستری صاحب کے سر پر رکھ دیا مستری صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کشمیر میں اس وقت یہ سہو رہا ہے وہ سہو رہا ہے۔ قاضی صاحب نے اپنا رومال مستری اللہ بخش کے سر سے اٹھایا اور فرمایا مستری صاحب یہ کیا فرما رہے ہو عرض کی حضور خدا کی قسم میں اس وقت کشمیر میں تھا اور جو کچھ کہہ رہا تھا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

قاضی صاحب نے فرمایا۔ مستری صاحب اس رومال نے تو آپ کو سارا کشمیر دکھا دیا اور رومال والا یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ قبر کس کی ہے!

مستری اللہ بخش صاحب نے قاضی صاحب کا یہ کمال و تصرف دیکھ کر اپنے عقائد بد سے توبہ کر لی اور پھر ساری زندگی قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گزار دی۔ چودھری اللہ دین صاحب مرحوم ساکن طاہر ضلع گجرات کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے چچا بھائی ایک شگن قسم کا مقدمہ دائر ہو گیا جس سے میں بہت پریشان تھا اس لئے کہ فریق ثانی مت منداور با اثر تھا۔ ایک رات قاضی صاحب تہجد کے لئے بیدار ہوئے میں نے وضو کے لئے

پانی کا لڑنا پیش کیا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا چوہدری صاحب پریشان کیوں ہو۔ میرے مریضوں کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے اس پر میرے دستخط لے جاتے ہیں اور جہاں تک ہر کے میں ان کی حایت کرتا ہوں اور جہاں ممکن نہیں ہوتا وہاں مجبوراً دستخط کر دیتا ہوں۔ کیا تم نے حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے متعلق نہیں سنا کہ دہلی کے ایک بادشاہ کی معزولی کے کاغذات پر چھپ چاپ دستخط کر دیئے تھے تم فکر نہ کرو خدا بہتر کرے گا۔ چنانچہ اگلی تاریخ پر مقدمہ خارج ہو گیا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سید احمد المعروف میراں بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ

قلبیہ جہاں۔ خوش زمان اور امام اسالین حضرت خواجہ نراجگان سید احمد المعروف
میراں بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی بھی انہیں اولیاء اللہ کی مقدس جماعت میں شامل ہے جن
کی بدولت ظلمت کدہ ہند میں دین اسلام کی روشنی پھیلی اور کفر و باطل کے انھیروں میں حق و ہدایت کے
چراغ روشن ہوئے۔

بیجا پور (جارت) سے چل کر حقیقت و معرفت کی منزلیں طے کرنے اور شریعت و طریقت کے
روز و اسرار اور قرب الہی کے سربستہ راز و نیاز کا درس لینے کے لئے سیدھے شہنشاہ بغداد حضرت خوش
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ بکھربار میں پہنچ کر کئی سال تک ان کے مزارِ اقدس پر اعتکاف میں رہے۔
اور پھر دستگیر بے کساں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ اقدس سے رشد و
ہدایت کے خزانہ سے بھر پور۔ حق و معرفت کی دولت سے مالا مال اور تصرفات و کرامات کی روحانی
توت سے سرفراز ہو کر انہیں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بحیرہ صلیح سرگردا میں قیام پذیر ہو گئے اور پھر وہیں
سے آپ کے فیوض و برکات کے چشمے پھوٹے جنہوں نے لاکھوں تشنگانِ حقیقت و معرفت کو سیراب کیا۔
اور حق و ہدایت کی راہ سے جھلک کر ٹھوکریں کھانے والے خدا کے بندوں کو منزلِ مقصود کا نشان بتایا
— اور پھر اس طرح یہ خطہ پنجاب اس مردِ کامل کی بدولت ضلالت و گمراہی کے تاریکیوں میں حق و ہدایت
کی قندیلیں روشن ہوئیں — آپ کے فیوض و برکات کا آفتاب چمکا۔ تصرفات و کرامات کا
سندھ طلوع ہوا اور روحانی و دنیائی کمالات کے گلشن میں ایک نئی و تازہ بہار آئی۔

اور۔ ایسا ہوتا بھی کیوں نہ؟ اس لئے کہ آپ سلسلہ قادریہ کے مندر نشین اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے بڑے محبت جگر حضرت عباس علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ علیہ سے جا ملتا ہے۔

بلا جس مرد درویش کاتب حضرت علیؑ سے جا ملتا ہو اور طریقت و حقیقت اور سلوک و معرفت میں جن کی پشت پر حضرت عوثرؑ پاکؑ کا دستِ کرم ہو اور جن کے فیوض و برکات اور روحانی توجہات کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو خدا کی معرفت حاصل ہوئی ہو اور لوگوں کو شریعت و طریقت اور کیف و سنی کی دولت نصیب ہوئی ہو ایسے ولی کامل کے وصال کے بعد اگر اس کے نزار اقدس پر آسمان کے فرشتے سلامی کے لئے حاضر ہوتے ہوں تو اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں۔

کرامات

○ ایک دفعہ حضور مٹھ ٹوانہ تحصیل خراب خلع سرگودھا تشریف لائے۔ ایک ہندو دوکاندار سے کچھ سودا سلف لیا اور کھانے پینے کی اشیاء خریدیں۔ حضرت جانے لگے تو اس ہندو نے عرض کی جناب۔ قرض تو آتا رہاؤ!

میرا بادشاہ نے فرمایا۔ جائی۔ اللہ کے قرض سے رہائی ملے تو کسی اور کا قرض اتار دو! ہندو نے پیرا التجا کی۔

جناب۔ سودے کی رقم دے جاؤ! حضرت اس وقت ایک درخت سے تکیہ لگائے کھڑے تھے۔ مگر اگر فرمایا۔ اس درخت کے اوپر چڑھ جاؤ اور درخت کو ہلاؤ۔ اس ہندو نے ایسا ہی کیا۔ درخت پر چڑھ کر اسے زور سے ہلایا۔ بس پیر کیا تھا۔ درخت سے چاندی کے بکسے کے روپے جھڑنے لگے۔

وہ ہندو میرا بادشاہ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گیا اور دست بستہ عرض کی۔ حضور۔ میں نے رقم صاف کر لی ہے۔ وہ ہندو متھرا قوم سے تھا۔

○ قادر پور سیدان کی بستی کا واقعہ ہے کہ شاہ قادر بخش کے حق میں دعا فرمائی کہ قادر بخش قیامت تک زندہ رہے گا اور اللہ کے پکڑے ہوئے لوگوں کو بھی چھڑا لیا کرے گا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قسم کا درد بدن کے کسی حصہ میں بھی ہو گا تو وہ شاہ قادر بخش کی دُعا سے آرام پائیگا۔ اور ان کے مرنے کے بعد بھی ان کا مزار پاک روحانی شفاخانہ ہوگا۔

چنانچہ۔۔۔ آج بھی درد کے مارے ہوئے لوگ آپ کے مزار پر انوار پر آتے رہتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ یہ موضع ضلع اٹک، تحصیل تہ گنگ میں ہے اور وہاں چیت میں بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔۔۔ دور دور سے لوگ حضرت میراں بادشاہ کی کرامت دیکھنے آتے ہیں!

○ دریائے جہلم میں خطرناک قسم کی طغیانی تھی۔۔۔ طوفانی لہریں کناروں سے باہر شہر کے درد و لہو مارے ٹکرا رہی تھیں۔ لوگ حضرت میراں بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی۔۔۔ یا حضرت۔۔۔ کہیں بحیرہ شہر دریا کی موجوں میں نہ بہہ جائے۔ دعا فرمائیں۔۔۔ اس عذاب ناگہانی سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

فرمایا۔۔۔ گہراؤ نہیں۔ اللہ رحم فرمائے گا۔

حکم دیا ایک لڑکا لاؤ جو باں باپ کا اکلوتا اور بیٹھی کا ہو۔ لڑکا حاضر کیا گیا۔ لڑکے کو منہ کر دیا۔ ایک رقعہ لکھ کر لڑکے کو دیا اور حکم دیا کہ اس دریا میں چھلانگ لگا دو۔ لڑکے نے چھلانگ لگا دی۔ اور اس طرح وہ طوفانی لہروں میں گم ہو گیا۔

لڑکے نے دیکھا کہ ایک بزرگ حکم فرما رہے ہیں کہ بحیرہ کو تباہ کر دو۔ لیکن جب اس لڑکے نے حضرت میراں بادشاہ کا رقعہ اس بزرگ کو دیا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمارے دوست کا اب خط آگیا ہے اب پورے علاقہ میں کوئی نقصان نہ ہو۔ دریا اسی وقت اُتر گیا۔ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اس لڑکے سے پوچھا۔ ہمارے پاس رہو گے یا واپس جاؤ گے۔ عرض کی۔ حضور۔ واپس کر دیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے ایک غلام کو حکم فرمایا کہ اس لڑکے کو واپس چھوڑ آؤ۔ اس لڑکے کا

نام حضرت نصیب دریائی ہے اور اس کا مزار بھی بمبیرہ میں ہی ہے۔

چیت کا پورا ہمینہ لوگ دور دور سے آتے ہیں اور ہر قسم کے پھوٹے، بھنسی سے نجات حاصل کرنے کے لئے تھوڑا سا خون دے کر شفا پاتے ہیں۔

اسی مسئلہ طرقت قادریہ کے گلشن کے ایک سدا مپکنے والے اور کبھی نہ مرجھانے والے پھول حضرت گل پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا مزار اقدس موضع ڈھوڈا شریف ضلع گجرات میں آج بھی مرجع خلایق ہے اور جن کے تفرقات و کمالات آج بھی اسی طرح دیکھنے میں آتے ہیں جس طرح کہ ان کی ظاہری زندگی میں۔

بعض روایات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بچپن سے ہی علم و عرفان کی دولت سے مالا مال اور طرقت و ولایت کے انوار و تجلیات کی روشنی سے سرفراز تھے۔ آپ نے اپنی ولایت اور حقیقت و معرفت سے آگہی و واقفیت کو چھپانے کی ہمیشہ کوشش کی لیکن ایک مجذوب فقیر کی معرفت آپ کی ولایت کا سر بہ راز افاش ہو گیا۔

انگہ شریف — ضلع سرگودھا جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی میں ایک دن ایک مجذوب فقیر تشریف لائے — اور لوگوں سے حضرت گل پیر کی قیام گاہ کا پتہ پوچھا — کسی کو کیا خبر کہ یہ مجذوب — کون ہے ؟

کہاں سے آیا ہے ؟ اور کیوں آیا ہے۔

بھٹا دامن — گریباں چاک — پر انگذہ حال — بکھرے ہوئے بال اور پٹھا ہوا لباس — لیکن دل میں عشق و محبت کی آگ — زبان پر ذکر یار اور آنکھوں میں حُسنِ محبوب کے جلوے ابستی کے لوگوں نے اسی فقیر کو حضرت گل پیر کے آستانہ عالیہ کا پتہ بتا دیا۔

وہ دیوانہ و ستانہ فقیر — جب آپ کے آستانہ قادریہ پر پہنچا تو حضرت صاحب نے ادب و احترام کی خاطر اپنی چادر بچا دی — لیکن اس حق شناس فقیر اور حق آگاہ مجذوب نے آپ کی ولایت کی عظمت کے پیش نظر اپنی چادر بچا دی — اور، بلند آواز سے فرمایا کہ — یہ گل پیر زمانہ

کے غوث ہیں۔

حضرت گل پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جناب میاں محمد اشرف صاحب مرحوم خادم دربار حضرت میراں بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف نے بیان کیا ہے کہ آپ جب بھی کبھی بھیرہ شریف اپنے مرشد پاک کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے کے لئے تشریف لاتے تو تعظیم و ادب کے پیش نظر ننگے پاؤں حاضر ہوتے تھے اور شہر کے گنج والے دواڑہ سے دربار شریف تک اپنی وارسی مبارک سے جھارو دیتے جلتے تھے۔

ایک دفعہ کئی دن تک مرشد پاک کے دربار اقدس کی راہ میں مراقبہ میں رہے۔

ایک دن ایک ہندو عورت نے عرض کی۔ اے فقیر۔ بدلت سے یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ یہ جگہ اور یہ راستہ تو جانوروں اور حیدروں کے گزرنے کے لئے ہے۔ اس وقت آپ قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ تصویر بایں میں غوث تھے۔ خاموش رہے۔ دوسرے دن اس ہندو عورت نے پھر پوچھا۔ تو فرمایا۔ اپنے پیرو مرشد حضرت میراں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے بیٹھا ہوں اس لئے مجھے اور کسی کی ہوش نہیں ہے۔

ہندو عورت نے حیران ہو کر کہا کہ میراں بادشاہ تو سخی مرد ہے ان کے مزار پر اگر کوئی شام کو چٹا لے کر آئے تو صبح کو پوری ہو جاتی ہے اور صبح کو آنے والے کی شام کو۔ لیکن تو تو ۶۲ دن سے یہاں بیٹھا ہے مگر تیرا مقصد پورا نہیں ہوا۔

ہندو عورت کی یہ بات سُن کر آپ نے ہاتھ پھیلا کر عرض کی۔ یا مرشد۔ اب تو ہندو عورت بھی طعنہ دینے لگی ہے۔ فوراً جواب آیا۔ کہ مزار پر حاضری دو۔ آپ حاضر ہوئے تو حکم ہوا کہ ڈھوڈا شریف جا کر قیام کرو اور اللہ کے بندوں کو رشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال کرو اور حق و معرفت کے خزانہ سے لوگوں کی جھولیاں بھرو اور شریعت و طریقت کی روشنی سے اللہ کے بندوں کے دلوں کو منور کرو۔

ڈھوڈا شریف کی ماسخی و اقتصاد و مذہب و عالمی و دنیوی کا باعث وہاں کے لوگ غربت و افلاس

کے زندگی بسر کرتے تھے۔

چنانچہ۔ زمینداروں نے التجا کی۔ یا حضرت ہمارے سال بھر کی محنت کا پھل لکھنوال کا ایک کھتری لے جاتا ہے اور ہم ہمیشہ اس کھتری کے مقروض رہتے ہیں۔

آپ کی دوا و برکت سے وہاں کے زمینداروں کو اس ہلکے مرض سے نجات مل گئی۔ بستی میں پانی کی بھی انتہائی قلت تھی۔ آپ ہر روز بستی کے چاروں طرف اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چکر لگاتے۔ فرائض پڑھتے اور دُعا کرتے۔ مولاکیم اس خشک علاقہ کو پانی سے سیراب کر دے۔ آپ کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور اس طرح گاؤں کا خشک نالہ پوری آب و تاب سے بھنے لگا جو آج تک جاری ہے۔

(الغرض)۔ لوگوں کو آپ کی دُعا و برکت سے اولاد نصیب ہوئی۔ گمشدہ اشیاء مل گئیں ! بیماروں نے شفا پائی۔ سیلاب سے نجات حاصل کی۔ کھانے میں برکت اور رزق میں کشادگی پائی۔

میاں محمد اشرف صاحب مرحوم خادم دربارہ بحیرہ اور سائیں جھنڈا مرحوم بیان کرتے ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد جب آپ کو قبر میں رکھا گیا تو ہم مزار شریف پر کھڑے تھے۔ جب متری نے سر کی ٹکڑی اٹھائی تو آپ نے اللہ ہو کا ایمان افرز فرما لگایا۔ حق و صداقت کی یہ آواز تمام حاضرین نے سنی۔

سچ اور حق ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

موت جسم کو ہے۔ روح کو نہیں۔ روح ہماری نہیں خدا کی ہے اور خدا کر موت نہیں۔

پارہ ۱۲۔ سورۃ النحل۔ آیت ۹۷

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْشَاَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰٓةً طَيِّبَةً

کہ ایمان لانے کے بعد جس نے دنیا میں نیک اعمال کئے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ بچا اور سچا مومن ہو تو پھر ہم اسے مرنے کے بعد بھی صاف ستھری حیات اور پاک و پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں۔

سہاری اسی دنیا کی یہ زندگی نہ صاف ستھری ہے اور نہ ہی پاک و پاکیزہ۔ اس لئے کہ یہاں اسی دنیا کی زندگی میں جھوٹ و خبیثیت ہے۔ عیاشی و فحاشی ہے۔ زنا و شراب ہے۔ دھوکا و فریب ہے۔ ظلم و ستم ہے۔ ضلالت و گمراہی اور فتنہ و فحور ہے۔ مگر مرنے کے بعد قبر کی زندگی میں ان عیوب و نقائص۔ گناہ و مصیبت اور کسی قسم کی ضلالت و گمراہی نہیں ہوگی۔ مرنے کے بعد ایک مرد مومن کو نہ صرف پاکیزہ زندگی ملتی ہے بلکہ قبر میں اس کے درجات اور بھی بلند کر جاتے ہیں اور اس کے ظم و عرفان میں زیادتی و ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔

بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۸۳۔ ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۲۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهٖ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَهْلُهَا يَمُوتُ إِنَّهُ لَيَمُوتُ قَرْنًا لِّمَا لَيْسَ بِهِ۔

کہ مرنے کے بعد جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اسے دفن کر کے جب وہاں پہنچتے ہیں تو وہ مردہ قبر میں اپنے دوستوں، رشتہ داروں کی جڑیوں کی آواز بھی سنتا ہے۔

پھر فرشتے آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں۔ مَنْ رَبَّكَ۔ مَا دِينُكَ۔ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذِهِ الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیلئے؟ اور اس حسین و جمیل انسان اور حسن و جمال کے پیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا جانتا اور کیا کہتا ہے؟۔ مرنے والا مرد مومن جواب دے گا۔ رَبِّيَ اللَّهُ۔ دینی الاسلام اور یہ والضحیٰ کے نورانی کھڑے والا میرا نبی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر فرشتے اس مرد مسلمان کو جنت کا لباس پہنا کر اور قبر میں بہشت کا

فرشتہ بچا کر انتہائی شفقت و رحمت سے کہیں گے۔ نعم کفوۃ العروۃ۔ کہ اب تو
نئی دہلی کی طرح سو جا۔ یہ نہیں کہیں گے کہ مر جا۔ نہیں سو جا
سونے والا کبھی جاگ بھی اٹھتا ہے لیکن مرنے والا کبھی نہیں جاگتا۔

فرشتے۔ سوال عربی زبان میں کریں گے اور قبر والا مرد عموماً جواب بھی عربی زبان میں دے گا۔
اس دنیا میں مرنے والے نے عربی کا قاعدہ تو دور کنار اُردو کا بھی ایک حرف نہیں پڑھا مگر مرنے کے بعد
قبر میں عربی بولتا ہے فرشتوں کے ساتھ تو یہ موت نہیں ہے زندگی ہے اور مگر مٹی میں لی جاتا نہیں مٹی ہی
دور ہے۔

غرضیکہ۔ حضرت گل پر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قبر میں اللہ ہو کا غرہ لگانا ان کی پاکیزہ
زندگی اور حیاتِ طیبہ کی ایک روشن دلیل ہے ان حقائق اور ایمان افروز دلائل کے باوجود بھی قبائِل
باطل کے ترجمان اور اولیاء اللہ کے بے ادب و گستاخ و عظیم اپنے بُغض و عناد کی بناء پر خدا سے
بھی جگ کرنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں اور اولیاءِ عظام کو غیر اللہ کا نام دے کر اور ان کے مقدس
مزارات پر جانے والوں پر قبر پرستی کے فتوے لگا کر میدانِ حشر میں ذلیل و رسوا ہونے کا سامان
پیدا کر رہے ہیں۔ جلا۔ ان عقل کے اندھے مولویوں۔ ضمیر فروش و غیظوں اور نام نہاد خطیبوں
سے کوئی پوچھے کہ حج بیت اللہ شریف کے ارکان میں سے کوئی لیکن ایسا تیلاد کہ جس کا تعلق اللہ
سے ہے۔

کیا حجر اسود کو اللہ نے بوسہ دیا تھا؟
نہیں۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔
کیا صفا اور مردہ کی چادر میں پر خدا دوڑا تھا۔؟
نہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا
کیا شیطان کو لنگہ رب نے ارے تھے؟
نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے۔

اور کیا میدانِ مرثات میں ظہر اور عصر اور تمام مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دودا کٹھی کر کے نمازی اللہ نے پڑھی تھیں؟ —

نہیں۔ امام الانبیاء نے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ گویا کہ مناسک حج تمام کے تمام غیر اللہ کے افعالِ حسنہ پر مبنی ہیں۔

چلو۔ اولیاء اللہ۔ غیر اللہ ہی سہی لیکن جس طرح مناسک حج غیر اللہ ہی کے کردار و اعمال کی طرف غصوب ہیں اور آخر یہ بد مصیبت لوگ جن میں سرور بھی سہتے ہیں اور ملاد بھی۔ داغین بھی سہتے ہیں اور مقرین بھی۔ خطیبِ پاکستان بھی سہتے ہیں اور نام نہاد شیخ القرآن بھی انہیں غیر اللہ کی اداؤں کے ادا کرنے سے ہاتھ بیت اللہ شریف کی قبولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں تو پھر ان اولیاء اللہ نے ان لوگوں کا کیا بگاڑا ہے کہ اس مقدس جماعت کو خمارت کی نظر سے دیکھتے سہتے اپنی اتنی تحریریں اور تقریریں میں ان کی شان و عظمت پر سوتیانہ حملے کرتے رہتے ہیں۔ دیوبندی عقائد رکھنے والے حضرات یہ کہتے نہیں سکتے کہ اولیاء اللہ مر گئے ہیں۔ بیٹ چکے ہیں۔ فنا ہو چکے ہیں اور خاک میں مل چکے ہیں بھلا یہ کسی کو کیا دیں گے۔ میں ان لوگوں سے بڑے ادب و احترام سے پوچھتا ہوں کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ، وصالِ پاک کے بعد اپنے مزار پر انوار کی برکت سے پچاس لاکھ روپے سالانہ محکمہ اوقاف کو دے رہے ہیں۔

ساتھ ہزار روپے سالانہ تفصیل آباد کے حضرت بابا نند شاہ دلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر پاک سے غایت کر رہے ہیں۔

اسی طرح پاکستان کے دوسرے اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ میں جو نقد کرنسی کے علاوہ قیمتی۔ ریشمی اور کم خواب کی چادری اور طرح طرح کے نذرانے اور چڑھاوے دنیا کے زندہ لوگوں کو دے رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

اور پھر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایسے نذرانوں اور چڑھاؤں کو حرام اور غیر مکمل کہہ کر دالے دیوبندی اور دہلوی علماء بھی یہ سب کچھ کہتے دیتے ہیں جو کہ محکمہ اوقاف کے ملازم

ہیں —

اور پیران دنوں تو محکمہ اوقاف کا چیف چوہدری محمد شریف صاحب جو کہ کٹر اہل حدیث
 یعنی دہائی ہے اور وہ بھی انہیں اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی کماٹی کا نہ ہاے —



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سید امیر صاحب

ایک ایسے باکمال ہادی — عظیم راہنما اور کامل درویش جنہوں نے اس خطہ پنجاب کی سرزمین کو اپنے چشمہ روحانیت سے سیراب کیا اور اللہ کے بندوں کو احکام الہی کی پابندی، شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس داری اور سنتِ رسول کی اتباع کی ہمیشہ سختی سے پابندی کہہ دانی اور شریعت و طریقت کے معاملات میں ہمیشہ حق کوئی و حق پرستی سے کام لیتے ہوئے اسلام کے کسی مخالف — دین کے کسی دشمن — شریعت کے کسی باغی اور خدا و رسولؐ کے کسی نافرمان کو کبھی معاف نہ کرتے تھے اور لوگوں کی عبرت کے لئے اسے سزا دیتے چاہے وہ غلط کرید ہی کیوں نہ ہوتا —

یہی وجہ تھی کہ شریعتِ مطہرہ اور سنتِ رسول علیہ السلام سے ناواقف لوگ اور حقیقت و معرفت کے رموز و اسرار سے نا آشنا انسان آپ کی بابرکت مجلس میں جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنے دلوں کی زبردست عرفان و یقین سے شہر کرتے —

جب کوئی مردِ کامل اپنی زندگی کو خدا و رسولؐ کے احکام کے تابع کر کے ہر لحظہ و ہر گھڑی اور ہر قدم پر شریعتِ مصطفیٰ اور اتباعِ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شاہِ بنالہیہ تو پروردہ صاحبِ کشف و کرامات بن جاتا ہے —

اور اسی دستور العمل کے پیشِ نظر حضرت سید امیر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر پہلو پر اگر نظر کی جائے تو ان کے ہر سانس میں کشف اور ہر نقشب قدم میں ایک نئی کرامت دکھائی دیتی

○ کچن رحمت علی صاحب حال حقیقہ رحمت آباد نزد بیڈیانہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ ایک ہندو آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور۔ میں مدت سے بیمار ہوں۔ جسمانی حکیموں اور ڈاکٹروں نے تو لا علاج کر دیا ہے آپ کو روحانی طبیب کہہ کر حاضر ہوا ہوں۔ سرکار دم کر دیں۔ دوا فرمادیں! اور یا کوئی منتر جنتر دے دیں۔ حضرت سید میراں رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ میں تمہارے منہ میں تھوک دیتا ہوں۔ پر اتما (اللہ کریم) تجھے شفا دے گا۔ اس نے منہ کھولا۔ آپ نے تھوک دیا۔ اسے شفا مل گئی۔

○ چوہدری محمد اسحاق صاحب نمبردار بلیہ الہی والا ضلع جہڑن مقیم حال کچن اند بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم موضع گاؤں ضلع جہڑن تشریف فرما تھے کہ علامہ گندھی کے ایک گجر مسمیٰ فتح محمد کی بیوی سمات ہاشم بی بی کو باڈلے کتے نے کاٹ لیا۔

فتح محمد کو پتہ چلا کہ سرکار گاؤں میں رونق افروز ہیں۔ عورت کو لے کر خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دم فرمایا تو آرام آ گیا۔ اور ساتھ ہی چند اشیاء کی پرہیز بھی بتائی۔ اس عورت نے پرہیز نہ کی۔ اس گستاخی کی وجہ لہجہ ایک مرد درویش کی بتائی ہوئی پرہیز سے روگردانی کرنے کے باعث وہ عورت پاگل ہوئی۔

لوگوں نے اس عورت کو چار پائی سے بانڈھا اور حضرت صاحب کی طرف لے چلے۔ راستہ میں ایک بستی مال پور تحصیل جہڑن سے گزرے اس بستی میں بدعتیہ لوگ بہت تھے۔ یہ ماجرا انہوں نے دیکھا تو طعنہ زنی کرنے لگے کہ یہ عورت تو قریب المرگ ہے اسے ایسی حالت میں کہاں لے جا رہے ہو؟

جواب ملا۔ حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں۔

دوبیوں نے یہ سُن کر مذلت اٹھایا۔ ایک بدعتیہ بھی ان کے ہمراہ آزلے کی نیت سے

چل پڑا۔

سرکار نے پانی دم کر کے اپنے دست مبارک سے چھینے مارے۔
 بس پھر کیا تھا۔ دلی کامل کا روحانی علاج اثر کر گیا۔ بے ہوش کو ہوش آ گیا ہے۔
 راضی کو شفا مل گئی اور جاں بلب عورت کو نئی زندگی حاصل ہو گئی۔
 ایسی پر وہ عورت خود پیدل چل کر مال پور سے جب گزری تو مذاق اڑانے والے وہابی شرمندہ
 ہوئے۔ وہ عورت مسات باشم بی بی ابھی تک زندہ ہے اور اس کی چار پائی اٹھا کر حضرت سید میراں
 رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے جانے والے بھی بقید حیات ہیں جن کے ہاتھ گرامی مندرجہ ذیل
 ہیں۔

حاجی علی محمد صاحب، حاجی میاں حیات علی صاحب اور فتح محمد صاحب۔
 ○ آپ جب کبھی راج پور نزد چٹوں شہر قیام فرماتے تو عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد نہر کی پٹری
 پر مغرب کی نماز پڑھ کر واپس آ جاتے۔ ایک دن آپ نہر کی پٹری پر خرااں خرااں اور کیف دستی
 کی حالت میں تصور یار میں محو جا رہے تھے۔ ایک جگہ سے ایک درویش نے پانی کا ٹاٹا بھرتا جا ہا تو
 آپ نے روک دیا کہ یہاں سے پانی نہ بھرا جائے۔ پندرہ بیس قدم آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ
 یہاں سے پانی کا ٹاٹا بھرو۔

عرض کی گئی۔ یا حضرت۔ صرف پندرہ بیس قدموں کے فاصلہ پر پانی بھرنے میں کیا
 راز پوشیدہ ہے؟ فرمایا۔ دو تین دن تک پتہ چل جائے گا۔ دوسرے دن نہر بند ہو گئی تو اسی
 جگہ سے جہاں سے آپ نے پانی بھرنے سے روکا تھا۔ پتھروں کے وزن سے دبی پڑی ایک نعش
 دکھی گئی۔ سبح ہے ۛ

دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب خطیب جامع مسجد دو دروازہ
 سیکرٹ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے ایک متبحر و مجتہد عالم استاذی العلماء۔
 دو دیش سیرت انسان اور کچے اور سچے مومن و مسلمان مرنے کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ کی صحبت کاملہ

سے فیض یافتہ ہیں یہ خصوصاً امام الحارثین۔ سراج الکاملین۔ پیشوائے دہلیین اور راہنائے
 مالکین حضرت قبلہ دو عالم صاحبزادہ پیر سید علی حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ
 عالیہ علی پور سیدان شریف کے منظور نظر اور خلیفہ اعجاز ہونے کے علاوہ سرکار عالی دھندلہ اشرفیہ سے
 بھی وابستہ اور اہلانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اور آپ کے حلقہ تدریس سے فارغ ہو کر اور دستار
 فضیلت حاصل کر کے سینکڑوں علماء و خطباء پاکستان کے گوشہ گوشہ میں عقائد حقہ اہل سنت و الجماعت
 کی تبلیغ و اشاعت کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسول۔ محبت اولیاء اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا ایمان افروز اور غیر فانی پیغام ملک گیر تحریک کی صورت میں ہر شہر۔ ہر قصبہ۔ ہر بستی اور ہر جگہ
 پہنچا رہے ہیں۔

سنی عوام کو اس عظیم شخصیت پر فخر ہے اور سبھی کیوں نہ؟
 کبھی مدرسہ حنفیہ کے صحن میں قرآن و حدیث کی تفسیر اور کبھی مسجد کے منبر پر جمعۃ المبارک کا
 خطبہ۔ کبھی کسی جلسہ میں ایمان افروز تقریر اور کبھی کسی سیلاب شریف میں علم و عرفان کی بارش۔ اور
 کبھی دربار شریف دھندلہ اشرفیہ کی حاضری اور کبھی آستانہ عالیہ علی پور شریف کی مقدس چڑکھٹ پر
 پیلا ہوا دامن۔

○ غرضیکہ مقرر حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دادا جی مرحوم و معفوہ حضرت کی خدمت
 عالیہ میں عرض کی۔ حضور میرے یکے بعد دیگرے تین پوتے انتقال کر گئے ہیں دعا فرمائی کہ اللہ کریم
 لیسہ مردالا کو ٹی پوتا عطا فرمائے۔

آپ نے بارگاہِ الہامی میں دست مبارک اٹھائے اور دعا کی اے اللہ کریم گورائے ہی سانولہ
 بچا بھی۔ لیکن ہر بچہ مردالا۔

دعا کے بعد فرمایا۔ بابا جی اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ حیاتی والا
 ہو گا۔ اے حافظ قرآن بتانا۔ عرض کی۔ انشاء اللہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ پھر حافظ
 صاحب کی ولادت ہوئی۔ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ عالم باہل۔ صوفی باصفا۔

خوش اخلاق اور گفتار و کردار میں سُنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع کی مکمل تصویر بن کر علم و عرفان کی پیاسی دنیا کو اپنے علم و فضل کے سرچشمہ سے سیراب کر رہے ہیں۔ کسی مردِ کاملی — کسی مردِ درویش اور کسی ولی اللہ کی دعا و برکت سے اگر کسی بے اولاد کو اولادِ زینبیہ یا کوئی لڑکا عطا ہو جاتا ہے تو یہ کوئی تعجب اور حیرانی کی بات نہیں ہے —

بلکہ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حدیثِ پاک کے عین مطابق ہے۔

کہ جب میرا بندہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخش دیتا ہوں — اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

بنواری شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۲، مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۲۹ کہ میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی ظاہری حالت اس طرح ہوگی کہ ان کا لباس چٹا ہو، ہاتھ، بال بکھرے ہوئے، چہرہ غبار آلود اور لوگوں کے دروازوں سے ٹکراتے ہوئے ہوں گے لیکن ان کی باطنی کیفیت اور کیفِ دہی کا یہ عالم ہوگا کہ اقسام علی اللہ لا یرى — اور — وان سالنی لا عطیفہ — کہ اگر وہ کسی بات کی قسم بھی کھالیں گے تو وہ پوری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اگر مجھ سے کسی قسم کا کوئی سوال کریں گے تو میں انہیں عطا کر دوں گا۔ یعنی جو طلب کریں گے میں دوں گا۔

حضرت مولانا محمد ضیاء اللہ صاحب قادری خطیب اعظم یا کوٹ بھی اسی مقدس آستانہ کے گداگرِ خوشنہ چین ہیں جو ہمیشہ عالیجناب فیضِ مستطاب حضرت پیر محمد شفیع صاحب کے زیرِ تربیت اور لطف و کرم کی نگاہ کے مرکز رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا صاحب آج ملک کے مایہ ناز خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی دینی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں سے دو مایہ ناز — اور — انوار الہدیۃ فی سیرۃ المصطفویہ — ہیں جو کہ قابلِ ذکر اور لائقِ مطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ سنہوں کے لئے ایک قیمتی خزانہ بھی ہیں۔ جس طرح کتابوں کا نیا ازانہ — اور دلائلِ کاملہ کی عبارتِ پیش کرتے ہیں اسی طرح اپنی تقریر میں بھی

جوش و خروش کے ساتھ مسلکِ حقّہ اہل سنت و الجماعت یعنی بریلوی عقائد کے ثبوت میں اور ان کی حفاظت و نگہبانی کے لئے اور مخالفین کی زبان بند کرنے کے لئے حوالوں کے دریا بہا دیتے ہیں۔ اور امام اہل سنت - محمد دینی و ملت حضرت الشاہ احمد رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے صحیح معنوں میں پابان ہیں۔ اور حقیقت میں شیعوں کو ان کی ذات پر فخر ہے اور ہر بھی کیوں نہ جبکہ میدانِ مناظرہ میں ہر بد مذہب و باطل پرست بدرِ مقابل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں براہینِ قاطعہ سے دن کو تاریک و دکا دیتے ہیں!

ہر گھڑی نئی سوچ - ہر لحظہ نئی فکر اور ہر ساعت نئی فکر - بس شیعوں کو جگانے - بیدار کرنے اور اس عقیدہ و مسلک کو گھر گھر پھیلانے کی تڑپ اور تمام مصلحتیں اکی پاسبانی کے ساتھ کلی طور پر نظامِ مصلحتی اصلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

جناب مولانا حافظ فضل احمد صاحب قادری بھی اسی دربارِ عالیہ ڈھوڈو اشرفیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ جو کہ خوش مزاج - خوش لباس اور خوش کردار ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بیان و اعظا اور خوش آواز مقرر بھی ہیں۔ اور آج کل گوہر پور (سیاکوٹ) کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ طبیعت میں حلیمی - مزاج میں نفاست اور گفتار میں انکساری رکھنے کے باوجود تقریر میں ایسا کھڑک کرتے ہیں کہ بدعتیہ لوگوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جماعت اہل سنت کا پیغام ہر شہر - ہر گاؤں - ہر گلی اور ہر گھر میں پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ آدابِ دوستی سے واقف - امین و نفاقت سے آشنا اور اصول و ناسے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت و اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ گواہ ہے کہ شہزادہ سلیم جو جہانگیر کے نام سے مشہور ہے حضرت خواجہ محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا ہی سے پیدا ہوا - سلطان فتح الدین جو سلطان ٹیپو کے نام سے مشہور ہے وہ بھی حضرت سائیں ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے ہی پیدا ہوا -

اور پھر دیوبندیوں کے امام و پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی بھی تو اپنے والدین کے پیرو مشد

حافظ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا و برکت ہی سے پیدا ہوئے۔

حضرت پیر محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ جاووں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت باکرامت سہوئی اور موتی بھی کیوں نہ؟۔ جب کہ آپ پیر نبوی کا عملی نمونہ اور اخلاق محموی کی زندہ تصویر تھے صلی اللہ علیہ وسلم میں بیمار ہوا۔ اور بیماری لمبی سہوئی گئی۔ دوست و احباب گھبرا گئے۔ ہر عقیدتی۔ ہر عقیدت مند اور ہر مہم دینے اپنی اپنی بساط کے مطابق علاج کروایا خصوصاً حاجی صاحب حسین اور حاجی عبدالغفور صاحبان نے تو پانی کی طرح رو پیہ بہایا۔

ایک دن پتہ چلا کہ قریب ہی چوہدری محمد صدیق صاحب گجر کے گھر حضرت پیر محمد شفیع صاحب تشریف فرما ہیں۔

میں نے صرت آپ کا اہم گراہی ہی سنا تھا۔ شکل و صورت سے ناواقف تھا۔ چوہدری محمد صدیق نے آپ کو میری بیماری کے متعلق بتایا اور ساتھ ہی شفا کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ آپ بھی میرے نام سے واقف تھے۔ کھانے سے فارغ نہ ہونے کے بعد فرمایا چلو صاحبزادہ صاحب کی عیادت کو چلیں۔ بس پھر حضرت پیر محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ غریب خانہ پر تشریف لائے۔ حال پوچھا۔ دُعا نے صحت فرمائی اور کچھ تبرک دے کر تشریف لے گئے۔ ان کے وصال پاک کے بعد اب حضرت عالی جناب صاحبزادہ پیر حیدر علی شاہ صاحب اپنے اسلاف کے شریعت و طریقت کے سدا بہار گلشن اور حقیقت و معرفت کے ہمیشہ مہکنے والے جنتان کے محافظ و نگہبان ہیں جو اپنے خاندانی ورثہ و ولایت اور فقر و درویشی کے قیمتی خزانہ کی اپنی پوری صلاحیت و اہمیت سے رکھوالی و پاسبانی کر رہے ہیں۔ لوگوں کو اتباع سنت رسول کی تلقین۔ مریدوں کو نماز و روزہ کی پابندی کرنے کا حکم اور خدا کے بندوں کو احکام قرآن و شریعت کی بجا آوری کا درس آپ کے شب و روز کے فرائض میں شامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مجھے ان سے انس ہے۔ پیار ہے اور عقیدت ہے۔ اور وہ بھی انتہائی

شفقت و کرم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس ضلالت و گمراہی کے دور اور عیاشی فحاشی کے زمانہ میں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بجالانے سب سے بڑی ولایت اور سب سے بڑی درویشی ہے جو ان میں دیکھنے میں آتی ہے۔

پاکستان کے مشہور و معروف نعت خواں حضرات خصوصاً میاں عبدالرشید گجراتی سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ ڈھوڈا شریف کے عرس مبارک کا ضرور تذکرہ کرتے کہ سالانہ عرس مبارک آپ کے دیکھنے کا ہے۔

شوق برحق گیا۔ اشتیاق زیادہ ہوتا گیا۔ تنہا ابھرتی گئی اور خواہش انتہا کا جام بنی۔ لیکن بن بلائے کیوں جاؤں؟ کیسے جاؤں اور کس طرح جاؤں؟۔ حجاب کی ایک دیوار کھڑی رہی اور نا آشنائی کی زنجیر پاؤں میں پڑی رہی۔ آخر وہ دیوار گر پڑی اور زنجیر ٹوٹ گئی۔ کہ حضرت العلوم مولانا حافظ محمد عالم صاحب کا پیغام مسرت آ گیا کہ آستانہ عالیہ قادریہ ڈھوڈا شریف نے سالانہ عرس مبارک میں شرکت کے لئے یاد فرمایا ہے۔

خوشی و مسرت کی ایک ہر دور گئی اور پھر ہزاروں تھناؤں و آرزوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر دوبارہ عالیہ پر حاضر ہوا۔

انسان کاٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر۔ نعت خوانوں جھگڑا۔ علمائے کرام کا اجتماع۔ حسین منظر۔ ایمان افروز نظارہ۔ عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی فضا میں۔ کیف وستی سے لبریز ہوائیں۔ سلسلہ قادریہ کے روحانیت کے کشش میں بہاؤ اور تسکین و وجدان کے میکتے ہوئے پھولوں کی خوشبو سے ملک کے ہر گوشہ سے آنے والے زائرین و حاضرین کے دل و دماغ معطر ہو رہے تھے۔

یہ حسین و روح پرور منظر اور ایمان و افروز نظارہ دیکھ کر بے اختیار زبان سے نکل گیا۔

عمر مرادی لیکے لوگ آئے ہیں میں دل لیکے آیا ہوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قدرت، معجزہ اور کرامت

خدا کی قدرت۔ نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت حقیقت میں ایک ہی آفتاب کی کرنیں۔ ایک ہی مانتاب کی شعاعیں، ایک ہی دریا کی لہریں اور ایک ہی پھول کی پتلیاں ہیں اور خدا کی قدرت کبھی نبی کے معجزہ سے ظاہر ہوتی ہے اور نبی کا معجزہ کبھی ولی کی کرامت سے روشن ہوتا ہے۔ اور نبی معجزہ دکھا کر یہ ثابت کرتا ہے کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں۔ بے مثل بشر۔ عظیم ہستی اور بارگاہِ قدس کی ایک محبوب و مقبول ترین شخصیت ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ برحق اور اس کا وجود حیاں ہے۔

اور ولی کرامت دکھا کر نسلِ انسانی کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں اپنے نبی کا ایک پکا و سچا امتی۔ فرمانبردار غلام اور اطاعت گزار مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کے احکام کا پابند۔ شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اور قرآنی مجید کی قائم کردہ اسلامی حدود و قیود کا بھی حامل ہوں اور میرا نبی برحق و لا شک ہے۔

کوئی فعلِ عادت کے خلاف اگر کسی نبی سے صادر ہو تو وہ معجزہ ہے اور اگر کسی مردِ دین سے صادر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر کسی کافر سے ظاہر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔

سوال : اگر کسی کافر سے بھی خوارقِ عادت و افعال صادر ہو سکتے ہیں اور اگر کوئی جادوگر بھی خلافِ عقل کام دکھا سکتا ہے تو پھر معجزہ و کرامت اور استدراج و جادو میں کیا فرق ہوگا؟

جواب — استدراج و جادو اسباب کے محتاج ہیں اور معجزہ و کرامت

کسی اسباب کے محتاج نہیں ہیں —

جس طرح انبیاء کرام کے معجزات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اسی طرح سے اولیاء عظام کی کرامات بھی فرمانِ خدا اور زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

(۱) قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے مقدس قصہ میں کھل کر اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اے مریم! اپنی طرف کھجور کی شاخ کو جھکاؤ۔ وہ تم پر تروتازہ کھجوریں گراتی رہے گی۔ پس تم کھانا اور پینا اور پیرا شاد باری تعالیٰ ہے کہ ایک

دن جب حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس ان کے حجرہ میں گئے اور مریم کے پاس بے بہارے اور بے موسمی پھل اور قسم قسم کے کانے دیکھے تو حضرت زکریا نے پوچھا —

اَفْیْ لَکَ هٰذَا۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ کہ اے مریم! یہ رنگارنگ کے کانے اور بے موسمی پھل تجھے کہاں سے ملے؟ تو حضرت مریم نے جواب دیا۔ اللہ

تعالیٰ کی طرف سے —

ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ نبیۃ نہ تھیں —

(۲) اور پھر قرآن مجید میں اصحابِ کہف کے قصہ کو بھی پوری شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک کافرو ظالم بادشاہ کے زمانہ میں تین سو نو سال تک ایک پہاڑی کی غار میں چھپے رہے اور ان کا نادار گنا بھی ان کے ساتھ ہی غار کے منہ کے آگے پہنچے کھلا کر بیٹھا رہا۔

(۳) قرآن پاک نے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کے قصہ کو بھی پوری وضاحت سے بیان فرمایا کہ بلقیس کا تخت حضرت آصف برخیا جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر بھی تھے اور ان کی اُمت کے ولی بھی — انہوں نے آٹھ جھپکنے سے پہلے ہی بلقیس کا تخت حاضر کر دیا جو کہ سات سو من وزنی — چالیس لاکھ چوڑا — ستر

اتھ لبا اور تین سو میل کے فاصلہ پر تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی طرح نہ
 اصحاب کہف تھے اور نہ ہی آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی رسول تھے۔
 اس حقیقت کو تمام مفسرین و محدثین کے علاوہ دیوبند لوگوں کے امام و پیشوا جناب
 مولانا اشرف علی صاحب نے بھی اپنی کتاب جلال الاولیاء میں پوری شرح و بسط اور پوری
 عقیدت و ارادت سے لکھا ہے۔

قرآن پاک کے علاوہ احادیث نبوی۔۔۔۔۔ آثار و اخبار اور مستند روایات
 سے بھی کرامات اولیاء کا ثبوت ملتا ہے جو ایک حقیقت یہ منجی ہے اور کوئی بھی صاحب
 ایمان ان کا منکر نہیں ہے۔

ہاں۔۔۔۔۔ البتہ وہی لوگ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات دیکھ کر بھی
 ایمان نہیں لاتے رہے ہیں ایسے ہی لوگ کرامات اولیاء و عظام علیہم الرحمۃ دیکھ کر بھی ان کی
 شان و عظمت کو تسلیم نہیں کرتے

جامع کرامات الاولیاء۔ جز ۱ صفحہ نمبر ۱۶-۱۷

(علامہ و محدث یوسف بن اسماعیل البہانی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 لَمْ يَكَلِّمْ فِي الْمَلَأِ الْإِسْلَامَ۔۔۔۔۔ کہ تین بچوں نے ٹھیکوڑہ میں کلام کی
 ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔۔۔۔۔ جبریل کے زمانہ کے ایک بچہ نے
 اور ایک بچہ اور ہے۔

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن پاک نے کھل کر بیان فرمایا ہے کہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد یہودیوں نے جب حضرت مریم پر الزام لگایا اور پوچھا
 کہ تم نے یہ بچہ کہاں سے لیا ہے جب کہ نہ ہی تیری شادی ہوئی۔۔۔۔۔ نہ ہی تیرا کوئی
 خاوند ہے اور نہ ہی تیرے قول کے مطابق تو بدکارہ ہے؟

و اشارت الہیہ ————— مریمؑ نے اپنے بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میرے بچے ہی سے پوچھ لو !

یہودیوں نے کہا کہ ہم اس بچے سے کیسے کلام کریں یا وہ بچہ ہم سے کیسے کلام کرے گا
من کان فی المہد صبیاً جو کہ ابھی نیکھڑے میں ہے۔ ابھی وہ لوگ یہ گفتگو کر رہے تھے
کہ روح اللہ نیکھڑے سے بول اُٹھے ————— اِنی عبد اللہ ————— کہ میں اللہ کا

بندہ ہوں۔ کتاب لے کے آیا ہوں اور اللہ کی طرف سے سے رسول و نبی بن کر آیا ہوں۔
(۲) و اما جرتج ————— فكان رجلاً عابداً بسینی اسرائیل و
كانت لہ ام ————— فكان لیوماً یصلی، لیکن جرتج ————— وہ بنی اسرائیل
کا ایک عبادت گزار آدمی تھا اور اس کی ماں بھی زندہ تھی ————— ایک دن وہ نماز پڑھ
رہا تھا کہ اس کی ماں کو اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو ماں نے اسے آواز دی —————
فقال یارب الصلوۃ خیر ام رؤیتھا؟ پس جرتج نے نماز کی حالت میں ماں کی
آواز سن کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کی یا رب تیری نماز بہتر ہے یا ماں کی آواز —————
یعنی ماں کو دیکھنا —————

یہ سوج کر وہ پھر نماز میں مشغول ہو گیا ————— ماں نے دوسری بار اور پھر تیسری بار
آواز دی لیکن وہ نماز ہی پڑھتا رہا اور ماں کی آواز کی طرف اس نے کوئی دھیان نہ دیا —————
فاستد ذالک علی امہ۔ جرتج کی ماں کو اپنے بیٹے کی یہ روش پسند نہ آئی اور جرتج
کی یہ حرکت ناگوار گزری ————— اور پھر ماں نے اپنے بیٹے جرتج کے حق میں بددعا کر دی
اللہم لا تمۃ حتی یریدہ مومسات ————— کہ اے
اللہ میرے اس بیٹے جرتج کو موت نہ آئے جب تک کہ اسے بدکار عورتیں نہ دکھا دے —————
بس پھر کیا تھا ————— ماں کے جلتے ہوئے دل سے بیٹے کے حق میں بددعا نکل گئی
جو فوراً قبول ہو گئی —————

وكانت زانية هناك ————— فقالت لهم انا افتنج رجلا
حتی یزنی ————— ماں کی بد دعا کا یہ اثر ہوا کہ وہاں ایک فاحشہ عورت تھی اس
نے ارادہ کر لیا اور کہہ دیا کہ میں جرتیج کو درغلاؤنگی یہاں تک کہ وہ زنا کرے۔
وہ زانیہ عورت جرتیج کے پاس آئی لیکن ہزار کوشش کرنے کے باوجود بھی جرتیج پر قابو
نہ پاسکی ————— قریب ہی ایک چرواہا تھا۔ اس عورت نے اسے درغلا یا
————— چرواہا اس کے جال میں پھنسی گیا۔ زنا ہوا ————— اس فاحشہ عورت کو
حمل پھر گیا ————— بچہ نہ پیدا ہوا ————— قالت ولدی هذا من جرتیج
————— تو اس بدکار عورت نے الزام لگایا کہ میرا یہ بچہ جرتیج کا ہے
بنی اسرائیل آئے ————— جرتیج کے عبادت کردہ کو تباہ و برباد کر دیا اور اسے گالیاں
دی ————— فصلى ودعا ————— جرتیج نے پریشان ہو کر نماز پڑھی اور دعا کی
————— اور پھر اس بچے کو اٹھایا ————— قال ابوهريرة رضي الله تعالى كافي
الظرالى النبى صلى الله عليه وسلم حين قال هيدى ————— حضرت ابوہریرہ
فرماتے ہیں کہ گویا میں نبی کریم علیہ السلام کو اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح حضور علیہ السلام
نے دست مبارک سے کیا ————— يا غلام من ابوك ————— جرتیج نے اس بچے
سے پوچھا ————— تیرا باپ کون ہے ————— فقال ————— الراعى —————
بچے نے جواب دیا ————— چرواہا ————— فندم القوم على ما كان منهم —————
ساری قوم اپنے کئے پر نادم ہوئی —————
(۳) واما الصبي الآخر ————— یعنی نیکو چڑھ میں کلام کرنے والا تیسرا
بچہ ————— فان امراة كان معها صبي لها ترضعه ————— کہ ایک عورت اپنے
بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اذمر بها شاب جهيل ————— کہ ایک عین و جہیل —————
خوبصورت اور گھنگھریلے بالوں والا ایک نوجوان قریب سے گزرا —————

فقالت — اللہم اجعل ابنی مثل هذا فقال الصبی
 اللہم لا تجعلنی مثله — پس اس عورت نے اس خریصورت نوجوان کو دیکھ کر
 دعا کی — اے اللہ — میرے اس بیٹے کو اس نوجوان کی مثل بنا دے —
 ماں کی یہ دعا سن کر بچے نے جواب دیا — اے اللہ — مجھے اس نوجوان
 کی مثل نہ بنانا —

پھر — اس عورت کے قریب سے ایک عورت گزری جس کے متعلق مشہور تھا
 کہ وہ چوری کرنے والی اور — زانیہ ہے —
 فقالت — اللہم لا تجعل ابنی مثل هذا — عورت نے کہا
 — اے اللہ میرے بچے کو اس عورت کی مثل نہ بنانا —
 فقال الصبی — اللہم اجعلنی مثلها — اس بچے نے کہا
 — اے اللہ — مجھے اس عورت کی مثل نہ بنانا — اس کی ماں نے اپنے
 شیرخوار بچے سے اس کا سبب پوچھا تو بچے نے جواب دیا — ان الشباب کان
 جباراً من الجبابرة فکرمھت ان اکون مثله — کہ وہ خریصورت
 نوجوان ظالم و جابر تھا — اس لئے میں نے اس کی مثل بنانا پسند نہ کیا — اور وہ عورت
 جس کے متعلق مشہور ہے کہ زانیہ اور چوری کرنے والی ہے — جھوٹ ہے — غلط ہے
 — وہ صرف جی اللہ کا ذکر کرنے والی ہے اسی لئے میں نے اس کی مثل بنانا پسند کیا ہے —
 (شکوات شریف ص ۲۲ - متفق علیہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
 اے ایمان والو — تم سے پہلے تین آدمی اکٹھے سفر کو نکلے — رات گزرنے کے لئے پہاڑ
 کی ایک غار میں جا چھپے — ایک بہت بڑا پتھر غار کے منہ پر گر جائے جس کے باعث غار کا
 منہ بند ہو گیا اور ان کے لئے باہر نکلنا مشکل ہو گیا —

فَقَالُوا - وَاللَّهِ لَا يُجِيبُكُم مِّنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوهُ
اللَّهُ بِصَاحِبِ آعْمَالِكُمْ -

پس۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم اس غاری سے ہیں تب ہی نجات مل سکتی ہے جب کہ ہم
اپنے اپنے کسی نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ سے خلاصی کی دعا نہ کریں گے
فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ كَانَ لِيْ اَبُوَانٍ شَيْخَانٍ كَبِيرَانِ - ان میں سے ایک
نے کہا کہ میرے والدین بوڑھے تھے جن کی ہمیشہ خدمت میں حاضر رہا کنتُ لَا اُغْنِيْ قَبْلَهُمَا -
اور ان سے پہلے میں دودھ نہ پیتا تھا۔ ایک دن وہ دونوں درخت کے سایہ میں لیٹ گئے اور میان
دونوں کے قریب ہی بیٹھا رہا۔ میں نے دودھ دیا۔ ان کے لئے لایا۔ فَوَحَّدَهُمَا نَاكِبَيْنِ
فَكَرِهَتْ اَنْ اَوْقِفَهُمَا وَكَرِهَتْ اَنْ اُغْنِيْ قَبْلَهُمَا - جب میں ان کے پاس آیا تو
وہ دونوں سوچنے لگے۔ میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی ان سے پہلے دودھ پینا
جانا۔ حَتَّى ظَهَرَ الْفَجْرُ - یہاں تک کہ صبح سویرگی اور میں ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑا رہا
۔ پھر وہ اٹھے اور انہوں نے دودھ پیا۔ پھر اس آدمی نے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ
فَعَلْتُ هَذَا اِبْتِغَاءً وَجْهِكَ فَاخْرِجْ عَنَّا مَا كُنْ فِيْهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ
۔ کہ۔ اے اللہ۔ اگر میں نے یہ نیکی تیری رشاد جوئی کے لئے کی ہے تو پھر اس پتھر کی مصیبت
سے بھی نجات دے دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ اس کی اس دعا کے بعد وہ پتھر غار کے
منہ سے اتنا ہٹ گیا کہ وہ باہر نہ نکل سکے۔

پھر دوسرے نے کہا۔ کَانْتُ لِيْ رَابْنَةُ عِيمَ - وَكَانَتْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ
۔ کہ میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب تھی، میں نے اسے اپنی خواہش
نفسانی کے لئے درغلا یا لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک سال قحط پڑا۔ فَبَادَتْ عِيمِيْ
وَاعْطَتْهَا مَا لَا عَظِيْمًا عَلَيَّ اَنْ تُسْخِلَنِيْ بَعِيْتِيْ وَبَيْنَ نَفْسِيْهَا - وہ میرے پاس آئی
۔ میں نے اسے بہت سا مال و متاع اس شرط پر دے دیا کہ وہ میرے ساتھ خلوت کرے۔

یعنی — فحاشی کرے۔ — فَلَمَّا قَدَّرَتْ عَلَيْهَا قَالَتْ لَا يُجُوزُ لَكَ أَنْ تَفْهَكَ
الْحَقَّ إِلَّا بِحَقِّهِ — پس پھر جب میں نے اس پر پوری طرح سے قابو پالیا تو اس نے مجھے کہا کہ
تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ بغیر حق حاصل ہوئے تم اس مہر کو توڑو۔ — فَخَرَجْتُ مِنْ ذَلِكَ
الْعَمَلِ وَتَرَكْتُهَا وَفَرَكَتُ الْمَالَ مَعَهَا —

پیش کے خوف سے میں نے اسے چھوڑ دیا اور فحاشی کرنے سے باز رہا اور سارا مال بھی
اس کے حوالے کر دیا۔ — پھر اس نے دعا کی۔ کہ اے اللہ اگر میں نے یہ جو کچھ کیا تیری رضامندی
کی خاطر کیا تو اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے اور یہی اس مصیبت سے نجات دیدے جس میں ہم
مبتلا ہیں۔ —

پس وہ پتھر — غار کے منہ سے اتنا ہٹ گیا کہ وہ ٹکلی نہ لگیں۔ —
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی کریم علیہ السلام نے پھر تیسرے ساتھی کی دعا
کرنے کی بات بتائی۔ —

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَجِرُكَ أَجْرَاءَ — اے اللہ میں نے چند مردوروں کو مزدوری پر
رکھا ہوا تھا۔ — میں نے سب کو مزدوریاں دے دیں۔ — سوائے ایک مزدور کے۔ کہ اس نے
مزدوری کم سمجھ کر یا یہ سمجھ کر کہ پھرے لوں گا وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ —

میں نے اس کی مزدوری سے کاروبار شروع کر دیا۔ — حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ —
— یہاں تک کہ مجھے اس مزدور کی رقم سے بہت ہی نفع حاصل ہوا۔ — فَجَاءَنِي بَعْضُ حَبِيبٍ
— پھر وہ مدت کے بعد میرے پاس۔ — اور اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا۔ — فَقُلْتُ لَهُ كَلْ
مَا تَرَى مِنِّي أَجْرَكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْفَهْمِ وَالرَّقِيقِ — میں نے کہا کہ یہ جو کچھ تم دیکھ
رہے ہو۔ مال و دولت۔ — اُونٹ بٹے گھوڑے اور بکریاں یہ سب تیری مزدوری سے حاصل ہوا
اور یہ سب کچھ میرا ہی ہے۔ —

فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَسْهَى بِي — اس نے کہا۔ — اے اللہ کے بندے کیا تو مجھ

سے مذاق کرتے ہیں۔ اس نے وہ سب کچھ لے لیا۔

اے اللہ۔ اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی کے لئے کیا تو یہی اپنے اپنے نیک

عمل کے وسیلے سے اس مصیبت سے نجات دے دے۔

فَالْفَرْجَتِ الْفَخْرَةَ عَنِ الْغَارِ فَخَرَجُوا يَمْسُونَ۔ اس کو دُعا کے

بعد وہ پتھر نار کے منہ سے پوری طرح سے ہٹ گیا۔ راستہ کھل گیا۔ وہ تینوں باہر نکل آئے

(متفق علیہ)

اور چلے گئے۔ ہذا حدیث صحیح

اس حدیث پاک میں ان تین ساتھیوں کی صرف کرامت ہی ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اور بھی چند ایک

عبرت آموز اور ایمان افروز حقائق روشن ہوتے ہیں۔

۱۔ ماں کی نافرمانی سے عبادت و ریاضت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

۲۔ ماں کی بددعا سے انسان ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ۔ اپنے کسی نیک بندت کی عزت و آبرو بچانے کی خاطر دودھ پینے والے بچے کو بھی قوت گویائی عطا کر دیتا ہے۔

۴۔ زنا سے بچنے والا انسان کسی نہ کسی وقت مصیبت سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اور اللہ کریم بھی اس کی فراہم کر اس کی مشکل کو حل کر

دیتا ہے۔

۵۔ ایک مزدور غریب سے ہمدردی کرنے والا اور اس غریب مزدور کی

حاجت کرنے والا انسان۔ اور مزدور کا حق نہ کھانے والا آدمی، اگر کسی

وقت کسی مشکل میں بھی پھنس جائے تو اس آدمی کی دعا قبول ہو جاتی

ہے۔

۶۔ نیک اعمال کی جزا صرف دوزخ و جہنم ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اس

دنیا میں بھی انسان کے نیک اعمال کے وسیلہ سے بڑی بڑی مصیبتیں بھی ٹل جاتی ہیں۔ مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ اور غاروں کے منہ سے پتھر تک ہٹ جاتے ہیں۔



فرمایا کہ وہ تو کافر ہیں۔ اور ان کا یقین تو کیا ہے اور تو تو ایک مسلمان کا بیل ہے۔ اور تیرا یقین تو کیا ہے میری طرف سے تو ہی ان کو اسی کپڑے کے پلے پر سے گزر کر دکھا دے چنانچہ وہ بیل صحیح سلامت گزر گیا اور پھر وہ ہندو بھی گزر گئے۔ اور آپ کی خدمت اللہ ہی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

○ جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۱۲۸ علامہ یوسف بن یحییٰ بنجانیؒ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ جلال الدین سیوطی حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کی ہے اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّیقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ عَلَمًا جَدِيدًا عَشْرِينَ وَسَقَامًا مَّالَهُ بِالْغَابَةِ۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ کو اپنے غائب مال میں سے بیس ہزار دس تقریباً ساڑھے باون من کھجوریں عطا کیں تھیں۔ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ۔ قَالَ وَاللّٰهِ يَا بَنِيَّةُ مَا مِنْ النَّاسِ اَحَبَّ اِلَيَّ غَنِيٍّ لِّعَدِيْ مِنْكَ وَلَا اَعَزَّ عَلَيَّ فَقْرَا لِّعَدِيْ مِنْكَ۔ پھر جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ بٹی نہ تو میں اپنے بعد تم سے زیادہ کسی کا مالدار ہونا چاہتا ہوں۔ اور نہ اپنے بعد تم سے زیادہ کسی تنگ دستی کا مجھے فکر ہے۔ لیکن میں نے جو تمہیں بیس دس کھجوریں دی تھیں اگر تو ان پر قبضہ کر لیتی تو وہ تمہاری سوجا تیں و اِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالٌ وَّارِثٌ۔ مگر آج تو اس میں میراث جاری ہو گئی۔ وَاِنَّمَا هُمَا اَخْوَاكُ وَ اَخْوَاكُ۔ اور وہ وراثت تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔

فاقموا علی کتاب اللہ۔ اللہ کی کتاب کے موافق تقسیم کر لیا۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کی۔ اَبَا سُفْوَرِیْہ مال تو ہے ہی کیا۔ تُو کَانَ کَذًا و کَذًا لِّلْعَکْبَةِ۔ اگر اس سے بھی زیادہ ہوتا تو میں پھر بھی چھوڑ دیتی۔ اِنَّمَا هِيَ السَّمَاءُ۔ کَمَنْ الاخری۔ لیکن ایک تو میری بہن اسما ہے

دوسری بہن کون ہے ؟

دُنیا میں بھی انسان کے نیک اعمال کے وسیلہ سے بڑی بڑی مصیبتیں بھی ٹل جاتی ہیں۔ مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ اور غاروں کے منہ سے پتھر تک بہٹ جاتے ہیں۔



شہباز عظیم در دام آورد و بجز سدرۃ المنتہی آشیانہ نمی نگرد کہ بابا فرید ایک ایسا شہباز
ہمارے جال میں پھنسا ہے کہ سدرۃ المنتہی کے سوا اپنا آشیانہ نہیں بنائے گا۔ خواجہ بختیار کاکی
نے فرمایا فرید اٹھو اور اپنے دادا پیر کے قدم چومو۔ بابا صاحب اٹھے اور اپنے ہی مرشد کے
قدموں کو بوسہ دیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ فرید میں نے حکم دیا ہے کہ خواجہ اجمیری کے قدم
چومو مگر تم نے میرے ہی پاؤں کو چوم لیا ہے۔

عرض کی آقا! آپ کے قدموں کے سوا کسی اور کے قدم نظر نہیں آتے پھر خواجہ اجمیری
نے فرمایا۔ بختیار! فرید ٹھیک کہتا ہے۔ یہ منزل کے دروازے تک پہنچ گیا ہے جہاں
وحدت ہی وحدت ہوتی ہے دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔

○ نزہت المہاس جلد ۲ ص ۱۸

حضرت عبداللہ بن زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ بیت المقدس
کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ بھول گیا۔

فَاِذَا اَنَا بِامْرَاةٍ فَقُلْتُ لَهَا يَا غَرِيبَتِ اَنْتِ ضَالَّةٌ
کہ اچانک میں نے ایک عورت دیکھی میں نے اس سے کہا اے مسافرہ کیا تو بھی راستہ
بھول گئی ہے۔

فَقَالَتْ كَيْفَ يَكُوْنُ غَرِيبًا مِنْ لَيْفَةٍ وَضَالًا مِنْ يُحْتَبَدِ۔
اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا بھی مسافر ہو سکتا ہے اور اللہ سے
محبت کرنے والا کبھی راستہ نہ بھولتا ہے۔

ثُمَّ قَالَتْ خَذْ طَرَفَ عَصَائِي وَتَقَدَّمْ فَقَعَلْتُ فَمَشَيْتُ قَلِيلًا فَاِذَا
اَنَا بِبَيْتِ الْمُقَدَّسِ۔

پھر اس عورت نے مجھے کہا کہ میری ٹکڑی کا سر اٹکھو اور چلو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور
قدم ہی چلا تھا کہ سامنے بیت المقدس نظر آگیا میں نے پہچان لیا کہ یہ بیت المقدس ہے کہ

ہم اتنی جلدی بیت المقدس پہنچ گئے ہیں تو اس عورت نے جراب دیا کہ تیری زناہ زائدوں کی ہے اور میری زناہ عافروں کی اور زائدہ سیر ہو کہے اور عارٹ طیارہ ہوتا ہے اور اڑنے والا چلنے والے سے تیز ہوتا ہے۔

○ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ایک دن وُن کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ صبح صبح سبزی بیچنے والی ایک عورت مولیوں کا ٹوکرا سر پہ اٹلے پاس سے گزری فقیر کا دل ٹولی کاٹنے کو کر آیا۔ اس عورت سے فرمایا بی بی ایک مولی دے جاؤ۔ عورت نے مولی دینے سے انکار کر دیا۔ فقیر بابا جلال میں آگئے اور اس وُن کے پتے منہ میں ڈال کر فرمایا کہ تو ہی مولی بن جا۔ چنانچہ ان پتوں سے مولی کا ذائقہ آگیا وہ درخت آج بھی موجود ہے اور آج بھی اس کے پتوں سے مولی کا مزہ آتا ہے۔

○ خانیوال اور شورکوٹ کے درمیان ایک اٹیشن عبدالحکیم ہے یہ اٹیشن خواجہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ خواجہ عبدالحکیم ذات کے دھوبی تھے اور دریائے رادی کے کنارے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ لیکن کسی کو پتہ نہیں تھا کہ دریائے رادی پر کپڑے دھونے والا یہ دھوبی جس طرح لوگوں کے کپڑوں کی ظاہری میل صاف کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی نگاہ فیض۔ نظر دلالت اور توجہ رسانی سے لوگوں کے دلوں کی میل بھی صاف کر کے نور معرفت سے منور کر دیتا ہے۔

شہر دستان کے تاجدار شاہجہاں کا زمانہ تھا۔ اور شاہجہاں نے دہلی کی جامع مسجد بنوائی جس کی محراب ٹیڑھی رہ گئی۔ مفتیان شرع نے فتویٰ دے دیا کہ چونکہ اس مسجد کی محراب ٹیڑھی ہے اس لئے یہاں نماز جائز نہیں ہے۔ شاہ جہاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا۔ اور یہ اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ رات کو خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ کئی دے آتائے وہ عالم غلیہ السلام نے فرمایا۔ شاہجہاں اگر مسجد کی محراب سیدھی کر دانی ہے تو رادی دے اس دھوبی کے پاس چلے جاؤ شاہجہاں نے عرض کی آپ خود ہی سیدھی

کر دیں۔ فرمایا اگر دنیا کے سارے کام میں سی کرتا ہوں تو پھر میرے ولیوں کے پاس کون جائے۔ صبح ہوئی تو شہرستان کا بادشاہ شاہجہان آٹھا اور شاہی تاج و لباس اتار کر خواجہ عبدالعظیمؒ کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا! خواجہ صاحب نے پوچھا آپ کون ہیں؟ عرض کیا آقا میں خود نہیں آیا۔ مجھے کسی نے بھیجا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ جس نے مجھے بھیجا ہے اگر کہیں تو انہیں یہاں دکھا دوں۔ عرض کیا یا حضرت میں سمجھا نہیں۔ فرمایا مجھے میرے پاس بیٹھنے والا مجھے اگر کہہ گیا ہے کہ شاہجہان آ رہا ہے۔ اسے خالی نہ مڑنا۔ شاہجہان تباؤ کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا آقا دہلی میں شاہی مسجد بنوائی ہے۔ جس کی محراب ذرا ٹیڑھی رہ گئی ہے۔ وہ محراب سیدھی کر دیں۔

خواجہ عبدالعظیمؒ نے فرمایا۔ فلاں جُمرات کو عصر کے وقت سب لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے محراب کو دیکھتے رہیں جب سیدھی ہو جائے تو کہہ دینا بس۔
شاہجہان نے واپس آ کر ایسا ہی کیا۔ جب وہ وقت آیا اور آگ اور دھوٹی میں مسجد کے محراب کو دیکھ رہے ہیں اور خواجہ صاحب نے کپڑا دھو کر پخوڑا۔ محراب کا خیال آ گیا۔ وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

○ خواجہ عبدالعظیمؒ کے زمانے میں ایک مرتبہ شہر دوڑوں کی بارات دہلی سے گزری آپ دریا کے کنارے پہنچے دھو رہے تھے دریا پر کوئی پل نہیں تھا۔ شہر دوڑوں نے کہا، او دھوئی! مجھے اتنا عرصہ ہو گیا یہاں کپڑے دھوتے ہوئے مگر تو ابھی تک دریا پر کوئی پل بھی نہیں بنا سکا۔ آپ نے فرمایا! تم نے پار جانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں!۔ تو آپ نے کپڑے کا ایک تھان دریا کے کنارے پانی پر بچھا دیا۔ اور فرمایا!۔ یہ پل بن گیا ہے۔ گزر جاؤ۔ وہ ڈرنے لگے کہ ڈوب جائیں گے۔ اور کہنے لگے۔ تو ہم سے مذاق کرتا ہے۔ فرمایا نہیں!۔

انہوں نے کہا تو پھر پل تو اس پل کے کنارے دکھا۔ خواجہ صاحب نے پھر اپنے پل کا

ہم اتنی جلدی بیت المقدس پہنچ گئے ہیں تو اس عورت نے جواب دیا کہ تیری زناہ زائدوں کی ہے اور میری زناہ عامہ نون کی اور زائدہ سیر ہو کہ ہے اور عارت طیار ہوتا ہے اور اڑنے والا چلنے والے سے تیز ہوتا ہے۔

○ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ایک دن وُن کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ صبح صبح سبزی بیچنے والی ایک عورت مولیوں کا ٹوکرا سر پر اٹھائے پاس سے گزری فقیر کا دل مولی کاٹنے کو کر آیا۔ اس عورت سے فرمایا بی بی ایک مولی دے جاؤ۔ عورت نے مولی دینے سے انکار کر دیا۔ فقیر بابا جلال میں آگئے اور اس وُن کے پتے منہ میں ڈال کر فرمایا کہ تو ہی مولی بن جا۔ چنانچہ ان پتوں سے مولی کا ذائقہ آگیا وہ درخت آج بھی موجود ہے اور آج بھی اس کے پتوں سے مولی کا مزہ آتا ہے۔

○ خانیوال اور شورکوٹ کے درمیان ایک اٹیشن عبدالحکیم ہے یہ اٹیشن خواجہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ خواجہ عبدالحکیم ذات کے دھوبی تھے اور دریائے رادی کے کنارے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ لیکن کسی کو پتہ نہیں تھا کہ دریائے رادی پر کپڑے دھونے والا یہ دھوبی جس طرح لوگوں کے کپڑوں کی ظاہری میل صاف کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی نگاہ فیض۔ نظر ولایت اور توجہ رسانی سے لوگوں کے دلوں کی میل بھی صاف کر کے نور معرفت سے متور کر دیتا ہے۔

شہرستان کے تاجدار شاہجہاں کا زمانہ تھا۔ اور شاہجہاں نے دہلی کا جامع مسجد بنوائی جس کی محراب ٹیڑھی رہ گئی۔ مفتیان شرع نے فتویٰ دے دیا کہ چونکہ اس مسجد کی محراب ٹیڑھی ہے اس لئے یہاں نماز جائز نہیں ہے۔ شاہ جہاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا۔ اور اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ رات کو خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ کئی دے آتائے وہ عالم غلیہ السلام نے فرمایا۔ شاہجہاں اگر مسجد کی محراب سیدھی کر دانی ہے تو رادی دے اس دھوبی کے پاس چلے حاضر شاہجہاں نے عرض کی آپ خود ہی سیدھی

کر دیں۔ فرمایا اگر دنیا کے سارے کام میں ہی کرتا ہوں تو پھر میرے ولیوں کے پاس کون جائے۔ صبح سوئی تو ہندوستان کا بادشاہ شاہجہان آٹھا اور شاہی تاج و لباس اتار کر خواجہ عبدالعظیمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کی! خواجہ صاحب نے پوچھا آپ کون ہیں؟ عرض کی آقا میں خود نہیں آیا۔ مجھے کسی نے بھیجا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ جس نے تجھے بھیجا ہے اگر کہوں تو انہیں یہاں دکھا دوں۔ عرض کی یا حضرت میں سمجھا نہیں۔ فرمایا تجھے میرے پاس بھیجنے والا تجھے اگر کہہ گیا ہے کہ شاہجہان آ رہا ہے۔ اسے خالی نہ مڑنا۔ شاہجہان تباؤ کیا چاہتے ہو؟ عرض کی آقا دہلی میں شاہی مسجد بنوائی ہے۔ جس کی محراب ذرا ٹیڑھی رہ گئی ہے۔ وہ محراب سیدھی کر دیں۔

خواجہ عبدالعظیمؒ نے فرمایا۔ فلاں جمعرات کو عصر کے وقت سب لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے محراب کو دیکھتے رہیں جب سیدھی ہو جائے تو کہہ دینا بس۔
شاہجہان نے واپس آ کر ایسا ہی کیا۔ جب وہ وقت آیا اور آگ اور دھواں میں مسجد کے محراب کو دیکھ رہے ہیں اور خواجہ صاحب نے کپڑا دھو کر پخوڑا۔ محراب کا خیال آگیا۔ وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

○ خواجہ عبدالعظیمؒ کے زمانے میں ایک مرتبہ ہندوؤں کی بارات دہلی سے گزری آپ دریا کے کنارے پہنچے دھو رہے تھے دریا پر کوئی پل نہیں تھا۔ ہندوؤں نے کہا، او دھو بی! تجھے اتنا عرصہ ہو گیا یہاں کپڑے دھوتے ہوئے مگر تو ابھی تک دریا پر کوئی پل بھی نہیں بنا سکا۔ آپ نے فرمایا! تم نے پار جانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں!۔ تو آپ نے کپڑے کا ایک تھان دریا کے کنارے پانی پر بچھا دیا۔ اور فرمایا!۔ یہ پل بن گیا ہے۔ گزر جاؤ۔ وہ ڈرنے لگے کہ ڈوب جائیں گے۔ اور کہنے لگے۔ تو ہم سے مذاق کرتا ہے۔ فرمایا نہیں!۔

انہوں نے کہا تو پھر پل تو اس پل کے کونکر کا تھا۔ خواجہ صاحب نے پھر اپنے پل کا

فرمایا کہ وہ تو کا فر ہیں۔ اور ان کا یقین تو کیا ہے اور تو تو ایک مسلمان کا بیل ہے۔ اور تیرا یقین تو کیا ہے میری طرف سے تو ہی ان کو اسی کپڑے کے پلے پر سے گزر کر دکھا دے چنانچہ وہ بیل صحیح سلامت گزر گیا اور پھر وہ ہندو بھی گزر گئے۔ اور آپ کی خدمت اللہ ہی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

○ جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۱۲۸ علامہ یوسف بن مکمل نبھانی رح تاریخ الخلفاء ص ۹ علامہ جلال الدین سیوطی حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کی ہے اَنْ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ خَلِيفًا جَدِيدًا عَشْرِينَ وَسَقَامًا مَّالَهُ بِالْغَابَةِ — کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے غائبہ مال میں سے جس ہزار دسویں تقریباً ساڑھے باون من کھجوریں عطا کیں تھیں۔ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ — قَالَ وَاللّٰهِ يَا بَنِيَّ مَا مِنْ النَّاسِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ بَعْدِي مِنْكَ وَلَا أَعْرِضُ عَنْكَ فَبَعْدِي مِنْكَ — پھر جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ سے فرمایا — بیٹی نہ تو میں اپنے بعد تم سے زیادہ کسی کا مالدار ہونا چاہتا ہوں۔ اور نہ اپنے بعد تم سے زیادہ کسی تنگ دستی کا مجھے ملکہ ہے۔ لیکن میں نے جو تمہیں بیس دس کھجوریں دی تھیں اگر تو ان پر قبضہ کر لیتی تو وہ تمہاری سوجاتیں و اِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالٌ وَارِثٌ — بلکہ آج تو اس میں میراث جاری ہو گئی۔ وَاِنَّمَا هُمَا اخْوَاكُ وَ اخْتَاكُ — اور وہ وارث تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔

فاقموا علی کتاب اللہ۔ اللہ کی کتاب کے موافق تقسیم کر لینا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ اَبَا حُضْرَیہ مال تو ہے ہی کیا۔ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَعَلَّكُمُ — اگر اس سے بھی زیادہ ہوتا تو میں پھر بھی چھوڑ دیتی۔ اِنَّمَا هِيَ السَّمَاءُ — کَمَنْیَ الْاُخْرٰی۔ لیکن ایک تو میری بہن اسما ہے دوسری بہن کون ہے ؟

معجزہ اور کرامت

جس طرح کسی نبی کا معجزہ حقیقت میں خدا کا فعل ہی ہوتا ہے اسی طرح کسی ولی کی کرامت بھی اصل میں اللہ ہی کی قدرت و طاقت کا منظر ہوتی ہے۔
اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۲۹۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا۔ رَبِّ اشْفِ مَدْفُوعًا بِالْأَكْبَابِ كَوَاقِسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَسْوَةَ۔ کہ میری امت میں بہت سے فقیر لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی ظاہری حالت یہ ہوگی کہ ان کے لباس پھٹے ہوئے۔ بال بکھرے ہوئے اور لوگوں کے دوازدوں سے ٹھکرائے ہوئے ہوں گے لیکن باطن میں ان کا اللہ تعالیٰ سے اتنا گہرا تعلق ہوگا کہ اگر وہ اللہ پر بھروسہ کر کے کسی بات پر قسم بھی کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ اس قسم کو پورا کر دیں گے۔
مثلاً۔ اگر کوئی فقیر درویش اور مرد کا لیہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ تو ضرور لڑکا ہی ہوگا۔

کوئی قسم کھا کر اعلان کرتا ہے کہ آج بارش برے گی۔ تو ضرور برے گی۔ اور اگر کوئی مرد فلندہ قسم کھاتا ہے کہ فلاں شخص جنتی ہے۔ تو وہ ضرور جنتی ہوگا۔

ذہن میں بار بار یہ سوال پڑتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی میں روشن حقیقت

ہے کہ۔

اِنَّ الْعَبْدَ وَلِيُّ اللّٰهِ — وَالرَّبُّ وَلِيُّ الْعَبْدِ — اور — اَلرَّبُّ حَبِيبُ الْعَبْدِ — وَالْعَبْدُ حَبِيبُ الرَّبِّ — کہ بندہ اللہ کا ولی ہے اور اللہ بندہ کا ولی — اور رب بندہ کا حبیب ہے اور بندہ رب کا حبیب۔

لَا تَزَالُ الْعَبْدُ مَعَ لَوْ مِّنْهُ وَحَبِيبُ كَمَا فَعَلَ كُلُّ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ وَيَا مَوْجِبُ۔
 کہ جب ایک بندہ یعنی فقیر و درویش اور ولی و مردِ کامل عاجز و کمزور اور ناقراں ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے اور اللہ کے ارادے کے مطابق چلتا پھرتا اور اس کی منشاء رضامندی کی خاطر اپنی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر سانس اس کی عبادت و بندگی میں گزارتا ہے اور وہی کرتا ہے جو خدا حکم دیتا ہے تو سچو وہ خدا جو بڑا قوت والا، طاقت والا، حکمت والا، غالب علیٰ کلّی غالب — رحیم و کریم ہے وہ اپنے اس فرمانبردار و طاعت گزار بندے کی مرضی کے مطابق سب کچھ کر نہیں کر سکتا۔

خودی کو کہ بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
 خدا بندے سے خود بوجہ بتا تیری رضا کیا ہے
 اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ کریم کی قدرت ایسا کرنے سے عاجز ہے تو وہو کفر۔
 یہ کفر ہے۔

قرآن پاک کو گواہ ہے کہ آتش نرود کے ٹھکرتے ہوئے تھے حضرت ابراہیم
 معجزہ : علیہ السلام کو نہ جلا سکے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دسترخوان سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک صاف کئے تو اس دسترخوان کو آگ نے نہ جلا یا۔

کرامت : اخبار الاخیار فارسی ص ۲۹۵ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ حسن محمد زب

کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”در دہلی سیر می کرد با سلطان لودھی عشق می باخت“۔ وہ دہلی کے بازاروں میں پھرتے رہتے۔ سلطان لودھی پر عاشق تھے۔ گوہر گز کہ اوراچند باد سلطان مذکور در بندہ خانہ نہاد و در بہت روز دیگر دیدند کہ در بازاری گرو۔

کہتے ہیں کہ سلطان نے انہیں کوئی بارتقید خانہ میں ڈالا لیکن اگلے ہی روز لوگ دیکھتے کہ وہ دہلی کے بازاروں میں گشت کر رہے ہیں۔ ایک دن سلطان اپنے شاہی محل میں بیٹھا تاکہ اچانک شیخ حسن مجذوب وہاں ظاہر ہو سکے۔

سلطان نے پوچھا ”ایں جا بے رخصت باچوں آمدہ“۔ کہ اس محل خاص میں میری اجازت کے بغیر کیوں اور کیسے آ گیا ہے۔ گفت من عاشق تو ام۔ فرمایا میں تم پر عاشق ہوں۔ تجھے دیکھنے کے لئے آ گیا ہوں۔

اس وقت سلطان لودھی کے پاس بٹرتے ہوئے گولوں کی انگیٹھی رکھی تھی۔ کہ دن دیوانہ گرفت و در منتقل نہاد۔ سلطان نے شیخ حسن کی گردن پکڑ کر آگ سے بٹرتی ہوئی انگیٹھی میں ڈال دی۔ طویل بری حالت گزشت بعد از انکہ سر برداشت اثرے از آتش در دے ظاہر نمود۔ دیکھتے ان کی گردن آگ میں رہی۔ یہ جب ان کا سر باہر نکلا تو کہیں بھی آگ کے اثر کا نشان نہ تھا۔

نیز بہت المجاہد جلد ۱ ص ۵۔ علامہ صفوی رحمۃ اللہ علیہ ایک آدمی نے قسم کالی کہ اس کی بیوی کسی قسم کا صدقہ نہیں دے گی مگر اس کی بیوی نے اپنے خاوند کی عدم موجودگی میں صدقہ دیا۔ خاوند کو پتہ چلا تو کہا۔ کَيْفَ خَالَفْتَ امْرَأَتِي۔ قَالَتْ فَعَلْتُ شَيْئًا لِلَّهِ۔ کہ تو نے میرے حکم کی مخالفت کیوں کی ہے؟ عورت نے کہا کہ میں نے اللہ کے لئے کیا ہے۔ خاوند نے آگ تنور میں جلائی اور کہا۔ اُوْخِلِي فِيْهَا لِاَجْلِ اللّٰهِ۔ کہ اس آگ میں اللہ کے لئے داخل ہو جا۔ عورت تیار ہو گئی۔ اس نے غسل کیا اور نہ پکڑے پھنے۔ خاوند نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ بیوی نے جواب دیا اِنَّ الْحَبَّ اِذَا زَادَ حَبِيْبُهُ تَزَيَّنَّ لَهُ۔

— کہ جب کوئی دوست اپنے دوست کی زیارت کو جاتا ہے تو بن مسرور کے جاتا ہے۔ پھر اس عورت نے تنور میں چھلانگ لگا دی۔ فَاطِبَقْهُ عَلَيْنَا فَلَا شَيْءَ آيَامَ۔ خاندان نے تنور پر ڈھکنا دے دیا۔ تین دن کے بعد اس نے ڈھکنا اٹھایا۔ فَرَاهَا تَبَسَمَ۔ وہ عورت مسکرا رہی تھی۔ وہ حیران ہو گیا۔ غیب سے آواز آئی۔ اِنَّ النَّارَ لَا تَحْوِقُ احْبَابُ يَنْبَا۔ کہ ہم سے محبت کرنے والوں کو آگ نہیں جلاتی۔
معجزہ کا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ (القرآن)،

کرامت۔ حضرت شہنشاہ بغداد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ پاک میں ایک عیسائی پادری نے بغداد میں آکر مسلمانوں کو یہ کہہ کر گراہ کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کئے اور تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد علیہ السلام سے افضل ہیں۔ پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو آپ عیسائی پادری کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں نبی نہیں۔ نبی کا نواسہ ہوں اگر میں مردہ زندہ کر دوں تو میرے نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے گا۔

پادری نے ہاں میں جواب دیا۔ قبرستان میں گئے۔ پادری نے کہا کہ اس قبر والے مردہ کو زندہ کرو۔ فرمایا۔ قُمْ يَا ذُنْدِ اللّٰهِ۔ کہ اللہ کے حکم سے اٹھ۔ مردہ اٹھ بیٹھا۔ معجزہ کا : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو اور پھر ان کی ذبیح کی ہوئی کبوتری کو زندہ کیا۔

کرامت : بہجتہ الاسرار ص ۶۱۵۔ حیوۃ الحیوان جز اول ص ۲۸۸۔ جمال الاولیاء

۲۲ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ ایک عورت حضرت عموث اعظم کے پاس آئی۔ اور عرض کی اِنِّیْ رَاِیْتُ قُلُبَ اِبْنِیْ هَذَا شَدَّیْدَ الْعَقْلِ بِاِحَدٍ۔ کہ میں اپنے اس لڑکے کے

دل میں آپ کی بہت محبت و عقیدت دیکھتی ہوں — اسے اپنی خدمت میں رکھ لیں — آپ نے منظور کر لیا —

چند دنوں کے بعد وہ عورت اپنے لڑکے کو دیکھنے غوث پاک کے پاس آئی تو اسے نہایت ہی کمزور دیکھا اور وہ بچہ کی سوسکھی ہوئی روٹی کھا رہا تھا — لیکن جب غوث اعظم کو دیکھا تو وہ مرغی سمجھتی ہوئی کھا رہے تھے —

عورت نے عرض کی —

يَا سَيِّدِي تَأْكُلُ الدُّجَاجَ وَيَا كُلُّ ابْنِ خُبْرٍ الشَّعِيرُ — یا اٹا آپ

تو سمجھتی ہوئی مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بچہ جو کی روٹی کھا رہا ہے —

غوث پاک — جلال میں آگئے اور مرغی کی ٹڈیوں کو جمع کر کے ان پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا —

قُوْهُنَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ الَّذِي يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ — کہ اس اللہ کے حکم سے

کھڑی یعنی زندہ ہو جا جو گلی و سڑی ٹڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے !

اور فرمایا — اے عورت جب تیرا لڑکا اس قابل ہو جائے گا پھر جو چاہے سو کھایا کرے

معجزہ : مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۱۲، شکوات شریف ص ۵۴ حضرت جابر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا — اور کچھ کھانے کے

سامان کی درخواست کی — نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک سیر جو دے دیے۔ اس کی بیوی

نے برتن میں رکھ دیے — فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ وَامْرَأَتُهُ وَخِيفَتُمَا —

— پھر کئی سال تک وہ آدمی، اس کی بیوی اور ہرمان کھاتے رہے لیکن وہ سیر جو ختم نہ ہوئے

— ایک دن اس کی بیوی نے جو تول لئے — اور وہ ختم ہو گئے — وہ پھر نبی پاک علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو ختم ہونے کی شکایت کی — نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا —

لَوْ كُنْتُمْ تَكْلُهُ لَا كَلْتُمْ مِنْهُ وَلِقَامُكُمْ — کہ اگر تم بھونچتے تو لے لے تو وہ کبھی ختم نہ ہوتے !

گرامت : بہجتہ الاسرار ص ۶۶ شیخ ابراہیم ابن احمد بن محمد بن احمد قرشی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو غوث پاک کے رکابدار تھے ذکر کرتے ہیں کہ ایک سال بغداد شریف میں سخت قحط پڑا و شکوت الیہ الفاقۃ و کثرۃ العیال۔ میں نے غوث اعظمؒ سے فقر و فاقہ اور کثرت خیال کی شکایت کی۔ آپ نے تھوڑے سے جو دے کر فرمایا کہ انہی کسی برتن میں رکھ دو اور اوپر سے ڈھانپ دو۔ وَافْتَحَ فِي جَنْبِهَا فَتْحًا وَ آخِرُ جَوَامِدٍ۔ اور ایک سوراخ برتن میں رکھ دو، اس سوراخ کے ذریعہ نکال کر کھاتے رہو۔ رکابدار فرماتے ہیں۔ فَاكَلْنَا مِنْهُ خَمْسَ سَنَةٍ۔ کہ ہم نے پانچ سال تک کھائے۔ میری بیوی نے ایک حیران ہو کر برتن کو کھولا تو جو جتنے تھے اتنے ہی پلٹے۔ لیکن وہ اناج سات دن میں ختم ہو گیا اس کا ذکر غوث پاک سے کیا گیا تو۔ فرمایا۔ كَوْنُكُمْ كَمَوَدَّةٍ وَلَا كَلُتُمْ مِنْهُ اِلَّا اَنْ تَمُوتُوا۔ کہ اگر تم اس اناج کو نہ کھو لتے تو رتے دم تک کھاتے رہتے اور یہ ختم نہ ہوتے۔

معجزہ : بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۵۵ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۱۰۲ شکوۃ شریف ص ۵۳۷۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ حضرت ابو طلحہ ملازوں کی تعداد دیکھ کر گھبرا گئے اور اپنی بیوی حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ یہاں زیادہ آگے ہیں اور لیس عیننا مَا نَطْعُمُ۔ ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ انہی کھا سکیں۔ قَالَتْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔ بیوی نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول جانتے۔ حضرت ابو طلحہ نے کانٹا اگے رکھا۔ ثُمَّ قَالَ فِيْمَا شَاءَ اللَّهُ اَنْ يَقُولُ۔ پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹے پر کچھ پڑھا۔ اور فرمایا کہ دس دس آدمی کے آؤ اور کھاتے کھاؤ۔

فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَ شَبِعُوا الْقَوْمَ سَبْعُونَ اَوْ ثَمَانُونَ۔ پھر

پوری جماعت نے پیٹ بھر کر کانا کھایا اور وہ ستر تھے یا اسی۔

بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۸۹

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، مرض کی۔
آقا۔ اکیلے ہی تشریف لانا۔ جابر واپس ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل خندق
کو آواز دی کہ جابر ہم سب کی دعوت کر گیا ہے۔

امام الانبیاء علیہ السلام بمع پوری جماعت کے جابر کے گھر تشریف لے گئے۔ جابر کو
مہانوں کی کثرت دیکھ کر گھبرایا ہوا پا کر آٹائے دو جہاں علیہ السلام نے آٹے اور نہنڈیا میں
لحاج و ہن ڈال دیا۔ فَبَصُقَ قِیَمَ۔ کانا کھایا گیا اور اس میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک
ہزار آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا لیکن کمانے میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

کرامت : میرے پیر و مرشد۔ آقا و مولا اور بادی و راہنا حضرت پیر
سید علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف ایک دن غریب خانہ پر
تشریف لائے۔ مولانا محمد رمضان صاحب آفتاب کو بڑی مشکل سے دوسیر کشت مل سکا،
چادیر اٹا پکایا گیا۔ شہر کے سارے مُردین کو قبضہ عالم کے میوے گھرانے کی خبر ہو گئی
۔ کمانے سے قبل کوئی تقریباً دوسو کے لگ بھگ پیر بجائی جمع ہو گئے۔ میں اور مولانا محمد
رمضان صاحب گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ مرشد پاک نے کانا کھلانے کا حکم دیا، کانا آگے
رکھا گیا۔ قبضہ عالم نے اسی چادر سے کمانے کو ڈھانپ دیا اور ختم شریف پٹنے کا حکم دیا
۔ مولانا محمد سلیم صاحب نے ختم شریف پٹھا۔ بس پھر کیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے تک یہاں
کانا کھاتے رہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ۔ کانا کثرت سے بچ گیا!

معجزہ کا : بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۶، مسلم شریف جلد ۱ ص ۲۹۳، مشکوٰۃ

شریف ص ۵۳۶۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک

میں ایک سال قحط پڑ گیا۔ بارش نہ برسی حضور علیہ السلام جمعۃ المبارک کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھ کر گھڑا ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موشی ہلاک ہو گئے اور بچے بھوکے مرنے لگے ہیں فادع اللہ لکنا۔ بارش کے لئے اللہ سے دُعا فرمائیں سید المرسلین علیہ السلام نے اُٹھ اٹھائے، آسمان شیخے کی طرح سے صاف تھا اور بادل کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

لیکن اچانک اور یکایک بادل چھا گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بارش برسنے لگی۔ اور اگلے جمعۃ تک برستی رہی۔ اگلے جمعۃ المبارک کو اسی اعرابی نے یا کسی اور مسلمان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مکان گر گئے۔ موشی و مال اسباب غرق ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے پھر دست مبارک اٹھائے اور بارش کے قہم جانے کی دُعا کی۔

کرامت : حضرت امیر قاضی ادلیاء جناب قبلۃ عالم خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ چورہ شریف۔ کافی عرصہ سے چورہ شریف میں بارش نہ ہوتی تھی یا رانِ طریقت حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا حضرت بارش کے لئے دُعا فرمائیں چہرہ پر ولایت کا جلال رقص کرنے لگا اور پھر فرمایا۔ آج ہی ظہر کی نماز کے بعد بارش برسے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بارش برسی اور بے انتہا برسی۔ لوگوں کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور یارانِ طریقت کے دل حضرت قبلۃ عالم کے تقرب و کرامت سے باغ باغ ہو گئے۔

۱۳۲۳ء میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو سخت پریشانی ہو گئی۔ اکثر لوگ بارش نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال و موشی لے کر چورہ شریف سے نکل گئے۔

موضع بھورے مار نزد چورہ شریف کے سب لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بارانِ رحمت کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ قبلۃ عالم نے فرمایا۔ کہ ہماری مسجد کی لپائی کر دو۔ تو انشاء اللہ آج ہی بارش ہو گئی۔ لوگوں نے بخوشی مسجد کی لپائی کر دی۔ اور پھر اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ معجزاتِ انبیاءِ عظیم السلام کی جتنی انواع و اقسام
ہیں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی کرامت بھی انہیں انواع و اقسام پر مشتمل ہیں۔ مثلاً
علم غیب۔ شفائے امراض۔ قطع الطریق۔ کھلنے میں برکت۔ استجاب دعا۔
بارش کا برسانا۔ طبِ ماہیت۔ استمداد و امداد۔ بھارت و سماعت۔ ظہر و کھلنے
میں برکت۔ بانی پر چلنا۔ سوا میں اڑنا۔ اور بروں کو نیک۔ ناقصوں کو کامل۔
پتیل کو سونا۔ مٹی کو کسیر۔ جہنمی کو جنتی اور۔ کافر کو مومن بنانے کے ساتھ ساتھ ایک
ہی وقت میں کئی کئی شہروں میں آنا جانا بھی ان انواع و اقسام میں شامل ہیں۔

معجزہ لا : مسلم شریف جلد ۲ ص ۴۱۵ ، شکوات شریف ص ۵۲

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قصائے حاجت
کے لئے پردہ کی ضرورت تھی۔ میدان کے دونوں طرف درخت تھے۔ حضور علیہ السلام نے
مجھے فرمایا کہ اس درخت کو جا کر کہہ کہ تجھے اللہ کا رسول بلاتا ہے۔ میں گیا اس کی ہٹنی پڑ کر
کہا۔ اِنْقَادِي عَلَيَّ يَا ذِي الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ تو وہ درخت میرے ساتھ اس طرح چل پڑا جس
طرح اُونٹ کے ناک میں نکیل ہوتی ہے۔ پھر۔ دوسرے درخت نے بھی ایسا ہی کیا۔
فراغت کے بعد نبی پاک علیہ السلام نے سرِ اقدس کا اشارہ فرمایا تو دونوں درخت اپنے اپنے مقام
پر چلے گئے۔ فرمایا۔ يَا جَابِرُ هَلْ رَأَيْتَ بِمَقَامِي۔ کہ اے جابر۔ تو نے میرے
مقام کو دیکھا۔ قُلْتُ نَعَمْ۔ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ دیکھا ہے۔

ترجمہ شریف جلد ۲ ص ۴۱۵۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی

کریم علیہ السلام جس طرف جاتے ہیں۔ جو پتھر اور درخت لما عرض کرنا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کرامت : جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۴۹۔ حضرت ابراہیم ادم رحمۃ اللہ
 کے متعلق۔ **بَدَاءَ الرَّمَّانَةِ لِيَا كُلِّ مِثْبَةٍ**۔ انار کے ایک درخت نے انہیں
 پکارا کہ مجھے کاد۔ **فَاَكَلُ رَمَّانَتَا**۔ پس انہوں نے انار کھایا۔ **وَكَانَ قَصِيرًا**
فَطَالَتْ۔ **وَحَامِضَةً فَحَلَى**۔ وہ درخت چھوٹا تھا بڑا ہو گیا۔ اور اس کا
 پھل کڑوا تھا میٹھا ہو گیا۔ **وَحَمَلَتْ فِي الْعَامِ مَرَّتَيْنِ**۔ ایک سال میں دو دفعہ
 پھل دینے لگا۔

معجزہ کا : مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۹ ، سناری شریف جلد ۱ ص ۵۲۵
 ۔ **کتاب پاک سے حضرت علیؑ کی آنکھوں کو شفا بخشی۔**
شکوات شریف ص ۵۵۶۔ ہجرت کی رات **کتاب اقدس** سے حضرت ابوبکر صدیقؓ
 کو اچھا کیا۔ **شکوات شریف ص ۵۴۵** ایک پاگل و دیوانہ کو شفا بخشی۔

کرامت : جامع کرامات الاولیاء ص ۵۵ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اِنَّهُ قَالَ يَصْبِي مُقْعَدٌ مَفْلُوجٌ اَعْمٰی يُجْذَمُ قَمٌ بِاَذِنِ اللّٰهِ فَقَامَ لَاَعَاهَتَهُ
رَبِّهِ۔ کہ آپ نے ایک مجبور۔ فاجر زندہ۔ اندھے اور کورہ والے بچے کو فرمایا۔
اللہ کے حکم سے اٹھ۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ اور اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

معجزہ کا : جنگ اُرد میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی
 ۔ وہ آنکھ کا پیچولہ لے کر نجا پاک علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ پس گرفت
 ہوئے حضرت چشم اور اودبست مبارک و نہاد و پیچولہ۔ اس چشم بہترین و زیارتین و بینا ترین
 و چشماں اور در نہی کرد۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کا پیچولہ پکڑ کر حضرت قتادہ کی آنکھ میں رکھ دیا اور اس
 پر اپنا **کتاب پاک** لگا دیا۔ پس وہ آنکھ بہترین، خوبصورت اور زیادہ بینائی والی ہو گئی اور
 پھر کبھی اس آنکھ میں درد نہ ہوا۔

کرامت : مولانا تھانوی۔ جمال الاولیاء ص ۱۶۹، کرامات الاولیاء جلد ۱
 ص ۲۴۔ حضرت محمد بن علی الزلیعی۔ اَنَّ وَلَدًا لَعِبَ مَعَ النَّاسِ فِي دَعْوَتِهِ
 بِسُفِّ كَعَادَتِ اَهْلِ الْاُبَادِيَةِ فَاَصَابَ عَيْنِي رَجُلٌ فَقَلَعَهَا فَوَضَعَهَا
 اِلَيْهِمْ مَكَانَهَا وَبَسَقَ عَلَيْهَا فَحَادَتْ لَهَا كَانَتْ۔ کہ ان کا رگڑکا مہلت کی
 عادت کے مطابق لوگوں کے ساتھ توارے کھیل رہا تھا۔ اتفاق سے توارے کی شخص کی آنکھ
 میں لگ گئی۔ اس کی آنکھ نکل گئی۔ شیخ محمد بن علی نے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ کر علاج دین
 لگا دیا۔ تو وہ آنکھ ویسی ہو گئی جیسی کہ پہلے تھی۔

حضرات گرامی و بابرانی اہل سنت مجرہ و کرامت کے موضوع میں اپنی وسعت و کشادگی
 ہے کہ اس مقدس موضوع پر ایک طالعہ ہزاروں صفحات کی کتاب بھی لکھوں تو تھوڑی ہوگی۔
 — اس لئے کہ نہ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی کوئی حد ہے اور نہ ہی اولیاء
 اللہ کی کرامات کی کوئی انتہا ہے۔ بس اہل ایمان اور محسن عقیدت رکھنے والے حضرات کے لئے
 چند واقعات لکھ دیئے ہیں تاکہ انہیں پڑھ اور سن کر مردہ دلوں کو زندگی اور امردہ قلوب و
 نظر کو تازگی ملتی رہے۔ سنیت کا بول بالا ہوتا رہے اور اولیائے عظام کی شان و عظمت
 کا پرچم فضائے آسمانی میں ہمیشہ لہراتا رہے۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۶۵۔ جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۱۵۵ علامہ بنانی۔

جمال الاولیاء ص ۶۹ مولانا اشرف علی تھانوی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ کے ایک حبشی غلام نے چوری کی۔ شیر خدا نے اسے بلایا۔

اور پوچھا اَسْرَقْتَ۔ قَالَ نَعَمْ۔ کہ کیا تو نے چوری کی

ہے۔ اس نے اقبال جرم کر لیا۔ فَقَطَعَ يَدَهُ۔

علی المرتضیٰ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ حبشی واپس لڑا تو فَلَخْلَقَهُ

مَلَكًا الْفَارُصِي وَابْنُ الْكُوَا۔ حضرت سلمان فارسی اور ابن

الکوارضی اللہ عنہ نے انہوں نے پُچھا من قطع یدک — تیرا ہاتھ کس نے
کاٹا ہے — اس نے جواب دیا — امیر المؤمنین — وَلِیَعُوبُ
الْمُسْلِمِیْنَ — وَحُتْنُ الرَّسُولِ وَزَوْجُ الْبَتُولِ — امیر
المؤمنین نے — سردار المسلمین نے — داماد رسولؐ نے اور شوہر
بتول نے —

ابن الکواثر نے اسے پھر کہا کہ علیؑ نے تو تیرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور تو اس کی مدح
و تملیف کر رہا ہے — اس جشی نے جواب دیا لَمَّا لَا أَمَدَ خُصْمُهُ وَ
قَدْ قَطَعَ یَدِیْ بَحْقِیْ — کہ میں اس انسان کی مدح و تملیف کیوں نہ
کروں جس نے میرا ہاتھ حتی پر کاٹا ہے وَخَلَصَنی مِنَ النَّارِ اور مجھے دوزخ کی
آگ سے رہائی دلائی ہے حضرت سلمان فارسیؓ نے یہ سنا تو حضرت علیؑ کو خبر دی —
فَدَعَا الْأَسْوَدَ وَوَضَعَ یَدَهُ عَلَى سَاعِدِهِ وَعَظَاكَ بِمَنْدِیْلِ
وَدَعَا بَدْعَوَاتٍ — فَسَمِعْنَا صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ أَرْفَعَ الرِّدَاءِ عَنْ أَلِیِّهِ
— فَزَفَعْنَاهُ فَإِذَا أَلِیُّہُ قَدْ بَرَأْتُ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى وَجَمِیلُ ضَعْفٍ —
— شیر خدا نے جشی کو بلایا اور اس کا ہاتھ اس کے گنجدے پر رکھ کر رومال سے دھوا
دیا اور دعائیں فرمائیں — ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ چادر کو اس کے ہاتھ پر سے
اٹھاؤ — ہم نے اس کے ہاتھ سے چادر اٹھائی تو اس کا ہاتھ اللہ کے فضل و کرم سے اور
حضرت علیؑ کی دعا و برکت سے اچھا ہو چکا تھا اور پہلے سے بھی خوبصورت ہو چکا تھا —

○ جامع کرامات الاولیاء جزء ۱ ص ۱۳ - جمال الاولیاء ص ۱۲ بحوالہ طبقات —
علامہ نادویؒ — اَنَّ رَجُلًا تَخَوَّظَ عَلَى قَبْرِ فَحِجَّتْ — فَبَجَلْ یَنْجُ کَمَا
یَنْجُ الْکَلَابُ — ثُمَّ کَامَتْ — فَسَمِعَ مِنْ قَبْرِ یَعُوبِ — ایک
شخص نے آپؑ کی قبر شریف پر پاخانہ کر دیا تو وہ مجنون و پاگل ہو گیا اور گمگوئی کی طرح

بھونکنے لگا پھر وہ مر گیا۔ لیکن اس کی قبر سے بھی سنا گیا کہ وہ کتوں کی طرح بھونک رہا ہے۔ (یہ حضرت حسن علیہ السلام کی قبر پاک کا واقعہ ہے)

○ جامع۔ علامہ اسماعیل بن ہانی رحمۃ اللہ جزاء ص ۱۳۱
 كَمْ يَبْقَىٰ مِنْ قِتْلَةِ الْحُسَيْنِ أَحَدٌ إِلَّا وَغُوبَ فِي الدُّنْيَا — کہ
 حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے کوئی بھی نہیں بچا کہ جسے دنیا میں عذاب
 نہ ہو اور — اَمَّا بِالْقَتْلِ أَوْ بِالْعُسَىٰ أَوْ سَوَادِ الْوَجْهِ — قتل ہو
 جانے اور یا اندھا ہو جانے سے — ان میں سے ایک عبد اللہ بن حصین تھا جس نے
 حق و باطل کے غم میں سرکہ میں میدانِ کربلا میں حضرت امام عالی مقام کو آواز دی تھی —
 يَا حُسَيْنُ لَا تَنْظُرْ إِلَى الْمَاءِ كَأَنَّهُ كَبِدُ السَّمَاءِ وَاللَّهُ لَا تَذُوقُ
 مِنْهُ قَطْرَةً حَتَّى تَمُوتَ عَطْشًا —

کہ اے حسین۔ کیا تم پانی کو نہیں دیکھتے گویا یہ آسمان کا دل ہے۔ تم اس سے
 ایک قطرہ بھی نہ پی سکو گے اور پیاسے مر جاؤ گے۔ امام پاک نے اس کے حق میں کہا
 — اللَّهُمَّ اقْتُلْهُ عَطْشًا — کہ اے اللہ اسے پیاسا مار — فَكَانَ ذَلِكَ
 الْخَبْرَ يُشْرِبُ الْمَاءَ وَلَا يَزِدُّهُ حَتَّى مَاتَ عَطْشًا — پھر وہ خبیث
 ایسا ہو گیا کہ پانی پیتا جاتا تھا لیکن؛ سیراب نہ ہوتا تھا اور اس کی پیاس نہ بجھتی تھی یہاں تک
 کہ وہ پانی پانی کہتا ہوا مر گیا۔

○ جامع کرامات الاولیاء جزاء ص ۱۳۲ جلال الاولیاء ص ۳
 میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب کیا — ایک
 شقی نے جس کا نام وزعتہ تھا تیرا مارا — جو آپ کے حلق پر لگا — امام پاک نے اس ظالم
 کے حق میں آغا فرمایا اللَّهُمَّ أَظْهِرْ — کہ اے اللہ اسے پیاسا کر دے — پھر اس
 خبیثہ کی یہ حالت ہو گئی — يَصْحَبُ مِنَ الْحَرِّ يَظْنُهُ وَمَنْ الْبُرْدِ فِي ظَهْرِهِ

کہ وہ پیٹ کی کرمی اور پیٹھ کی سروی سے ہر دقت چنتا چلتا رہتا — وَیَقُولُ اسَقُوْنِی — اور کہتا رہتا کہ مجھے پانی پلاؤ۔

ایک بڑا برتن جس سے پانچ آدمی سیراب ہو جاتے تھے اس میں پانی لایا جاتا — فَيَشْرَبُ بِہٖ — وَیَقُولُ اسَقُوْنِی — وہ پیتا جاتا اور پکارتا جاتا کہ مجھے پانی پلاؤ — اَهْلُکَنِی الْعَطَشُ — مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا ہے — اسے بار بار پانی کا وہ ٹکالا لایا جاتا — اَلْقَدْ بَطَنَہُ کَاَقْدَادِ الْعَبْرِ — یہاں تک کہ اس کا پیٹ اس طرح پھٹ گیا جس طرح سے اوٹ کا پیٹ پھٹتا ہے — ان دونوں کرامتوں کو شیخ ابن حجر نے بھی صراحت میں ذکر کیا ہے۔

○ نزہت المجالس جلد ۱ ص ۵ — علامہ صفوریؒ، حضرت احمد بن محمد بغدادی المعروف ثوری رحمۃ اللہ علیہ — اَنَّهُ اِغْتَسَلَ یَوْمًا فِجَاءَ لِقَیْنٍ وَ اَخَذَ شِیْءًا بِہٖ — ایک دن وہ غسل کر رہے تھے کہ ایک چور آیا اور ان کے کپڑے اٹھائے اور اس چور کے ہاتھ سُرک گئے — ثُمَّ جَاءَ وَوَضَعَهَا مَکَانِہَا — پھر وہ واپس آیا اور کپڑے وہیں رکھ دیئے —

حضرت احمد ابن محمد بغدادی نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی یَا رَبِّ قَدْ رَدَّ عَلَیَّ ثَوْبِیْ فَرَدَّ عَلَیْہِ یَدَکَ — کہ اے رب اس چور نے میرے کپڑے واپس کر دیئے ہیں تو اس کے ہاتھ درست کر دے — فَرَدَّهَا عَلَیْہِ — پس اس کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

○ نزہت المجالس جلد ۱ ص ۵ — حضرت ابراہیم ادم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا — میں نے پوچھا — کیوں آئے ہو؟ — فَقَالَ نَزَلْتُ الْکِتَابَ الْمَجِیْنِ — کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نام لکھنے آیا ہوں۔ — حضرت ادمؑ فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا هَلْ اَنَا مِنْہُمْ — کہ ان میں

میرا نام بھی ہے؟ — اس نے کہا — نہیں — فَقُلْتُ إِذَا كُتِبَ لَكُمْ فَكَيْفَ تَحْتَمُّونَ
ابْنُ آدَمَ حُبَّ الْمُحِبِّينَ — فرماتے ہیں — میں نے کہا کہ جب قرآن کے نام لکھے تو بھیجے یہ
لکھ دینا کہ ابراہیم اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

فرشتہ نے کہا — قَدْ أَمَرَنِي رَبِّي فِي هَذِهِ السَّاعَةِ أَنْ أَكْتُبَكَ فِي أَوْثَقِ
— کہ مجھے ابھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ ابراہیم کا نام سب سے پہلے لکھ دو۔

○ جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ مصر۔ علامہ ریسٹ بن اسماعیل البیہقی رحمۃ
اللہ علیہ محمد الحنفی المجدوب رحمۃ اللہ علیہ — یہ ابدال تھے — کبھی چلاتے ہوئے عجیب و
غریب اور وجدان و معرفت کی کلام کر جاتے اور کبھی مستغرقاً مِثْلَکُمْ فِي شَأْنِ الْأَكَابِرِ
وَمِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ بِمَا لَا يَسْتَطِيعُ سَمَاعُهُ — استغراق اور کیف
و مستی کی حالت میں زمین و آسمانوں کے ابراہین کی شان میں ایسی گفتگو کرتے کہ عوام کو سننے کی
طاقت نہ ہوتی۔

إِنَّهُ خَطَبَ وَصَلَّى الْجُمُعَةِ فِي ثَلَاثِينَ بَلَدًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ
— وَكَانَ يُعَيِّتُ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ فِي عَدَّةٍ بِلَادٍ — انہوں نے ایک
دفعہ میں شہروں میں خطبہ و نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے۔ اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی رات
میں شب باغش ہوتے رہے ہیں۔

وَأَرَادَ قَطَاعُ الطَّرِيقِ سَلْبَ ثَوْبِهِ فَصَمَّرَ أَيْدِيَهُمْ فِي أَجْنَابِهِمْ
— ایک دفعہ چوروں نے ان کے کپڑے چھیننے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ان کے ہاتھ ان کے پیٹوں
میں گاڑ دیے۔

○ جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۲۹۶ جلال الاولیاء ص ۲۰۲ مولانا اشرف علی تھانوی،

محمد البشیر بنی رحمۃ اللہ علیہ — امام شعرائے فرماتے ہیں

لَمَّا ضَعُفَ وَلَدُكَ أَحْمَدُ وَأَشْرَفَ عَلَى الْمَوْتِ وَخَضَعَ عِزُّ رَأْسِهِ

لَقَبْصِ رُوحِهِ قَالَ لَهُ الشَّيْخُ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ رَاجِعُهُ فَإِنَّ الْأَمَرَ
نَسِخَ — وَرَجَعَ عِزْرَائِيلُ وَشَفَى أَحْمَدَ —

ان کا رط کا احمد سخت بیمار تھا اور پھر موت کے قریب پہنچ گیا عزرائیل اس کی روح
قبض کرنے کے لئے آگئے۔ تو انہوں نے ملک الموت سے کہا کہ واپس چلے جاؤ میرے بیٹے کی موت
کا معاملہ منسوخ ہو گیا ہے۔

عزرائیل علیہ السلام واپس لوٹ گیا۔ ان کے بیٹے احمد کو اسی وقت شفا ہو گئی اور اس کے
بعد وہ تیس سال تک زندہ رہا۔ وَكَانَ يَقْبِضُ مِنَ الْهَوَاءِ كُلَّ شَيْءٍ — کہ ان کے
گھر والوں کو جس چیز کی بھی ضرورت ہوتی تھی وہ سہا میں ہاتھ لہراتے اور وہ چیز تیار کر دیتے تھے۔
امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح کا بیان ہے — أَنَّ لَهُ ذُرِّيَّةً بَارِعًا مَخْرُوبًا
مِنْ بَيْتِ سُلْطَانٍ مَرَاكَشَ — کہ ان کی اولاد کچھ تو مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے
تھی وَذُرِّيَّةٌ فِي مَلَاذِ الْحَجَمِ — اور کچھ اولادِ عجم کے شہروں میں تھی — وَذُرِّيَّةٌ
فِي بِلَادِ الْهِنْدِ — اور کچھ اولادِ ہند کے شہروں میں اور کچھ مکرور کے شہروں میں تھی — وَ
كَانَ فِي سَاعَتِهِ وَاحِدًا يُطَوَّفُ عَلَى عِيَالِهِ فِي هَذِهِ الْبِلَادِ — اور وہ ایک
ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوا کرتے تھے اور ہر ایک کی ضروریات
پوری کرتے رہتے تھے — وَكُلُّ أَهْلِ بِلَادٍ يَقُولُونَ إِنَّهُ مُقِيمٌ عِنْدَهُمْ
— اور ہر شہر کے لوگ بھی سمجھتے تھے کہ وہ انہیں کے پاس ہی قیام رکھتے ہیں۔

انہیں مختلف صورتوں میں آنے جانے کے باعث کسی عالم نے ان پر ترکِ جمعہ کا الزام
لگایا — فَوَجَدَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ الْمُشْرِفَةِ — پھر لوگوں نے انہیں مکہ معظمہ
میں جمعہ پڑھتے دیکھا — وہ لاشعری کو حکم دیتے تو وہ ایک انسان بن جاتی — اس سے کام لیتے
تھے — وہ پھر لاشعری بن جاتا —

محمد بن الحاکم فرماتے ہیں هَرَبَ فَقِيرٌ مِنِّي إِلَى الشَّرْبِ بَنِي — کہ میرا ایک

درویش شربلی کے پاس چلا گیا۔ وہ واپس آیا تو میں نے اسے کہا لَا ضَرْبَ لَكَ حَقِّ
مَحَبَّتِي عَلَىٰ هَٰذَا حِلِّ — کہ میں تجھے اس وقت تک ماروں گا جب تک کہ تیرے
چلانے پر شربلی نہ آئے۔ پس میں اس درویش کو مارنے کے لیے آگے بڑھا تو اذًا بِالْشَرْبَلِيِّ
وَأَقِفْ عَلَىٰ رَأْسِهِ — تو شربلی صاحب اس کے سر پر کھڑے تھے۔

حضرات گرامی۔ اولیاء عظام کی ان دو کرامتوں اور دیگر بزرگانِ دین کے ایسے ہی ہزاروں
واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی
روحانی و وجدانی اور ایمانی قوت و طاقت کے آگے یہ مکان و زمان کی حدیں۔ یہ مشرق و
مغرب کے فاصلے۔ یہ قُرب و بُعد کی دیواریں اور یہ زمین و آسمان کے کنارے کوئی حقیقت نہیں
رکھتے یہ جب چاہیں۔ جہاں چاہیں اور جس کے لئے چاہیں آ اور جاسکتے ہیں اور ان کی روحانی
و ایمانی قوت کے آگے جو کہ اصل میں اللہ ہی کی عطا کردہ ہوتی ہے نہ کوئی دیوار حائل ہو سکتی ہے اور
نہ ہی کوئی پردہ رکاوٹ بن سکتا ہے۔

عَلَامَ عَبْدِ اللَّهِ يَافِضِي رَحْمَتِهِ اللَّهُ عَلَيْهِ فَرَلْتُمْ هِيَ — أَلْوَلِيٌّ إِذْ تَحَقَّقَتْ فِي وَلَا يَتِيهِ
وَتَمَكَّنِي مِنَ التَّصَرُّفِ فِي رُوحَانِيَّتِهِ يُعْطِي مِنَ الْمَقْدَرَةِ فِي التَّصَرُّفِ فِي
صَوْرَةٍ عِيدَةٍ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ فِي جِهَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ عَلَى حُكْمِ إِرَادَتِهِ
— کہ ولی اللہ جب ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے اور روحانیت میں کمال حاصل کر
لے تو اس کو اتنی طاقت دی جاتی ہے کہ وہ مختلف صورتوں میں اور مختلف جگہوں پر ایک ہی
وقت میں تصرف کر سکتا ہے۔

صراطِ مستقیم فارسی ص ۱۱۱ مطبوعہ دہلی مولانا محمد اسماعیل دہلوی جو کہ ولی بندوں کے امام و
پیشوا ہیں لکھتے ہیں۔

اصحاب اسی مراتب عالیہ و اربابِ این مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال
و شہادت می باشند۔ — اسی کبارِ اولی الالباب و اولی الصراط میرسد کہ تمام کلیات را بسوئے خود

نسبت نمائند مثلاً۔ ایشیاں را میرسد کہ بگویند کہ از فرش تا عرش سلطنت است و معنی این کلام آنست کہ از عرش تا فرش سلطنت مولاے است و ما را با ہمہ چیز نسبت متساوی است۔ ان مراتب عالیہ و مناصب رفیعہ کے صاحبان اولیاء الرحمن عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف منسوب کریں۔

مثلاً۔ انہیں جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ فرش سے عرش تک۔ ہمارے مولا کی سلطنت ہے۔

مواظف اشرفیہ۔ دلیہ بندہ لویں کے مجدد و محقق مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اصحابِ قدس یعنی اولیائے کرام جس قالب میں چاہیں اور جہاں چاہیں بیک وقت حاضر ہو سکتے ہیں ○ تفریح الخاطر ص ۳۸ مطبوعہ مصر علامہ عبدالقادر الاربابی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک دن رمضان المبارک میں ستر آدمیوں نے آپ کو روزہ افطار کرنے کی دعوت کی۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک کی دعوت منظور کر لی۔ ہر دعوت دینے والے کو دوسرے کی دعوت کا قطعاً نہیں۔ پھر ایسا ہی ہوا اور جناب غوث اعظم نے ہر ایک کے گھر روزہ افطار کیا۔ اور پھر اسی دن اپنے گھر بھی روزہ افطار کیا۔

آپ کے ایک خادم کے دل میں خیال آیا کہ ایا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے حضرت کی خدمتِ اقدس میں اپنا خیال ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔

هُمْ الصَّادِقُونَ فِي قَوْلِهِمْ وَإِنِّي أَجَبْتُ دَعْوَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَحَضَرْتُ وَأَكَلْتُ طَعَامَهُمْ فِي بُيُوتِهِمْ فَزِدُوا أَفَرَدًا۔ کہ وہ لوگ اپنے قول میں سچے ہیں۔ میں نے ہر ایک کی دعوت منظور کی اور پھر میں ہر ایک کے گھر حاضر بھی ہوا اور ہر ایک کے گھر جا کر کانا بھی کھایا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۶۶ امام رازیؒ — کہ امانۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۱۲۵ — جلال الاولیاء ص ۳۴ خانوی — ابراہی علی — بیہقی اور ابو نعیم ابی السفر سے بیان کرتے ہیں :-
 نَزَلَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحَمْدِيُّ فَقَالَ وَاللَّهِ آخِذٌ بِاسْتِمْلَاقِ لِقَاصِكَ
 الْأَعَاجِمِ — تو لوگوں نے ان سے کہا کہ یہاں کے زہر سے بچنا کہیں تمہیں یہ عجیبی لوگ پلا
 نہ دیں —

فَقَالَ اسْتَوْفِي بِهِ — حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ وہ زہر میرے پاس لاؤ
 — تو حضرت خالدؓ نے وہ مٹی بھر زہر جسٹم اللہ پڑھ کر کھالیا —
 فَلَمْ يَضُرَّكَ شَيْئًا — زہر سے کوئی نقصان نہ دیا۔

○ عبدالمسیح ایک بی بی ہلاک کر دینے والا زہر لے کر آیا — حضرت خالدؓ نے وہ
 زہر بھی جسٹم اللہ و بِاِذْنِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ پڑھ کر پی لیا۔ عبدالمسیح وہیں
 اپنی قوم میں آیا اور انہی قوم سے کہا — يَا قَوْمُ أَكُلِ سَيْمٌ سَاعَتِهِ فَلَمْ يَفْزِرْ —
 کہ اے قوم اس مسلمان سپہ سالار نے تو ایک گھڑی میں ہلاک کر دینے والا زہر کھالیا ہے تو اسے
 کوئی نقصان نہیں ہوا تم لوگ ان سے صلح کر لو۔

○ ایک آدمی کے پاس شراب کا مشکیزہ تھا — حضرت خالدؓ نے دُعا کی اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ
 عَسَلًا — فَصَارَ عَسَلًا — کہ اے اللہ اسے شہد بنا دے۔ تو وہ شہد بن گیا —

○ ایک آدمی کے پاس شراب کا مشکیزہ تھا — پوچھا — کیا ہے؟ — جواب ملا —
 سرکہ ہے — دُعا کی جَعَلَهُ اللَّهُ خَلًّا — کہ اللہ اسے سرکہ ہی بنا دے — دیکھا تو وہ
 سرکہ تھا —



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جسم اور رُوح

کسی نبی کا کوئی معجزہ ہر ایک کی دلی کی کوئی کرامت حقیقت اور اصل میں اس کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ جو کبھی اپنے جاہ و جلال اور قہر و غضب کو اپنے مخلص و فرمانبردار بندوں کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے اور کبھی اپنے لطف و کرم و رحمت و بخشش اور حسن و جمال کو اپنے صالحین و متقین یعنی انبیاء و اولیاء کی معرفت دنیا کو دکھاتا ہے تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ یہ نفس قدیر جن کے ہاتھوں پر خوارق العادات یعنی عقل کے خلاف امور واقع ہو رہے ہیں ان کا اپنے رب سے اتنا گہرا تعلق — قوی رشتہ — مضبوط لگاؤ اور بے حد عشق ہے کہ جو یہ کہتے ہیں خدا مان جاتا ہے — اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ ان میں ایمانی و روحانی قوت و طاقت جسمانی و بدنی قوت پر غالب، بروقت غالب رہتی ہے۔

المنان — جسم اور روح سے مرکب ہے جسم مادہ ہے لیکن رُوح ہماری ہنسی ہے — اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو بنایا پھر اس مٹی کے پتلا میں اپنی رُوح پھینکی — گویا کہ جسم پہلے ہے اور رُوح بعد میں — جسم عالم سفلی ہے اور رُوح عالم علوی — جسم فرشی ہے اور رُوح عرشی —

عارفِ رومیؒ — تن بجاں جنبہ نہ می بینی تو جاں

لیک از جنبہ ن تن جاں بیداں

Digitized By eGangotri

کہ انسان کا جسم اور بدن روح ہی سے حرکت کرتا ہے اگرچہ روح نظر نہیں آتی لیکن بدن کی حرکت سے جان لینا چاہیے کہ روح موجود ہے۔

۷ باز غیر عقل و جان آدمی

ہست جان در بنی و در ولی

کہ عام انسانوں کی عقل و روح کے علاوہ ایک روح ہرنجی اور ہرولی میں بھی ہوتی ہے۔ جو کہ ہر لحظہ اور ہر گھڑی ترقی کرتی رہتی ہے اور اس کے مراتب و مناصب اور کمالات و درجات ہر آن بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ اگرچہ ہر حیوان و چرند و پرند میں بھی روح موجود ہوتی ہے لیکن ان کی ایک حد یہ جا کر ترقی کرنے سے رک جاتی ہے اور وہ ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

پھر اسی روح کو حضرت بھیریکلؑ کا نام دیا جاتا ہے۔ روح الامین۔ پھر اسی روح الامین کو کبھی لباسِ بشری پہنا کر حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا جاتا ہے اور کبھی اس روح کو امر ربی کا نام دیا جاتا ہے۔

وَكَيْلُكُمْ عَنِ الرُّوحِ قُلُ الرُّوحِ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

جب وہی روح جو ہرنجی و ہرولی کے بدن مبارک میں کار فرما ہے تو پھر ان کے لئے ہوا میں اڑنا۔ پانی پر چلنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ بیماروں کو شفا دینا۔ ستم قاتل کھالینا۔ غیب کی خبریں دینا۔ ایک وقت کئی مقامات اور کئی شہروں میں دکھائی دینا، اور ایک ہی نگاہ کطف و کرم سے ستمی بنا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

کرامات الاولیاء میں امام المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ مِنْ سَمْتِهِ مُعْجَزَاتُ الْأَنْبِيَاءِ۔ وَمَعْنَى هَذَا أَنَّ كُلَّ وَلِيٍّ ظَهَرَتْ لَهُ كَرَامَتُهُ بَعْدَ نَبِيِّهِ فَكُونَ قَدِ انْكَرَأَتْ مِنْ سَمْتِهِ مُعْجَزَاتُ ذَٰلِكَ النَّبِيِّ۔

کہ اولیائے عظام کی کرامتیں انبیاء کے معجزات کا تتمہ ہوتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی نبی کے امت سے نبی کے وصال پاک کے بعد کوئی کرامت ہوتی ہے تو یہ کرامت اس کے نبی کے معجزات کا تتمہ ہوتی ہے۔

اس لیے کہ اولیاء کو جو فیض ملا ہے اپنے نبی کی معرفت ملا ہے۔ اور نبی ہی کا صدقہ ہے۔ وَوُجُودُ الْأَوْلِيَاءِ فِي الْأَرْضِ مِنْ جَمَلَتِهِ مُعْجَزَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَمَرَّةُ۔ اور اولیائے کرام کا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ رہنے والے معجزات ہی میں جو بالواسطہ ہیں۔

لَا تَلْهُمُ بِهِمْ تَقْضِي حَوَائِجَ الْعِبَادِ۔ وَبِمِرْكَتِهِمْ يَرْفَعُ الْبَلَاءُ عَنِ الْبِلَادِ۔ وَبِدُعَائِهِمْ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ وَتُوجَدُ لَهُمْ قَصُوفُ النِّقْمَةِ کیوں کہ انہیں کی برکت سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ انہیں کی بدولت شہر و سے بلائیں دور کی جاتی ہیں۔ انہیں کی دعاؤں سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور انہیں کے دُجُود پاک سے عذاب ٹالا جاتا ہے۔

پھر یہ بھی ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے کہ دوسرے انبیاء کی امتوں کے ولیوں سے ہمارے نبی پاک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کرام کی کرامتیں بہت ہی زیادہ ہیں۔

اور چونکہ تمام انبیاء عظام کے معجزات سے ہمارے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد حیات مبارکہ اور وصال پاک کے بعد بھی بے حساب ہیں اور دوسرے انبیاء کرام کی امت کے ولیوں کی تعداد بھی کثیر ہے اس لئے ان کی کرامتوں کی تعداد بھی بے حساب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ نبی اکرم علیہ السلام سید المرسلین، خاتم النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں اور۔ فَاسْتَمَرَّ رُؤْيَاهُ الْبَيِّنَاتِ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ فَالْحَاجَّةُ إِلَى اسْبَابِ التَّصَدِّيقِ بِهِ مُسْتَمَرَّةٌ۔ اور آپ کا دین بین قیامت تک قائم ہے

گما اور رہنے والا ہے اس لئے اسباب تصدیق کی ضرورت بھی قیامت تک ہونی ضروری اور لازمی ہے۔ — وَمِنْ أَقْوَامٍ هَذِهِ الْأَسْبَابِ كَرَامَاتٍ اُمْتَبَہ — اور رسالت کی تصدیق کے قومی اسباب اُمت کے اولیاء کرام کی کرامات ہی ہیں جو درحقیقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہوتی ہیں۔ —

فَكَانَ بِذَلِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافَّةً، مَوْجُودَ بَيْنِ أَحْتِبَہ — اور انہی کرامتوں کے باعث یہ کیفیت ہے کہ گویا نبی کریم علیہ السلام اپنی اُمت میں موجود ہیں۔ — كَيْشَاهِدُونَ مُعْجَزَاتِهِ كَعَدَمِ مَلَأَتِهِ كَمَا كَانُوا أَكْشَاهِدُونَ نَهَا فِي حَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — اور لوگ نبی کریم علیہ السلام کے وصالِ پاک کے بعد حضور کے معجزات کا ویسے ہی مشاہدہ کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں کیا کرتے تھے۔ — يَزِدَادُ الدِّينِ اٰمَنُوا اِيْمَانًا — تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے ایمان میں زیادتی ہو اور جو لوگ ابھی تک ایمان نہیں لائے انہیں ہدایت حاصل ہو جائے۔ —

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بات کشف و آثار و احباب سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں انبیاء کی تعداد کے مطابق اولیاء کرام یعنی ایک لاکھ اور چوبیس ہزار اولیائے کرام ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں جو — ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کے چراغ جلائے رکھتے ہیں اور — فسق و فجور کے اندھیروں میں نیکی و شرافت کی قندیل روشن کرتے رہتے ہیں اور توجہاتِ ظاہری و باطنی اور دعا و نگاہ سے نسلِ انسانی کی تقدیر بدلتے رہتے ہیں — اور فقر و درویشی کی تسخیر اور ولایت و کرامات کی روشنی سے اہل دنیا کو سیدھی راہ اور منزل مقصود دکھاتے رہتے ہیں جس طرح انسان کے جسم کی بیماریاں ہیں اسی طرح اس کی روح کی بھی بیماریاں ہیں۔ — جسم کی بیماریاں تو نظر آتی ہیں اور اسی لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر کو ان کا علاج کرنا آسان ہوتا ہے۔ لیکن روح کی بیماریاں تو نظر بھی نہیں آتیں مثلاً — حسد و بغض — کینہ و تعصب — گناہ و معصیت — ضلالت و گمراہی اور فسق و فجور وغیرہ یہ رُوحِ انسانی کی ایسی خطرناک

اور ایمان سوز بیماریاں ہیں کہ جن کا علاج دنیا کے کسی حکیم اور ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے —
 مٹی — البتہ ان تمام بیماریوں کا علاج وہی حکیم کر سکتا ہے جو روح کی حقیقت کو سمجھتا ہو
 اور جسے روح کی خبر ہو اور جو روح کو دیکھتا ہو — اور وہ حکیم کون ہے — مُرشِدِ کامل —
 مردِ کامل — پیرِ کامل اور اولیاء اللہ اور پھر جب یہ بھی ایک روشن حقیقت جو کہ احادیث
 نبویؐ سے ثابت ہے کہ جب کوئی بندہ عبادت و ریاضت — مراقبہ و مجاہدہ اور فرائض و
 فرائض کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کے
 ہاتھ بن جاتا ہوں — اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں — اس کے کان بن جاتا ہوں اور اس کے
 پاؤں بن جاتا ہوں — پھر وہ میرے ہاتھوں سے پکڑتا ہے — میری آنکھوں سے دیکھتا ہے —
 میرے کانوں سے سنتا ہے اور میرے پاؤں سے چلتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں کر دیتا ہوں —
 (اسلئے) کہ یہ اللہ کے دلی ہیں اور اللہ ان کا ولی ہے — اللہ ولی اللہ اللہین
 آمَنُوا — واللہ ولی المتقین — واللہ ولی المومنین — وهو قیولی الصالحین
 — اور ولی کا معنی ہے قریب ہونا —

اللہ تعالیٰ کا اپنے مقبول بندے اور کسی مردِ کامل سے قریب ہونا تو دیکھ لیا۔ اُدبِ ذرا
 ایک مردِ درویش اور خدا کے ایک عبادت گزار اور اطاعت شعار بندے کا اللہ سے قریب
 کا بھی ملاحظہ کریں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت شیخ منصورؒ سے اگر پوچھا جائے کہ تم اللہ سے کتنے
 قریب ہو تو وہ جواب دیں گے کہ اللہ تو ہمارے ہاتھ — پاؤں — کان اور آنکھ بن جاتا ہے۔
 اس لئے کہ ہمارے یہ اعضاء جسمانی ہیں — لیکن ہم اللہ کا کیا بنیں — نہ اس کے ہاتھ — نہ اس
 کے پاؤں — نہ اس کے کان اور نہ ہی اس کی آنکھیں وہ تو اعضائے انسانی سے پاک و مبرا ہے
 پھر ہم مَسْبُحَاتِ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ — اور — اَنَا الْحَقُّ — بن جاتے ہیں — اور یہ سب
 کچھ اسی رُوحِ مقدس کی کرشمہ سازیاں ہیں جو ازل ہی سے انسان کے بدن میں چھوٹی گئی تھی —

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اٹھارہ ہزار مخلوقات میں سے افضل
مہرنا کوئی معمر کی رتبہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے اگلے کوئی عظمت ہی نہیں ہے۔

اور پھر اشرف المخلوقات ہونے کے لئے ایمان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ایک عیسائی
بھی اشرف المخلوقات ہے اس لئے کہ وہ انسان ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی۔ تو
ایک عیسائی شخصیت انسان ہونے کے خدا کی ساری مخلوقات میں سے اشرف و افضل ہے تو
اگر یہی عیسائی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے اب اس کا مقام
کیا ہوگا۔

درویش لاہوری اقبال مرحوم سے پوچھو۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہم خان
تہاڑی و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

مطلب یہ۔ کہ تہاڑی۔ غفاری۔ قدوسی اور جبروت یہ چاروں صفات اکٹھی
ہوں تو مسلمان و مومن بنتا ہے۔

اور یہ چاروں صفات خدا کی ہیں۔ گویا کہ ایک مرد مومن خدا کی صفات کا منظر

ہے۔

کوئی جاہل اور احمق انسان اقبال مرحوم کے ان اشعار کو محض ایک شاعرانہ تخیل ہی نہ سمجھے
بلکہ حقیقت میں ان اشعار میں قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ بھی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
قَرَاهُمْ رُكَّامًا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضَانًا سِيمَاهُمْ فِي
وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السَّجُودِ

أَشَدَّ أَمَّ عَلَى الْكَفَّارِ — قَهَّارِ — رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ — غَفَّارِ —
 — رُكْعًا سَجْدًا — قَدُوسِ — فِي وَجْهِهِ لِمُ مِنْ أَثَرِ السَّجْدِ —
 جبروت —

عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی

نیک بی باشی اگر اہلِ دلی

کہ اولیائے کرام کے ہر فعل و عمل اور ان کے گفتار و کردار اور ہر قدم اور سانس میں انوارِ الہی جلوہ گر ہوتے ہیں لیکن انہیں وہی انسان دیکھ سکتا ہے جو صاحبِ قلب و نظر اور فہم و ادراک کی دولت سے مالا مال ہو۔

اور — وہ انوارِ الہی ہیں کہ ان کی صحبت سے اللہ کی صحبت — آخرت کی رغبت اور دنیا و حرص و ہوا — خواہشاتِ نفسانی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے —

سایۂ یزداں بود بمنہ خدا

مردہ این عالم و زندہ خدا

کہ اولیاء اللہ — اللہ کا سایہ ہوتے ہیں، اور ساری کائنات کو موت ہے لیکن اللہ کو موت نہیں — اور جسم کو موت ہے — روح کو موت نہیں — اور انسان کے جسم میں اس کی روح کا قلم ہے —

جسے ابرِ ربی بھی کہا گیا ہے —

کیف طر النمل نقبش اولیاست

کو دلیل نورِ خورشید خداست

کہ جس طرح آفتاب کا سایہ ظاہری اسباب کی نشان دہی کرتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ نورِ خداوندی کا راستہ بتلاتے ہیں —

دامن ادگیر زد تر بے گماں
تار ہے از آفتِ آخرِ زماں

یعنی۔ ایسے مردِ کامل اور ولی اللہ کے دامن سے بے خوف و خطر اور بغیر کسی شک و شبہ کے فوراً لپٹ جانا چاہیے تاکہ تیرا آخری وقت آسان ہو جائے۔ اور تیری موت ایمان پر آجائے۔

○ نزہت المجالس جلد ۱ ص ۲۲۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی۔ اِنَّ
وَلِيَّائِي فِي اَرْضٍ كَذَا وَكَذَا۔ کہ ملاں بستی میں ایک ولی فوت ہو گیا ہے اسے غسل
دے کہ اور جنازہ پڑھ کہ دفن کر دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بستی میں گئے اور اس مرنے والے کے متعلق لوگوں سے پوچھا
۔ جواب ملا۔ یہ مرنے والا گنہگار و سیہ کار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
عرض کی۔ یا اللہ۔ اس کی نیکی لاکھوں گواہ نہیں۔ آواز آئی۔ میرے کلیم۔ یہ ہے تو
گنہگار و بدکار لیکن اس کی ایک بات مجھے پسند آگئی جس کے سبب میں نے اسے بخش دیا ہے۔ عرض
کی۔ مولا۔ مرنے والے اس گنہگار کو قول مجھے بھی بتا۔ فرمایا۔ کہ یہ ہر روز آسمان کی
طرف منہ کر کے مجھے کہا کرتا تھا يَا رَبِّ اَنْتَ لَتَعْلَمَ اَنِّي اَحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَاِنْ لَمْ
اَكُنْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔

کہ اے میرے رب تو جانتا ہے کہ اگرچہ میں خود تو نیک نہیں ہوں لیکن میں
تیرے نیک بندوں سے محبت کرتا ہوں۔

وَ اَلْكَرُ الْفَاسِقِيْنَ وَاِنْ كُنْتُ فَاسِقًا

کہ اگرچہ میں خود بُرا اور فاسق ہوں لیکن تیرے فاسق بندوں سے
نفرت کرتا ہوں۔

وَإِنْ لَمْ تَرْحَمْنِي فَمَنْ يَرْحَمْنِي —
 اے اللہ — اگر تو مجھ پر رحم نہیں کرے گا — تو اور کون
 کرے گا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

موت کے بعد زندگی

○ نزہت المجالس جلد ۲ ص ۵۲ اصحاب کشف کہتے ہیں — لَمَّا صَارَ الْبُؤْزُ يَزِيدُ فِي قَبْرِكَ وَ سَأَلَهُ الْمَلَكُ الْكَانَ — کہ جب حضرت بائزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ قبر میں گئے اور منکر و کبیر فرشتوں نے ان سے سوالات پوچھے تو انہوں نے فرمایا — میں اگر ہزار بار کہوں کہ میرا رب اللہ ہے تو کوئی بات نہیں اس لئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے یہ پوچھ کر آؤ هَلْ اَنَا عَبْدُكَ — کہ میں اس کا بندہ ہوں کہ نہیں —

فرشتوں نے حیران ہو کر کہا — یہ عجیب کلام ہے —

حضرت بسطامی نے فرمایا کہ جب اللہ کریم نے تمام ارواح سے سوال کیا تھا —

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ — کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں —

تمام ارواح نے جواب دیا تھا — ہاں — تو ہی ہمارا رب ہے — فَقُلْتُ مَعَكُمْ

بَلٰی — تو میں نے بھی ہاں کہا تھا — هَلْ كُنْتُمْ حَاضِرِينَ قَالَا لَا —

لیکن کیا تم اس محفل میں شریک و حاضر تھے ؟ فرشتوں نے کہا — نہیں

تو پھر مجھے چھوڑ دو — فَخَلَوْا بَيْنِي وَ بَيْنَهُ — اور پھر میرے اور میرے

اللہ کے درمیان ان سوالات، جوابات کو دہنے دو —

○ تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۵۲ نزہت المجالس جلد ۱ ص ۱۵۱ روح الریاضین

از علامہ عبداللہ بن اسعد المعروف امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اُردو ص ۲۹۳ حضرت علی رودبار
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک فقیر کو ایک جنگل میں مرا ہوا پایا —
میں نے غسل دے کر کفن پہنا کر اور خازنہ پڑھ کر فَلَکُمَا وَضَعْتُمَا فِي لَحْدٍ وَجَعَلْتُ
خَدَّکَ عَلَى التُّرَابِ فَفَتَحَ عَیْنِیْہِ وَقَالَ اَتَذَلِّلُنِیْ وَقَدْ دَلَّیْتُ
جب اسے لحد میں رکھا اور اس کے چہرہ پر مٹی ڈالنے لگا تو اس نے آنکھیں کھول دیں
— اور کہا — مجھے عزت دے کر اب ذلیل کرنے لگا ہے —

فَقُلْتُ لَهُ اَحَیٌّ — کہ کیا تو زندہ ہے ؟
اَحْیَاۃًۢ بَعْدَ مَوْتٍ — کیا موت کے بعد حیات ہے ؟
قَالَ نَعَمْ — اَنَا مُحِبٌّ لِلّٰہِ وَکُلِّ مُحِبٍّ حَیٌّ — اس نے کہا کہ — ہاں میں
زندہ ہوں — اس لئے کہ میں اللہ کا محب ہوں — اور اللہ سے محبت کرنے والا ہر انسان
زندہ رہتا ہے — لَا نَضُرُّکَ غَدًا یَارُودَ بَارِی کَمَا نَضُرُّنِیْ — کہ اے
رودباری — دنیا میں تو نے میری مدد کی ہے — کل قیامت کے دن میں تیری مدد کر دوں گا —
○ روض الراحین اُردو ص ۲۹۳ حضرت شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مکہ
مکرمہ میں تھا — ایک دن میرا گھر باب نبیؐ شیبہ پر ہوا — میں نے ایک جوان اور خوبصورت آدمی کو
مرے ہوئے دیکھا — میں نے اس کی طرف دیکھا — وہ مسکرایا — اور کہا — اے ابوسعید
— کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ سے محبت کرنے والے نہیں مرتے — وہ زندہ رہتے ہیں اگرچہ ان
کا انتقال ہو گیا ہو — وہ صرف ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال کر جاتے ہیں ۔

○ تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۶۰ روض الراحین ص ۲۹۶
حضرت ابوالعقب سنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں — جَاءَنِيْ مُرِيْدٌ بِمَكْتَبَةٍ
وَقَالَ يَا اَسْتَاذَ اَنَا غَدًا اُتَمُوْتُ وَقَتَ الظُّہْرِ — کہ میرے پاس میرا ایک مرید
آیا اور میں مکہ میں تھا — اس نے مجھے کہا — یا مُرشد — میں نے کل ظہر کے وقت مر جانا ہے

— فخذ هذا الدینار — یہ دینار لے لو — آدھے کا کفن لے لینا اور آدھے کی قبر بڑھا دینا —

اگلا دن سہرا تو وہ آیا فطاف — اس نے کعبہ کا طواف کیا — اور پھر دُور چلا گیا —
وَمَاتَ — اور وہ مر گیا — پس میں نے اسے غسل دیا اور کفن پہنایا اور لحد میں رکھا —
ففتح عینیہ — اس نے آنکھیں کھول دیں — میں نے پوچھا — کیا تو زندہ ہے —
اس نے جواب دیا — میں زندہ سہل اور اللہ سے محبت کرنے والے زندہ رہتے ہیں —
○ تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۴۱۱ شیخ حسین ابوبعلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے
کہ ان کے دشمنوں نے انہیں قتل کر دیا — اور انہیں دُور پھینک آئے — ثُمَّ أَصْبَحُوا
فَوَجَدُوا قَائِمًا يُصَلِّي — لیکن جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے
تھے ! —

○ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طمان میں ایک نور جہان گنہگار و
نافرمان مر گیا — مرنے کے بعد کچھ لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کی سیر کر رہا ہے
— لوگوں نے پوچھا کہ اس رحمت و بخشش کا سبب کیا ہے ؟

اس نے جواب دیا کہ ایک دن میں نے حضرت بہاء الحق کے آستانہ عالیہ کے قریب سے
گزر رہا تھا تو میں نے پوری عقیدت کے ساتھ ان کی چوکھٹ کو بوسہ دیا تھا —
میرے مرنے کے بعد خدا نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی کی چوکھٹ کو بوسہ دیا ہے میں اسے
دوزخ میں نہیں ڈالوں گا —

○ شیخ جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت شیخ بہاء الحق
کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا تو بہرہ لوگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے متعلق گفتگو ہوئی —
آپ نے فرمایا کہ حجاج بن یوسف ایک ظالم و جابر حکمران تھا — اس کے مرنے کے بعد

کسی نے اسے خراب نہیں دیکھا۔ اور پوچھا۔ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے دوزخ کا حکم ہوا۔ میں نے باہر گاہِ خداوندی میں عرض کی۔ یا اللہ اگرچہ میں باہر ہوں۔ لیکن ایک دن میں نے حضرت خواجہ حسن بصری کے ہاتھوں کو بوسہ دیا تھا۔ خدا نے مجھے معاف کر دیا۔

○ جمال الاولیاء مولانا قانوی۔ امام یافعی حضرت محمد بن ابی بکر المحکم کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک شخص ان کی خدمت میں رہنے کے لئے آیا مگر ان کی وفات ہو چکی تھی۔ وہ شخص آپ کی قبر پر گیا۔ آپ قبر سے باہر نکلے اور اسے بیعت کر لیا۔

○ تفریح النظار مطبوعہ مصر علامہ عبدالقادر الارطبی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک متفقہ تھا۔ اس نے سلسلہ قادریہ میں داخل ہونے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ وہ بغداد پہنچا مگر غوث پاک کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر وہ حضرت غوث الاعظم کی قبر شریف پر گیا۔ فَظَلَمَ الْعَوْتُ الْأَعْظَمُ مِنْ مَرَقْدِهِ وَ أَخَذَ بِيَدِهِ وَ أَعْطَاكَ الْأَنْبِيَاءَ۔

پس حضرت غوث الاعظم اپنی قبر شریف سے ظاہر ہوئے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر توجہ دی۔ اور اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا۔

○ اخبار الاخیار فارسی ص ۶۶ حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ گزینہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ نقل است کہ دے قبر دست بیعت بمریدان می داد۔ منقول ہے کہ حضرت شاہ گزینہ وفات کے بعد بھی لوگوں کو قبر سے ہاتھ باہر نکال کر بیعت کیا کرتے تھے۔

○ طبقات الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۸۶ عبدالباق بن احمد الشافعی المعروف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیعت کا واقعہ لکھتے ہیں کہ میرے شیخ عارف باللہ نے حضرت محمد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے میری بیعت اپنے شیخ سعید احمد بدوی رحمۃ اللہ القوی کے گنبد کے اندر ان

کے چہرہ کے مقابل ل۔ اور مجھے اپنے ہاتھ سے ان کے سپرد کیا فخرِ جنت اَلْبَيْتِ السَّرِيفَةِ
مِنَ الصَّرِيحِ وَقَبَضَتْ عَلَيَّ يَدِي۔ پس حضرت اپنا دست مبارک قبر سے نکال کر
میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت محمد ثناءؐ نے عرض کی يَكُونُ خَاطِرُكَ عَلَيَّ وَاجْعَلْهُ
تَحْتَ نَظَرِكَ۔ کہ حضورؐ آپ کی نگاہ عبد الوہاب شحرانی پر رہے اور اسے اپنی آنکھوں
کے سامنے رکھیں۔

فَسَمِعْتُ سَيِّدِي أَحْمَدَ مِنَ الْبَقَرِ يَقُولُ لَعَنَ۔ میں نے خود سنا
۔ حضرت نے قبر سے نکل کر فرمایا اچھا۔

علامہ شحرانی فرماتے ہیں کہ ایک سال میں ان کے عرس مبارک پر دیر سے پہنچا۔ بہت
سے اولیاء اللہ وہاں موجود تھے۔ فَاخْبِرْنِي أَنَّ سَيِّدِي أَحْمَدَ كَانَ ذَلِكَ
الْيَوْمَ يَكْشِفُ السُّرُوحَ عَنْ الصَّرِيحِ وَيَقُولُ ابْطَأُ الْوَهَابُ مَا جَاءَ۔ تر
ان اولیاء میں سے ایک نے مجھے خبر دی کہ آج حضرت سیدی احمدؒ نے قبر سے پردہ اٹھا کر
فرمایا ہے کہ عبد الوہاب ابھی نہیں آیا۔

یَسَّحُ بِإِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ لَكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ
۔ کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔
امداد المشاق ص ۱۱۸ مولانا قاضی۔ فقیر مرزا نہیں ہے بلکہ صرف ایک مکان سے دوسرے
مکان میں انتقال کرتا ہے۔ نقل مکانی۔

اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں۔ میں نے حضرت کی قبر
سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھایا تھا۔
○ ترجمۃ الاسرار ص ۱۱۸/۱۱۹ البر الحسین نور الدینؒ

حضرت شیخ علی ہبتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
در شیخ بقابن بطوا کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف کی زیارت

کہ۔ فَشَهِدَتْهُ نَحْوُ مِائَةِ مَن قَبُرُوا وَضَعْتُمُ الشَّيْخَ إِلَى صَدْرِكُمْ وَالْبَسْتُهٗ
خُلْعَتَهُ پس میں اس نظارہ کا گواہ ہوں کہ حضرت امام جلیلؒ اپنی قبر سے باہر نکلے۔ شیخ
عبد القادر کریمؒ سے لگایا اور خلعت پہنائی۔ اور فرمایا۔ یا عبد القادر میں علم طریقت
و حال میں تیرا محتاج ہوں۔

○ تفریح الخاطر ص ۲۳ مطبوعہ مصر و۔ اناضات الیومیہ جلد ۲ مولانا قانوی۔ ایک
شخص گنگا تھاکین اس کے دل میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی محبت و الفت ضرور تھی۔ مرنے
کے بعد اسے دفن کیا گیا۔ منکر نکیر آئے۔ سوالات کئے۔ من ربک۔ ما دینک
اس نے ہر سوال کا جواب یہ دیا کہ میں اور تو کچھ نہیں جانتا ہوں۔ اُن میں غوث اعظمؒ سے محبت
رکھتا ہوں۔ پھر منکر نکیر کی طرف اللہ کریم کا حکم آیا :-

اِنْ كَانَ هَذَا الْعَبْدُ مِنَ النَّاسِقِينَ لَكُنْتُمْ فِي مُحَبَّتِهِ مَحْبُوْبِي السَّيِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ
مِنَ الصَّادِقِيْنَ۔ کہ اگرچہ یہ بندہ ناسقوں میں سے ہے لیکن اس کو میرے محبوب سید عبد القادر
سے محبت ہے جو کہ صادقین میں سے ہے۔ یا یہ بندہ شیخ کی محبت کی بدولت ناسقین سے
صادقین میں سے ہو گیا ہے۔ فَلَا جَلَلَهُ غُفِرَتْ لَهُ وَ سَبِّحَتْ قَابُورُکَ۔ پس میں
نے اسی سبب اسے بخش دیا ہے اور اس کی قبر کو کھول دیا ہے۔

مولانا قانوی نے اس مرنے والے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ غوث اعظمؒ کا دھو بی تھا
۔ اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے یہ واقعہ مولوی فضل الرحمن صاحب گنج آبادی سے سنا
ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ دیوبندی حضرات مولوی فضل الرحمن کو قطبِ وقت تسلیم کرتے ہیں۔
○ روض الریاحین اردو ص ۲۹ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض ثقہ
قبر کھودنے والوں نے مجھ سے کہا کہ کسی شہر میں ایک قبر کھودی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص
تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ میں قرآن پاک ہے جس کی وہ تلاوت کر رہا تھا۔

بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے نیچے نہر بہہ رہی تھی۔ وہ قبر کھودنے والا ڈر گیا۔ اسے تین دن کے بعد ہوش آیا۔ پھر اس نے جو دیکھا تو لوگوں میں بیان کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ میں بھی وہ قبر بتاؤ۔ اس نے قبر بتانے کا ارادہ کیا۔ رات ہوئی تو اس نے صاحب قبر کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں میری قبر کا پتہ کبھی کو نہ بتانا۔ اور اگر بتلائے گا تو تجھ پر فلاں فلاں مصیبت آجائے گی۔

○ روض الراحین ص ۲۹۲ اردو۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثقہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ حضرت شیخ محمد بن ابی بکر حکمی اور حضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کچھ فقہاء ان کی قبر پر آئے تو شیخ محمد بن ابی بکر حکمی اپنی قبر سے باہر نکلے اور ہر ایک سے ملاقات اور کلام کی۔

یہ سب — کچھ کیوں ہے۔ صرف اس لئے کہ اولیاء اللہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کر جاتے ہیں۔ اور بقول مولانا اشرف علی تھانوی — فقیر مرنے نہیں ہے۔ لیکن ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔ سب مذکورہ بالا روشن حقائق اور مستند کتابوں کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور زیارت کرنے والوں کو ویسے ہی فیض پہنچا رہے ہیں جیسے کہ ظاہری زندگی میں فیوض و برکات کی بارش کیا کرتے تھے۔ میں اولیاء عظام کے بے ادب اور گستاخ مولویوں سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ جس نبی کی اُمت کے اولیاء اپنی قبروں میں ہیں اس نبی کے متعلق یہ گستاخی کرنی نحوذبا اللہ وہ مروہ ہے۔ اور مرکز مٹی میں لی چلا ہے کفر نہیں تو اور کیا ہے؟۔

قبراں دی اتے طواف کرناں پیراں لئی اے دولتاں حج دیاں نے
قبراں دجہ زندہ رہن ولی اللہ ایزیں شور بابا اینہاں نجدیاں نے
(ستید افتخار الحسنی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولایت میں عورتوں کا مقام

حضرت
جس طرح مسلمان مردوں نے خدا و رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت دریا
کے ذریعہ ولایت و طریقت - فقر و درویشی اور حقیقت و معرفت کی تمام منزلیں طے کر
کے اللہ تعالیٰ سے اولیاء اللہ کا عظیم لقب حاصل کیا ہے اسی طرح مسلمان عورتوں نے بھی قرآن
و سنت کے احکام دین و شریعت کی پابندی کر کے اور شرم و حیا اور عفت و غیرت کی رکھوالی
کرنے ہوئے فقر و درویشی کے مرتبہ اور ولایت و طریقت کے مقام پر پہنچ چکی ہیں۔ اور جس
طرح مردوں سے کرامات کا ظہور اور خوارق العادت و ائعات کا صدور ہوتا رہا ہے اور قیامت
تک تہتار ہے گا اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کرامات ظاہر ہوتی رہیں گی اور حشر تک ہوتی
رہیں گی اس لئے کہ خدا اور رسولؐ نے مسلمان عورت کو مردوں کے دوش بدوش رکھا ہے اور نماز
و روزہ - حج و زکوٰۃ - فرض واجب اور دین و شریعت کے تمام احکام کی پابندی اور
اطاعت و فرمانبرداری کو جس طرح مسلمان مردوں پر لازمی و ضروری قرار دیا ہے اسی طرح سے
مسلمان عورتوں پر بھی یہ سب کچھ فرض کیا ہے اور قرآن پاک نے جس طرح ایک مسلمان مرد کی صفات
و کرامات کا ذکر کیا ہے اسی طرح اسی کے ساتھ ہی ایک مسلمان عورت کو بھی برابر کا شریک
رکھا ہے۔ مثلاً۔۔۔

پارہ ۲۲ - سورۃ الاسزاب آیت نمبر ۲۵

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ
وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّامِينَ وَالصَّامَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ
وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذَّكِرَاتِ لَا أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
مَغْفِرَةً وَاجْرًا عَظِيمًا۔

ترجمہ : بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں —
فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں
— صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں — اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے
ڈرنے والی عورتیں۔ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے
مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہ
کی رکھوالی کرنے والی عورتیں۔ اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہت ذکر کرنے
والی عورتیں۔ یہی وہ مرد ہیں اور یہی وہ عورتیں ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر
اور بہت بڑی بخشش و مغفرت تیار کر رکھی ہے۔ (دیا)

پارہ ۱۴۔ سورۃ النحل۔ آیت ۹۷

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً
طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

کہ — ایمان لانے کے بعد جس مرد یا عورت نے نیک اعمال کئے پورے ایمان اور
یقین کے ساتھ تو ہم انہیں حیاتِ طیبہ، صاف ستھری اور پاک و پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اس
دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی — اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں — نیک اعمال اور بہتر
کردار کے بدلے اچھی جزا دیں گے۔

پارہ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب۔ آیت ۵۹

Digitized By eGangotri

اے میرے محبوب علیہ السلام اپنی ازدواجی مطہرات اپنی صاحبزادیوں اور ایمان دار عورتوں کو کہہ دو کہ اپنی چادریں شرم و حیا کی نگہبانی کے لئے اپنے پیروں پر لٹکائے رکھیں

پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب - آیت ۳۶

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

کہ — کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے یا کوئی فیصلہ کرے تو وہ اس حکم یا اس فیصلہ کی مخالفت کریں یا اپنا اختیار استعمال کریں —

قرآن پاک کی ان آیات سے پوری طرح ثابت ہو گیا ہے کہ دین و شریعت کے احکام و فرائض اور ادا و نہیات میں مسلمان عورت مسلمان مرد کے ساتھ ساتھ برابر کی شریک ہے اور میر جب یہ ایک حقیقت ہے تو پھر طہارت و ولایت اور فقر و درویشی کے منصب اعلیٰ سے مسلمان عورت کو محروم رکھنا رحمت خداوندی اور اس کی شان کی کمی کے خلاف ہے۔ اور اسی حقیقت کے پیش نظر سارے بزرگ محدثین — اکابر مفسرین اور مشہور مصنفین نے اپنی کتابوں کے ذخیرہ میں جہاں مرد و اولیاء اللہ کی صفات و کرامات اور ان کے خوارق العادات کمالات کا تذکرہ پوری دیانتداری — محبت و عقیدت اور پرے ایمان و یقین کے ساتھ کیا ہے وہاں مسلمان عورتوں کی کرامات — فقر و درویشی کی صفات اور ان کی حقیقت و معرفت کے سمندر کی غم آہنی کے متعلق بھی سیر حاصل بحث کی ہے —

درویشی لاہوری اقبال مرحوم ایک لطیف و باریک و عجیب و غریب اور دلچسپ و حقیقت افروز انجے اشعار میں عورت کی عظمت اور اس کے وجود کے مقصد کو بیان کرتے ہیں۔

وجود زن سے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

شرف سے بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
 کہ ہر شرف ہے اسی درج کا دَر مکنوں !
 مکالمات فلاطون نہ لکھ سکی لیکن !
 اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطون

مطلب — یہ کہ یہ ساری کائنات ایک حسین و جمیل تصویر ہے اور اس میں جو
 دلکش و خوبصورت — دلچسپ و پرکیف اور روح پرور و لطیف اور طرح طرح کے
 رنگ و دکائی دیتے ہیں یہ سب ایک وجودِ زن کی کرشمہ سازی ہے —

کہیں رسل و انبیاء عظام ہیں اور کہیں صوفیائے کرام و ادلیائے کرام —
 حضرت یعقوب و حضرت یوسفؑ کو جنم دینے والی بھی ایک عورت تھی اور خلیلؑ
 و کلیمؑ کو پیدا کرنے والی بھی ایک عورت ہی تھی اور روح اللہ و حبیب اللہ کی ولادت و
 باسعادت بھی ایک عورت ہی کے بطنِ پاک سے ہوئی —

اور — اس میں کوئی شک نہیں کہ علیؑ ہجویریؒ —
 گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
 ناقصاں را پیرِ کامل کا ملائی را را ہمنما

ہیں — اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ بابا فرید کامل ولی اللہ ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ حضرت
 سلطان باہو سلطان العارفين ہیں — اور یہ بھی ایک حقیقت ہے ۔
 حضرت سید جماعت علی شاہ صحیح معنوں میں مَرشدِ لاٹانی ہیں — مگر — ان
 تمام بزرگ ہستیوں اور دوسرے تمام انبیاء و اولیاء کو جنم دینے والا کون ہے ؟

وجودِ زن —

اقبال مرحوم کہتا ہے کہ پھر اس عورت کی عظمت اور اس کا غر و شرف ثریا ستارہ سے
 بھی بڑھ کر ہے — اس لئے کہ جب بھی کسی کو کوئی شان و عظمت ملی اور جب بھی کبھی کسی کو

و تار و شرف عطا ہوا اور جب بھی کبھی کسی کو کوئی مرتبہ و منصب حاصل ہوا اور جب بھی کبھی کسی لعل و گوہر اور نایاب جی کی قدر و قیمت زیادہ ہوئی تو محض اس لئے کہ اس کا ظہور عورت کے صدف یعنی لبتن سے ہوا لیکن بعض بے علم — جاہل اور واہیات لوگ عورت کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر یہ کہتے ہیں کہ عورت ایک جوتی ہے —

6 نہیں بلکہ — عورت ایک تاج ہے —

6 عورت مرد کا لباس ہے —

6 عورت دل کی تسکین ہے — اور

6 عورت ایک پردہ ہے — اور

6 عورت — فطرت کا ایک مقدس شاہکار ہے

۷ یہ روتی ہے تو ساری کائنات آنسو بہاتی ہے

یہ ہنستی ہے تو فطرت بے خودی میں مسکراتی ہے

○ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام بھی ایک پاک عورت ہی تھیں جن کے لئے کرامت کے طور پر بے بہارے پھل اور بے موسمی میوے بیت المقدس کے حجرہ میں پڑے اور پھر حضرت مریم علیہا السلام کی اس کرامت کو نبی دیکھ کر جناب ذکر یا علیہا السلام نے ۹۵ برس کی عمر میں ایک نیک و فرمانبردار بیٹے کے لئے دعا کی تھی — القرآن

انخابہ الاخبار فارسی ص ۳ شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

○ بی بی سارہ رحمۃ اللہ علیہا — والدہ شیخ نظام الدین ابوالمود بسایہ بزرگ بود از متقدمین است — کہ حضرت نظام الدین المود کی والدہ تھیں اور متقدمین میں بڑی بزرگ بی بی تھیں —

نقل است کہ وقتے اساک بار الی شدہ بود و مردم ہمہ دعا کر دند بار الی نیاید — نقل ہے کہ ایک دفعہ بارش نہ ہوئی — لوگوں نے بارش کے لئے دعائیں کیں لیکن بارش نہ آئی —

شیخ نظام الدین ابوالمؤثر رشتہ از دامن مادر خود بدست گرفت و گفت خداوند
بحرمتِ این رشتہ دامنِ ضعیفہ است کہ ہرگز چشمِ نامحرم بردنیفتادہ است ابراہان یفرستد
— آخر کار ایک دن حضرت نظام الدین المؤمن نے اپنی والدہ کی چادر کا کنارہ اپنے
ہاتھ میں پکڑ کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی — اے خدا یہ اس پاک دامن عورت کی چادر
کا کنارہ ہے جس پر کبھی کسی نامحرم کی نظر نہیں پڑی اس کے طفیل بارش برسا دے —
شیخ ایں حرف گفتہ و از خدا ابراہان فرستادن — شیخ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا
کہ فوراً بارش برسنی شروع ہو گئی —

ان کا مزار اقدس دہلی کے پرانی عید گاہ کے کنارہ پر — قبر حضرت خواجہ قطب متبرؤ
العزیز بہ پشتِ آں واقعہ است — حضرت خواجہ قطب الدین کا مزار ان کے سر ملنے کی بجائے
— — !

○ بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا

اخبار الاختیار ص ۲ فارسی — از صالحات و قانات و عایداتِ زمانہ بود —
اپنے زمانہ کی عابدہ — زائدہ — صالحہ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار بی بی تھیں — ان کا
تذکرہ حضرت خواجہ نظام الدین کے ملفوظات میں اکثر ملتا ہے — گوئید کہ سلطان المشائخ
در روضہ فاطمہ سام بسیار مشغول بود —

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور ان کے مزار پر بہت ہی عبادت میں
مشغول رہتے تھے —

شیخ فرید الدین گنج شکر فرمود کہ فاطمہ سام مردے ست کہ اُور ابر صورتِ زنانِ فرستادہ
اند — حضرت شیخ بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ بی بی فاطمہ سام ایک مرد تھیں جسے متبرؤ
کی صورت میں بھیجا گیا ہے —

شیخ نظام الدین فرمود کہ شہزادہ شمس الدین کے نہ پڑ سکے کہ آں شیرِ نر است یا

۱۰۰ —

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شریب اپنے کچھار سے نکلتا ہے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ نہر ہے یا مادہ —

فرزندِ آدم را اطاعت و تقویٰ باید خواہ مرد باشد خواہ زن — کہ لوگوں کو ہر حال میں ان سے ڈرنا چاہیے اور ان کی اطاعت کرنی چاہیے، چاہے فقرو درویشی کی منزل پر مرد ہو یا عورت — وہ ہر چیز کے متعلق حسبِ حال شعر کہا کرتی تھیں۔
بابا فرید فرماتے ہیں کہ مجھے بی بی فاطمہ کا ایک شعر یاد ہے —

ہم عشق طلب کنی و ہم جاں خراہی

ہر دو طلبی دے میسر نشود

کہ عشق خدا بھی چاہتا ہے اور پھر اپنی جان کی سلامتی کی بھی خواہش ہے — دونوں چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں —

در ملفوظات میر سید گیسو در از می نو لید کہ روزے در مجلس شیخ نصیر الدین محمود سخن در فضائل بی بی فاطمہ سام بود — حضرت سید گیسو در از رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں بی بی فاطمہ سام کی تعریف میں گفتگو شروع ہو گئی تو شیخ نصیر الدین محمود نے فرمایا — کہ بی بی فاطمہ سام کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خراب میں دیکھا — دیکھنے والے نے حال پوچھا تو فرمایا —

کہ روزی برہورد خویش در حضرت رب العزت می رستم از طور ملکی در گزاشتم ناگاہ فرشتہ گفت کیستی — بالیست چہ باشد کہ نیک بے باکی داعی گزری —

کہ ایک دن میں بڑی تیزی سے بارگاہِ رب العزت میں جا رہی تھی کہ ایک فرشتہ نے مجھے آواز دے کر کہا — کون ہو؟ — کہاں جا رہی ہو؟ — ٹھہر جاؤ — کتنی بے باکی سے جا رہی ہو —

ومن سو گند خوردم کہ من ہم آنجا نشسته ام تا خود رب العزت کمالی مرا طلبد پشتر زدم
— اور میں ٹھہر گئی اور بیٹھ گئی — لیکن میں نے قسم کھالی کہ جب تک خدا مجھے خود نہیں بلائے گا
میں بھی یہیں بیٹھی رہوں گی۔

ساتھ گزشت بی بی خدیجہ و بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آمدند — درپائے
ایشان افتادم —

تھوڑی دیر ہوئی کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت خاتونِ جنت فاطمہ الزہرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائیں اور میں ان کے قدموں پر گر پڑی۔

گفتند اے فاطمہ امروز بچو تو کیست کہ خدا تعالیٰ بطلب تو مارا فرستادہ —
اور فرمایا — اے فاطمہ — آج کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے لانے کے لئے
ہیں بھیجا ہے — گفت من کینزک شمام — میں نے عرض کی — میں آپ کی نوٹھی ہوں
اور اس سے زیادہ میری غرت و توقیر اور کیا ہوگی کہ آپ مجھے لینے کو آئی ہیں۔
بات صرف اتنی ہے کہ آج میں نے قسم کھالی تھی کہ اپنے رب کی رضا اور طلب کے
بغیر اس کے دربار میں نہیں جاؤں گی — پھر فرمایا الہی ہو کہ فاطمہ شام سچ کہتی ہے اور درمیان
سے مٹ جاؤ۔

اتی اتی خاست من از با جنیدم —

اے فاطمہ شام میرے قریب آؤ — میرے پاس آؤ — میں خود آیا ہوں —
کہو — کیا چاہتی ہو — یا ناگتہ ہو۔ اور سوال کرتی ہو؟ —
گفتند — خداوندِ احقرت تو ایسے جنس بے ادباں ہم باشند کہ آیندگان حضرت ترا
شناسند — میں نے عرض کی — یا خدا — تیرے دربار میں ایسے ایسے بے ادب بھی ہیں جو
تیرے پاس آنے والوں کو پہچانتے نہیں ہیں —

آپ کی قبر شریف بھی دہلی میں نخاس دروازہ کے ایک کھنڈر میں ہے —

○ معاذۃ العدویہ۔ الطبقات الکبریٰ جلد ۱ ص ۶۵ شیخ عبد الوہاب بن احمد بن علی انصاری مصری۔ ثانی المعروف امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ۔
كَانَتْ إِذَا جَاءَ النَّهَارُ قَالَتْ هَذَا يَوْمِي الَّذِي أَمُوتُ
فِيهِ فَمَا تَنَامُ حَتَّى تَمُوتَ۔

ایسی پارسا اور نیک سیرت عورت تھیں کہ جب دن نکلتا تو کہتیں یہی وہ دن ہے جس میں فوت ہو جاؤں پھر سارا دن نہ سوتی تھیں یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ اور جب رات ہوتی تو فرماتی تھیں کہ یہ وہ رات ہے جس میں مر جاؤں گی۔ پھر ساری رات نہ سوتیں یہاں تک کہ دن نکل آتا۔ وَكَانَتْ إِذَا غَلَبَهَا النَّوْمُ قَاهَتْ۔ اور جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو کھڑی ہو جاتیں اور ساری رات مکان میں پھرتی رہتی تھیں۔ تَخَافُ الْمَوْتَ عَلَى غَفْلَتِهِ وَنَوْمٍ۔ غفلت اور نیند کی حالت میں مرنے کا ڈر رکھتیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آئے اور میں اس کے ذکر سے غافل ہوں۔

وَكَانَتْ تُصَلِّي فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سِتِّمِائَةَ رُكْعَةٍ۔
دن اور رات میں چھ سو نوافل پڑھتی تھیں۔

وَلَمْ تَرْفَعْ بَصَرَهَا إِلَى السَّمَاءِ أَوْ بَحَيْنَ عَامًا۔

اور چالیس سال تک آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔ شاید اس شرم کے مارے کہ میں اس حوائی کی بیٹی ہوں جس نے ممنوعہ شجر سے کچھ کھالیا تھا۔ خاوند کے مرنے کے بعد انہوں نے بستر پر سونا چھوڑ دیا۔

أَدْرَكْتُ مَعَاذَةَ عَالِشَةَ۔ حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کی ہے اور ان سے کئی باتیں بھی روایت کی ہیں۔

۶۶ السیدۃ عائشہ بنت جعفر الصادق۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جو کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور مصر کے قرائن دروازہ پر دفن ہیں۔

وَكَانَتْ تَقُولُ وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ لَئِنْ أَدْخَلْتَنِي النَّارَ
لَا أَخَذَنَّ قَوْحِي بِيَدِي وَآوَرَدَنِي عَلَى أَهْلِ النَّارِ وَ
أَقُولُ لَهُمْ وَحَدَّثَهُمْ وَعَذَّبَنِي۔

عورتوں میں سے ایک ایسی حق پرست اور ولایت کے میدان کی ایک ایسی شہسوار اور اللہ کی مقبول بندی اور ولیہ تھیں کہ ایک دن جذب و مستی کے عالم میں فرمایا کہ اے اللہ تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم ہے اگر تو نے مجھے دوزخ میں ڈالا تو میں توحید کو اپنے ہاتھوں میں اٹھاؤں گی اور دوزخ والوں پر پھر کر کہوں گی۔ کہ میں نے تو اس کی توحید کو مضبوطی سے پکڑے رکھا اور مجھے عذاب کیا!

۶۶-۶۷ حضرت ام ہارون رحمۃ اللہ علیہا۔ کَانَتْ مِنَ الْخَالِصِيْنَ الْعَالِيَةِ
— خوف کھانے والی اور عبادت کرنے والوں میں سے تھیں۔ دن اور رات میں صرت
ایک روٹی کھاتی تھیں۔ وَكَانَتْ تَقُولُ مَا أَنْشَرَحَ إِلَّا بِدُخُولِ اللَّيْلِ فَإِذَا
طَلَعَ النَّهَارُ أَغْشِمْتُ۔ اور فرمایا کرتی تھیں کہ جب رات ہوتی ہے تو میں خوش ہوتی
ہوں اور جب دن نکل آتا ہے تو میں غمگین ہو جاتی ہوں۔

۷۸ اسلئے۔ کہ دن کو شور و غل کی وجہ سے خدا کی عبادت اچھی طرح سے نہیں ہو
سکتی لیکن رات کو خاموشی۔ سکون۔ تنہائی اور کمیوٹی سے اللہ کی یاد۔ اس کی عبادت
اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور شب بیداری و نوافل کی ادائیگی سے اس کی رضا و خوشنودی
حاصل ہو جاتی ہے اور حقیقت و معرفت اور کیف و حبان کی روشنی سے دل منور اور سینہ
پرنور ہو جاتا ہے۔

وَخَرَجَتْ سَرَّةً نَسَمَتْ نَائِلَةَ لَيْلٍ خُذَوْهَا فَوَقَعَتْ مَغْنِيًا

عَلَيْهَا۔ ایک دن کہیں باہر نکلیں تو کسی کہنے والے کی یہ آواز سنی تو غش آگیا کہ اسے پکڑو۔
 شاید۔ اس خیال سے کہ یہ تو دنیا میں دنیا کی آواز ہے کہ اسے پکڑو۔ لیکن اگر
 قیامت کے دن خدا کی طرف سے بھی یہی حکم ہو کہ اسے پکڑو تو پھر کیا بنے گا۔
 اپنی ہمتی کو اللہ کی محبت میں اس قدر فنا کر رکھا تھا کہ بیس سال تک بالوں میں کنگھی نہیں
 پھیری اور نہ ہی تیل لگایا۔ لیکن جب کبھی بال کھولتیں تو دوسری عورتوں سے بال خوبصورت
 اور چمکدار ہوتے تھے وَكَانَتْ إِذَا عَرَضَ لَهَا الْأَسَدُ قَالَتْ لَكَ إِنَّ لَكَ فِي
 رِزْقِكَ فَلَاحٌ۔ اور اگر کبھی جنگل میں کوئی شیر ان کے سامنے آجاتا تو اسے فراموش کر
 اگر میں تیرا رزق ہوں تو مجھے کھالے۔ اور اگر نہیں تو راستہ دیدے۔ وہ شیر راستہ چھوڑ
 کر چلا جاتا تھا۔

حضرت آمنہ الرضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ كَانَ بَشَرٌ مِنْ الْحَارِثِ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نَزَّ وَرَهَا۔ یہ پاک دامن نبیؐ کی شریعتِ مطہرہ و طریقت اور
 ولایت و معرفت میں آنا مقام رکھتی تھیں کہ زمانے کے غوث حضرت بشر بن الحارث ان کی زیارت
 کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت بشر بن الحارث ہو گئے تو آمنہ رطلہ ان کی عیادت کے
 لئے گئیں۔

از دخل الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اچانک حضرت احمد بن حنبل امام
 بھی عیادت کو آ گئے۔ امام صاحب نے حضرت بشرؑ سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟
 جواب دیا آمنہ رطلہ۔ فَقَالَ أَحْمَدُ لِبَشَرٍ فَاسْأَلَهَا تَدْعُونَنَا۔
 حضرت امام حنبلؒ نے حضرت بشرؑ سے فرمایا کہ انہیں کہو کہ ہمارے حق میں کوئی اچھی دعا کری
 حضرت بشرؑ نے دعا کرنے کی درخواست کی۔ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ اِنِّ بَشَرٌ مِنَ
 الْحَارِثِ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَسْتَجِيرُكَ مِنَ النَّارِ فَاجْرُهِمَا۔
 آمنہ رطلہ نے عرض کی اے اللہ کریم تعین بشر بن الحارث اور احمد بن حنبلؒ سے جہنم کی

آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ پس تو انہیں پناہ دیدے۔

حضرت امام خلیلؑ فرماتے ہیں فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ طَرَحْتُ إِلَى رَقْعَةٍ مِنَ
الْهَوَاءِ مَكْتُوبٌ فِيهَا — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَدْ فَعَلْنَا ذَلِكَ
وَلَدُنَا مَزِيد —

کہ جب رات ہوئی تو ہوا سے میری طرف ایک رقعہ آیا۔ اس میں بِسْمِ اللہ شریف
کے علاوہ لکھا تھا۔ کہ اپنے آخضر رطلہ کی دعا قبول کر لی۔ ہم نے ایسا ہی کیا یعنی امام خلیل
اور بشرِ حارث کو جہنم کی آگ سے پناہ دے دی اور ہمارے اور بھی زیادہ ہے۔
خود کرو کہ حضرت امام خلیلؑ اور حضرت بشرِ خود مردِ کامل۔ خود مردِ درویش
۔ خود امامِ وقت اور ولی اللہ ہیں لیکن اللہ کی ایک نیک و پارسائی بی اور اولیاء اللہ کی
صف میں شامل ایک پاک و مقدس عورت کی دعا کی معرفت بھی اپنے آپ کو دوزخ کی آگ
سے پناہ حاصل کرتے ہیں۔

○ بیعت الاسرار ص ۸۹ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت غوثِ عظیمؒ کی
بھوپھی تھیں۔ ولایت کے مقام تک مکمل طور پر ان کی رسائی تھی۔
اور موتی بھی کیوں نہ؟ شہنشاہِ بغداد کی بھوپھی تھیں۔
ایک مرتبہ جیلان میں بارش نہ ہوئی۔ جیلان کے تمام بڑے بڑے شایخ اکٹھے ہو کر حضرت
عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بارش کے لئے دعا کرو۔
آپ نے جھاڑو لیا۔ وَكُنْتَ الْأَرْضَ وَقَالَتْ يَا رَبِّ اَنَا كُنْتُ الْأَرْضَ
۔ اور زمین پر جھاڑو دینے لگیں۔ پھر عرض کی یارب۔ جھاڑو میں نے دے دیا ہے
پھر گاؤں کو کر دے۔ اتنا کہنے اور کرنے کی دیر تھی۔ ذرا بارش شروع ہو گئی۔

○ حضرت رابعہ عدویہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ تذکرۃ الاولیاء اردو ص ۵۸ جناب
دست کے سمندر میں مستغرق۔ عشقِ الہی میں فنا۔ تحقیق و معرفت کے روز سے آشنا اور

ولایت کی داری میں گامزن تھیں۔

آپ کی ولادت کا وقت آیا تو گھر میں نہ شیل تھا اور نہ چراغ۔ منسل اتنے تھے کہ کپڑے کا کوئی ٹکڑا بھی نہ تھا جس میں اس اللہ کی ہونے والی ولایت کو لپیٹ لیا جاتا۔ آپ کی والدہ نے خاوند سے التجا کی کہ یہاں سے تھوڑا سا تیل مانگ لاؤ۔ ان کے والد دروازہ تک گئے اور واپس آگئے۔ اور کہا کہ دروازہ بند ہے۔ اسی غم میں انہیں غنڈہ لگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اس لڑکی کی پیدائش سے غلین نہ ہو یہ سعادت مند لڑکی وہ ہے کہ جس کی شفاعت سے میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بخشے جائیں گے۔

اور اسے اس اللہ کی ولایت کے والد بصرہ کے ہاں کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ہز جمعت کو تیرا چار سو مرتبہ درود شریف مجھے پہنچا کر تاھا۔ آج نہیں پہنچا تو نے نافرمان کیا ہے اس کے کفارہ میں چار سو دینار ادا کرو۔ کاغذ پر لکھا ہوا راجع کے والد کو ملا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے امیر بصرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور وہ رقم پہنچا دیا۔ وہ خوش ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ حکم ہوا کہ شکرانہ کے طور پر دس ہزار درہم اسی وقت فیقروں اور درویشوں میں تقسیم کر دو۔

اور رقم لانے والے کو چار سو دینار دے کر بڑی عزت و آبرو سے میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس کی زیارت سے مشرف ہوں اور اس کے قدموں کو بوسہ دے کر اپنے شاہی محلات کو منور کروں۔

حضرت رابعہ کو عقیق نامی ایک دولت مند تاجر نے بطور فونڈی خرید لیا۔ دن بھر مالک کا کام پوری صلاحیت و پامردی سے کرتی۔ رات ہوتی تو عبادت کے لئے اپنے حقیقی مالک کے حضور کھڑی ہو جاتی تھیں۔

ایک رات آفا کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ رابعہ باہر گاہِ خداوندی میں سر بسجود ہے اور التجا

کمر رہی ہے۔

اے میرے اللہ۔ میں مجبور ہوں۔ بے بس ہوں۔ گھر کا کام کرنے کی پابندی تیری عبادت میں حائل ہے ورنہ دن رات تیری عبادت میں مشغول رہا کرتی۔

اے اللہ۔ میری اس معذرت کو قبول فرما اور میرے گناہ معاف کر دے۔ مالک نے ایک کسٹریڈ کی ریاخت و عبادت کا یہ عالم دیکھا تو خوفِ خدا پیدا ہوا اور اگلے ہی دن حضرت رابعہ کو آزاد کر دیا۔

○ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے آپ کے علم و عرفان اور آپ کی ذہنیت و فراست کا امتحان لینے کے لئے انہیں کہا کہ اللہ نے مردوں کو عورتوں پر تفصیل بخشی ہے اس لئے کہ نبی و رسول صرف مردوں سے ہوتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت رابعہ مسکرائیں اور فرمایا ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی عورت نے خدا ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ ہمیشہ مردوں نے ہی کیا ہے۔

○ ایک رات ایک چور آپ کے حجرہ میں آیا اور آپ کی چادر اٹھا کر جانے لگا لیکن دروازہ نظر نہ آیا۔ چادر رکھ دی تو دروازہ دکھائی دینے لگا۔ چادر اٹھا کر پھر چلنے لگا تو دروازہ پھر اوجھل ہو گیا۔ تیسری بار وہ چور ایسے کرنے لگا تو غیب سے آواز آئی اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو۔ اس گھر کی مالک نے سب کچھ ہماری نگرانی میں دے رکھا ہے۔

— ایک دوست سوتا ہے اور دوسرا جاگ رہا ہے۔

○ ایک سال حضرت ابراہیم اہم رحمۃ اللہ علیہ ہر قدم پر دو نفل پڑھتے چودہ سال میں مکہ مکرمہ حج بیت اللہ کے لئے پہنچے۔ خانہ کعبہ پہنچے تو کعبہ نظر نہ آیا۔ پوچھا۔

— یا خدا۔ کعبہ کہاں گیا؟

جواب آیا۔ رابعہ بصری کے استقبال کے لئے گیا ہے!

حضرت ابراہیم ادمؑ نے دیکھا کہ دالبعہ ہاتھ میں غصائے آرہی ہیں۔۔۔ رابعہ کے آتے ہی کعبہ شریف بھی نظر آنے لگا۔ ابراہیم ادمؑ نے پوچھا۔ رابعہ تو نے دنیا میں یہ کیا شور مچا رکھا ہے؟

دالبعہؑ نے جواب دیا۔ کہ شور تو تم نے مچا رکھا ہے جو چودہ سال میں یہاں پہنچے ہو۔ حضرت ادمؑ نے کہا۔ میں نماز میں رہا ہوں۔ رابعہؑ نے پھر جواب دیا میں نیاز میں رہی ہوں۔

نماز والوں کو کعبہ آکر بھی کعبہ نظر نہیں آتا اور نیاز والوں کا کعبہ خود استقبال کرنے جاتا ہے۔

○ ایک سال آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ گھر سے پہ سا مان لاد کر روانہ ہو گئیں۔ ایک جنگل میں پہنچیں تو گھر حاصر کیا۔

بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔ اے دو جہان کے مالک ایک بے کس و بے بس اور مسافر عورت کے ساتھ بادشاہ ایسا نہیں کیا کرتے مبراگد حصار دیا اور مجھے جنگل میں بے آسرا کر دیا۔

اتنی عرض کرنے کی دیر تھی کہ۔۔۔ مبراگد حصار بارہ زندہ ہو گیا۔ پھر ایک لمبی مدت کے بعد وہ گدھا لوگوں نے فروخت ہوتے دیکھا۔

طبقات الکبریٰ جلد ۱ ص ۶۵۔۔۔ کَأَنْتَ كَثِيرٌ مِّنَ الْبَكَاءِ وَالْحُزْنِ۔۔۔ وَكَأَنْتَ

اِذَا سَمِعْتَ ذِكْرَ النَّارِ غَشِيَ عَلَيْهَا۔ حضرت رابعہؑ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کثرت سے رونے والی اور حزن و ملال میں رہنے والی تھیں۔ اور جب اُن کے سامنے دوزخ کی آگ کا ذکر ہوتا تو کئی کئی گھنٹوں تک غشی کی حالت میں رہتیں۔ اور اگر کوئی شخص انہیں کچھ دیتا تو یہ کہہ کر واپس کر دیتی تھیں کہ مجھے دنیا کی حاجت نہیں ہے۔

وَكَانَ كَفْهِمَا يَزِلُّ مَوْضُوعًا اَمَامَهُمَا۔ اور ان کا کفن ہمیشہ ان کے ساتھ

رہتا تھا۔ وہاں بموضع سجود ہا کہنیتہ الماء المستنقع من دموعہا۔
اور خن خدا میں رونے کے باعث آپ کے سجدہ کی جگہ آنسوؤں کے بہنے سے ایسی ہر گئی
تھیں جیسے کہ پانی کا گڑھا۔

○ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت رابعہ کے ہاں اٹھے دس مہان آگئے۔ گھر
میں ایک روٹی تھی۔ خادمہ نے فرمایا یہ روٹی بھی کسی فقیرو کو دیدے۔
تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازہ پر دستک دی، پوچھا کہ کن ہے؟
جواب ملا۔ دو روٹیاں لے کر آیا ہوں

فرمایا۔ واپس کر دو۔ یہ ہماری نہیں۔ کسی اور کی ہیں۔
تھوڑی دیر کے بعد دروازہ پر پھر دستک ہوئی۔ خادمہ نے عرض کی کوئی شخص کھانا
لایا ہے۔ پوچھا روٹیاں کتنی ہیں۔ جواب ملا۔ پانچ۔
فرمایا واپس کر دو۔ یہ بھی ہماری نہیں ہیں۔
تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ پوچھا کتنی روٹیاں ہیں؟
عرض کی گئی گیارہ ہیں۔ فرمایا اندر لے آؤ۔ یہ کھانا ہمارا ہے۔ دس مہانوں کو
کھلا دی اور ایک آدمی آدھی آدھی کر کے خود اور خادمہ کو کھلا دی۔
مہان چلے گئے تو خادمہ نے پوچھا۔ حضور۔ آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ دو اور
پانچ روٹیاں ہماری نہیں ہیں؟

فرمایا۔ کہ اللہ فرماتا ہے کہ ایک بڑے دس اور آخرت میں ستر دوں گا۔
میں نے بھی فقیر کو ایک روٹی دے کر اللہ سے سوا کیا تھا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا
کر دیا۔ اور میری دی ہوئی روٹی بھی واپس کر دی۔

○ تذکرۃ الاولیاء اردو ص ۳۱ ایک دن حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کئی دوستوں
کے ہمراہ حضرت رابعہؒ کے گھر گئے۔ وہاں پیرا خنہ تھا اور وہیں ریشی کی ضرورت تھی۔

آخر رابعہ بصری نے اپنے انگلی پر پھونکا تو وہ مشعل کی مانند روشن ہو گئی
○ حضرت رابعہ بصری کی وفات کا وقت قریب آیا تو بہت سے لوگ عیادت کے لئے آئے
ہوئے تھے۔ وہ حضرات دروازہ کے پاس راستہ روک کر کھڑے تھے۔

حضرت رابعہ نے انہیں فرمایا۔

فرشتوں کے لئے راستہ چھوڑ دو۔

اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے قاصدوں کے لئے جگہ خالی کر دو۔ لوگ چلے گئے۔

آپ نے دروازہ بند کر دیا۔ تو یہ آواز سنی گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
کہ اے نفس مطمئنہ راضی خوشی سے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا۔ آواز بند ہو گئی
۔ لوگوں نے دروازہ کھولا تو حضرت رابعہ کی روح تھیں عنقریب سے پرواز کر چکا۔

○ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے ایک بار گاہِ خداوندی میں عرض کی۔ اے اللہ جنت
میں جو میری رفیقہ ہو گئی وہ مجھے دکھا دے۔ آواز آئی عراق کے جنگلی میں کبریاں چرا رہی ہے نام
اس کا سلام ہے وہ تیری رفیقہ جنت میں ہو گئی۔

ابراہیم ادھمؒ۔ وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی ایک عورت کبریاں چرا رہی ہے۔

ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا۔ السلام علیک یا سلامہؑ

۔ اُس نے جواب دیا۔ وعلیک السلام یا ابراہیم ادھمؑ

پوچھا۔ تجھے میرا نام کس نے بتایا۔

جواب لا۔ جس نے مجھے تیری رفیقہ بنایا۔

○ نہایت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۔ علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت عبداللہ
بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خَرَجْتُ إِلَىٰ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَأَضَلَّتْ الطَّرِيقُ وَإِذَا أَنَا

بِأَمْرٍ آتٍ —

کہ میں ایک دفعہ بیت المقدس کی طرف چلا اور راستہ بھول گیا — اچانک میں نے ایک عورت دیکھی میں نے اس سے کہا — اے مسافر عورت کیا تو بھی میری طرح سے راستہ بھول گئی ہے؟

فَقَالَتْ كَيْفَ يَكُونُ غَرِيبًا مِنْ يَعْرِفُهُ وَضَالًا مِنْ يُحِبُّهُ
پس اس عورت نے جواب دیا کہ جو خدا کو پہچانے وہ مسافر کیسے ہرکتا ہے اور جو اس سے محبت کرے وہ راستہ کیسے بھول سکتا ہے۔

ثُمَّ قَالَتْ خُذْ طَرَفَ عَصَائِي وَتَقَدِّمْ —
اور پھر مجھ سے کہا — کہ میرے عصا کا کوئی پکڑ لو اور چلو —
میں نے ایسا ہی کیا — ابھی چند قدم ہی چلتا تھا کہ بیت المقدس پہنچ گیا۔
میں نے حیران ہو کر پوچھا!

ایسا کیوں کر اور کیسے ہوا؟
فَقَالَتْ يَا هَذَا سَيَرُكَ سَيَرُ الزَّاهِدِينَ وَسَيَرُ
سَيَرُ الْعَارِفِينَ —

اس عورت نے کہا — اے غلامِ شخصی تیری پڑاؤ زاہدوں کی ہے اور میری پرداز
عارفوں کی — الزاہد سیار والعارف طیار — زاہد سیار ہوتا ہے اور عارف طیار
— پھر سیار اور طیار آپس میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔
پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئی۔

○ مامی سپور ران — عشقِ الہی میں دیوانی محبت رسولؐ میں تانی اور طلبہٴ مال میں فانی
تھی — مجھیں بدل کر حسنِ محبوب کا نظارہ کرتی اور پھر جلوۂ جمالِ ایزدی میں کئی کئی دن تک
محو رہتی۔

ہر روز ایک نیا لباس اور ہر رات ایک نیا رنگ ہر صبح ایک نئی ادا اور ہر شام ایک نیا روپ۔

پنجابی زبان کے پُرانے صوفیاء اور صاحبِ دل شاعروں میں سے جناب علی حیدر مرحوم کا نام شاعری کے آسان پر ایک روشن ستارے کی طرح سے چمکتا رہے گا اور حقیقت اس لوگ ان کی لکھی ہوئی روح پرور مسمیٰ حرفیوں اور ان کے ایمان افروز ابلیات پڑھ کر آج بھی دلوں کے پیالوں کو عشق و مہم کی شراب سے لبریز کرتے رہتے ہیں اور وحدت و کثرت کے رموز۔ حقیقت و معرفت کے نکات اور کیف و وجدان کے اسرار سے آشنائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی بے ثباتی۔ مہر و ناکِ نمایاں اور جہانِ فانی کے جال سے نکل کر اللہ تعالیٰ سے رُکنا اور عشق و محبت کے چراغِ جلالے کا درس پاکر اپنے اندر ایک نئی دنیا کو جنم دیتے ہیں۔

علی حیدر۔۔۔ صرف ایک پنجابی شاعر ہی نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم و فاضل اور خدیوِ لیا نوالی کے قریب ایک گاؤں کے امام اور خطیب بھی تھے۔ ان کی یہ رباعی تو آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہے۔

الف۔ اکھاں نُوں ہنس کے یادِ بڈا اک وچہ فراق دے ماریاں نے
اک چا ہڑیاں وصل دی سیج اُتے اک بابوں کپڑا تاریاں نے
اک روز چنن سردا تلح او بڈا اک چُتیاں وچہ کھلاریاں نے
علی حیدر۔۔۔ بازی سمجھ کے کھیدیں تیریاں کچیاں نہراں ساریاں نے
اپنی مسجد میں ایک دن جمعۃ المبارک کا خطبہ دے رہے تھے کہ دروازہ کے سامنے سے مائی سپورال دیوانہ مشانہ دار گزری۔

ڈھول بج رہے تھے۔۔۔ لوگ رقص کر رہے تھے۔۔۔ اور مائی سپورال گھوڑے پر سوار تھی۔۔۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس دیوانہ عورت کی باطنی کیفیت کیا ہے اور یہ

مٹانی عورت "ولایت کے مقام" کی کس منزل اور جذب دستی کی دادی کی کس گلی میں پہنچ چکی ہے۔

علی حیدر نے دیکھا تو زبان سے نکل گیا کہ اس داہیات پاگل عورت نے تو مجھے کاٹوہ بھی برباد کر دیا ہے۔

مائی سپوراں نے سن لیا۔ اور آگے گزر گئی۔ چند قدم آگے جا کر پھر واپس آئی۔ مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ علی حیدر! کی اکھیاں اسی۔ اک داری پھر کھو۔ اور ساتھ ہی اپنی دست نگاہ سے علی حیدر کی طرف دیکھا۔

بس پھر کیا تھا۔ علی حیدر تاب نہ لاسکے اور بے ہوش ہو کر منبر سے گر پڑے۔ ہوش آیا تو مائی سپوراں کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑے۔

اٹنی دریا ئے راوی کے کنارے جا چکی تھی۔ مائی سپوراں نے علی حیدر کو دریا کی حالت میں آتے دیکھا تو فوراً لکھس کے تنگے حج کر کے کشتی بنائی اور دریائے راوی کی طوفانی لہروں میں اتر گئی۔

علی حیدر۔ کنارے پر پکار رہا ہے کہ خدا کے لئے مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

دریا کے درمیان میں جا کر مائی سپوراں نے چہرے سے نقاب اٹھایا تو وہ دیوانی و مٹانی عورت ایک خوبصورت بارہن مرد تھا۔

آواز دی۔ علی حیدر! میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔ علی حیدر نے کہا دریا کی گھٹیاں سے ڈرتا ہوں۔

مائی سپوراں نے ہاتھ بڑھایا اور علی حیدر کو پکڑ کر دوسرے کنارے پر لے گئی۔

دونوں کے مزارات سندھیلانالی کے قریب ہیں۔

یہ ہیں ان مقدس عورتوں کے کمالات و درجات جنہوں نے ولایت میں ایک خاص مقام حاصل کر کے اور فقر و درویشی کی منزلیں طے کر کے کرامات دکھا کر زمانے کو حیران کر دیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ دین اسلام اور شریعت و سنت کی پابندی اور احکام خداوندی کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے ایک عورت بھی ولایت میں اپنا مقام حاصل کر سکتی ہے۔



تصرفات و کرامات

○ اولیائے مٹان صفحہ ۱۸۴، ایک دفعہ ایک عورت اپنے بچے کو نزع کی حالت میں حضرت غوث بہار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے کر آئی۔ آپ نے فرمایا کہ جو منظور خدا ہوگا وہی ہوگا۔ بچہ مر گیا۔ وہ عورت روتی ہوئی واپس آ رہی تھی کہ راستے میں حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا، مائی کیوں روتی ہے تو اس عورت نے کہا کہ دربار غوث سے مایوس ہو کر واپس آ رہی ہوں۔ اور میرا بچہ مر گیا ہے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا۔ مائی دیکھ تو سہی بچہ تو زندہ ہے اس عورت نے بچے کے چہرے سے چادر اٹھائی۔ تو بچہ زندہ تھا۔

جناب غوث بہار الحق نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ نے فرمایا۔ بیٹا رکن عالم اہل طریقت کے نزدیک یہ اچھا نہیں ہے۔ اپنے آپ کو چھپاؤ۔

○ اولیائے مٹان صفحہ ۲۱۶، حضرت شاہ یوسف کرمیہ رحمۃ اللہ علیہ وصال پاک کے بعد قبر سے ہاتھ نکال کر بیعت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ترکستان سے ایک آدمی بیعت کے لئے آیا مگر آپ کا وصال ہو چکا تھا وہ آپ کی قبر انور پر گیا اور بہت رویا کہ اچانک آپ کا دست مبارک قبر سے باہر نکلا اور اس کو بیعت کیا۔ پھر یہ سلسلہ مدت تک جاری رہا کہ ایک دن صدر الاسلام صدر الدین شاہ یوسف کی قبر پر گئے اور فرمایا۔ یوسف ہاتھ اندر رکھ یہ خلاف سنت ہے آپ نے ہاتھ تو اندر کر لیا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا۔ کہ صدر الدین تو نے میرا ہاتھ بند کیا ہے اور میں تمہارا نام بند کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ صدر الدین کا نام نہیں بلکہ آپ کے بیٹے شاہ

رکنِ عالم کا نام ہے۔

○ سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ قطب الدین نور ہانسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مُرید تھے۔ آپ نے اتنی ریاضت و عبادت کی کہ حیوان بھی آپ کے مُصلح ہو گئے۔ پھر آپ جب بھی کبھی اپنے مُرشد کی زیارت کے لئے ہانسی جاتے تو جنگل سے ایک شیر کو پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے اور جب ہانسی کی زمین پر قدم رکھتے تو پیدل ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ یہ خیال کر کے کہ آج اپنے پیر کو اپنا مقام دکاؤں گا۔ اسی حالت میں مُرشد خانے چلے گئے۔ مُرشد اس وقت دیوار پر بیٹھے تھے مُرید کو شیر پر سوار آتے دیکھ کر فرمایا۔ تاج الدین یہ تو حیوان ہے اور اس میں تو جان ہے۔ مزہ تو تب ہے کہ بے جانوں کو چلاؤ۔ اور پھر آپ نے دیوار کو حکم دیا تو دیوار چلنے لگی۔ آپ نے معافی مانگی۔

○ لطائف اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصہ اول ص ۱۱

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہہ کر اس پر زمین کی طرح چلنے لگے۔ بعد میں ایک آدمی آیا۔ اس نے بھی پار جانا تھا مگر کوئی کشتی نہ تھی۔ آخر اس نے حضرت جنیدؒ کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھا تو عرض کی اے میں کس طرح سے آؤں۔ فرمایا۔ یا جنیدؒ یا جنیدؒ۔ کہتا ہوا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور پانی پر چلنے لگا۔ درمیان میں گیا تو شیطان نے بہرایا۔ کہ حضرت خود تو یا اللہ کہتے ہیں اور مجھ سے یا جنیدؒ کہلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ ہی کہوں نہ کہوں۔ اور پھر اس نے بھی یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غولے کھانے لگا۔ پکارا حضرت مجھے پکڑنا۔ آپ نے فرمایا وہی کہو۔ اس نے پھر یا جنیدؒ کہا اور دریائے پار ہو گیا۔

عرض کی آئیہ کیا بات ہے۔ کہ آپ یا اللہ کہیں تو پار ہوں۔ اور میں کہوں تو غولے کھاؤں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اے نادان ابھی تو جنیدؒ تک تو پہنچا نہیں ہے اور یا اللہ

تک رسائی کیسے ہو۔

○ امداد الملتاق مصنف مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۲

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مشغول محنت بیٹھے تھے کہ ایک کتاب لکھنے سے گذرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہولیتے تھے۔ اور جہاں وہ بیٹھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ پھر مسکرا کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔

○ ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۴-۱۵

حضرت سیدی احمد جام زندہ پیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ایک ہاتھی مرا پڑا تھا۔ لوگوں کا مجمع تھا۔ آپ تشریف لے گئے فرمایا کیا اجر ہے عرض کی گئی ہاتھی مر گیا ہے۔ فرمایا اس کی سوند بھی ویسی ہے۔ اس کی آنکھیں بھی ویسی ہیں۔ اس کے پاؤں بھی ویسے ہیں پھر یہ مر کیسے گیا۔ بس اتنا فرماتا تھا۔ وہ ہاتھی فوراً زندہ ہو گیا جب سے آپ کا لقب زندہ پیل ہو گیا۔

○ کرامات امدادیہ ص ۱ — حضرت شیخ مولانا محمد صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ نیم جہاز میں سوار ہو کر حج کو چلے۔ ہمارا جہاز گردشِ طوفان میں آگیا اور چار پانچ روز تک گردش میں رہا۔ محافظانِ جہاز نا اُمید ہو گئے اور ہمیں کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور دُعا مانگو۔ میں اس وقت مراقب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک حالت طاری ہوئی اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کے ایک گوشے کو حافظ محمد ضامن صاحب اور دوسرے کو حاجی امداد اللہ صاحب اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا۔ میں نے وہ وقت۔ دن اور ہمینہ لکھ لیا۔ واپس آ کر میں نے دریافت کیا تو قدرتِ علی جو کہ حاجی صاحب کا مُرید تھانے بتایا کہ ہاں اسی

سارنخ کو اور اسی وقت حاجی صاحب نے مجھے اپنی بیگی ہوئی لٹکی دی۔ اور فرمایا کہ اس لٹکی کو دھو ڈال۔

○ ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصہ سوم ص ۱۲۷
حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پُر انوار سے کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں مولانا برکات احمد صاحب مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے وہ ہندو ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا کھواجہ اگنی لگی ہے۔ تیسرے روز میں نے دیکھا وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

○ پھر فرمایا۔ بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے ایک وہابی رئیس سے بھی ملاقات تھی۔ اس نے کہا میں ہر سال کہاں جاتے ہو، بیکار اتار دیا صرف کرتے ہو۔ اس نے کہا چلو اور انسان سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔ خیر ایک سال وہ ساتھ آیا دیکھا کہ ایک فقیر سوٹا لے روغنہ کا طوان کہ رہا ہے اور یہ صدائے گارہا ہے خواجہ پانچ روپے لوں گا۔ اور ایک گھنٹے کے اندر توں گا۔ اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔ جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا اور ایک گھنٹہ ہو گیا ہو گا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا جب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ماتھ پر رکھے اور کہا کہ لو میں تم خواجہ سے مانگ رہے ہو بھلا خواجہ کیا دیں گے لوہم دیتے ہیں۔ فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا۔ خواجہ تو رہے بھاری جاؤں دلاؤں بھی تو کیسے نبیث شکر ہے۔

○ امداد المتان ص ۱۱۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں اول اول کہ مکرم میں آیا تو فقر و فاقہ کی یہاں تک زبت پہنچی کہ نو روز تک زمرہ شریف کے پانی کے سوا کچھ نہ ملا۔ دوستوں

سے قرض مانگا انہوں نے انکار کر دیا میں جان گیا کہ یہ امتحان ہے عہد کر لیا کہ قرض بھی نہیں لوں گا اور کمزوری کی یہ حالت تھی کہ اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار تھا آخر نویں دن حضرت خواجہ اجیریؒ عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تہی بہت تکالیف اٹھانی پڑی ہے اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپے کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے عرض کی کہ اتنا بوجھ میں نہیں اٹھا سکتا۔ تو فرمایا۔ تمہاری مرضی۔ مگر اب ضرورت کے مطابق تمہیں ملتا رہے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوتا رہے۔

○ ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصہ اول ص ۲۳-۲۴

سید محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے اور زاد ولی اللہ تھے ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی تو باہر تشریف لائے اور اپنے باپ کی جگہ بیٹھ گئے۔ ایک شخص سے فرمایا۔ لکھ ظلاں فی الجنۃ۔ کہ ظلاں آدمی جنتی ہے و ظلاں فی النار۔ اور ظلاں آدمی دوزخی ہے۔ مگر انہوں نے یہ لکھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے سب بار حکم دیا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ فِی النَّارِ۔ کہ تو آگ میں ہے۔ وہ گھبرائے ہوئے آپ کے والد ماجد کے پاس آئے اور حقیقت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا اَنْتَ فِی النَّارِ کہا یا اَنْتَ فِی جَهَنَّمَ، عرض کی اَنْتَ فِی النَّارِ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا میں اس کے کہے کو بدل نہیں سکتا۔ مگر اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر لیا آخرت کی عرض کی مجھے دنیا کی آگ پسند ہے۔ آپ کا جمل کر انتقال ہوا۔

حدیث مبارک میں آگ میں جلنے والے کو شہید بتایا گیا ہے۔

○ امداد المثنیٰ ص ۲۷ مولانا اشرف علی تھانویؒ

حاجی صاحب کے وارنٹ گرفتاری باری ہو گئے اس وقت آپ راؤ عبداللہ خاں موضع پنجلا سے ضلع انبالہ میں مقیم تھے اور اصطلیل میں مصطفیٰ پچا کر عبادت میں مشغول تھے کہ افسر گرفتاری کے لئے آگیا جب اصطلیل کا دروازہ کھولا گیا تو حداد کی شان کا کمرہ ہوا کہ تخت

پر پہلے بھی بچا پڑا ہے۔ لڑا بھی رکھا ہوا ہے اور دھوکا پانی بھی بکھرا پڑا ہے مگر حاجی صاحب غائب ہیں۔ افسر تو شرمندہ ہو کر چلا گیا تو راز عبد اللہ خاں نے دیکھا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز سے سلام پھیر چکے ہیں اور مصلے پر مٹھن تشریف فرما ہیں۔

○ شرح الصدور ص ۸۶ الامام اسیوطی

حضرت شیخ ابی سعید الحراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں بنی شیبہ کے دروازے پر ایک جوان کو مرے ہوئے دیکھا فلما نظرت الیہ تبسم فی وجہی وقال یا ابا سعید ا ما علمت ان احیاءہ احیاء و ان کما تو انہما ینقلون من دار الی دار۔

پس میں نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا۔ اے ابی سعید کیا تو نہیں جانتا کہ تحقیقی اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے زندہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ مر بھی جائیں اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

○ امداد المشتاق ص ۱۱۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی

فقر مرنے والی چیز ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ اور فقر کی قبر سے وہی نابزہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں۔

○ شرح الصدور ص ۸۶

حضرت شیخ علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

میں نے ایک مسافر فقیر کو مرے ہوئے دیکھا تو میں نے اس کے لئے قبر تیار کی اور کفن پہنایا اور جب میں نے اسے لحد میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے پوچھا —
يَا سَيِّدِي اَحْيَاةٌ بَعْدَ الْمَوْتِ فَقَالَ لِي بَلْ اَنَا حَيٌّ وَ كُلُّ حَبِّ لِّلَّهِ حَيٌّ لَا لِنَصْرِكَ
بجائے ہذا۔

کہ اے میرے سردار کیا تم مرنے کے بعد بھی زندہ ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں بھی :

ہوں اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہر انسان زندہ ہوتا ہے اور تو نے میری مدد یہاں کی ہے۔ کل میں تیری مدد دیاں کروں گا۔

○ شرح الصدور ص ۸۹

بغداد شریف میں ایک پاک دامن پارسا اور اللہ کی ولیہ عورت تھی اور اسی زمانے میں ایک کفن چور بھی تھا۔ وہ پارسابی بی مرگئی۔ اس کا جنازہ اس کفن چور نے بھی پڑھا تا کہ اس کا کفن اور قبر دیکھ سکے جب رات ہوئی تو کفن چور اس پارسابی بی کی قبر پر گیا اور قبر کو کھدوا اور کفن اتارنے لگا تو اس پارسابی بی نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ رَجُلٌ مَغْفُورٌ يَا خُذْ كَفْنُ مَغْفُورٌ —

کہ اللہ کی شان ایک جنتی دوسرے جنتی کا کفن اتار رہا ہے یہ سن کر کفن چور لرز گیا۔ اور عرض کی کہ اے پارسابی بی تیرے جنتی ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے مگر میں نے تو ساری عمر مردوں کے کفن چرائے ہیں میں کیسے جنتی ہوں تو اس پارسابی بی نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ وَلِجَمِيعٍ مِّنْ صَالِيٍّ وَاَنْتَ قَدْ صَلَيْتَ عَلٰی
کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا ہے اور جس نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے
اس کو بھی بخش دیا ہے۔ اور تو نے میرا جنازہ پڑھا ہے۔

اس کفن چور نے توبہ کی اور اس پارسابی بی کی دعا سے وہ چور بھی قطب ہو گیا۔

○ اسمیرا خدی اقبال مرحوم :-

علاء الدین خلجی ہندوستان کا حکمران تھا اور اس کا ایک گورنر پانی پت میں

بھی تھا۔

ایک دن وہ گورنر بڑی شان و شوکت سے پانی پت کے بازاروں میں سے گزر رہا تھا۔ اور آگے آگے چوب دار پہنچ چکی اور اسی دن وہ رہے تھے۔ شاہ برہمیلے رحمتہ اللہ

تعالیٰ علیہ کا ایک درویش بھی بازار میں گھوم رہا تھا۔ گورنر نے اس درویش کے سر پرستے سے ہنٹارا۔ درویش روتا ہوا شاہ بوعلی قلندرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

در حضور بوعلیؒ فریاد کرد

اشک از زنداں چشم آزاد کرد

اور فریاد کی اور رویا اور آنسو بہائے۔ شاہ بوعلی قلندرؒ نے ایک رقعہ علاؤ الدینؒ بھی ہندوستان کے حکمران کی طرف لکھا۔

باز گیر ایں عامل بد گوہرے

ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

کہ اپنے اس گورنر کو تبدیلی کر دو ورنہ تم سے بادشاہی چھین کر کسی اور کے حوالے کر دی جائے گی۔ علاؤ الدینؒ نے اس کے معافی مانگی۔

○ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دریا کے کنارے اپنے مریدوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ

ناگہاں چشمس سوئے دریا فاد

چوں شنید از سوئے دریا داد داد

در میان موج داد او کشتیے

در قضا و در بلا و زشتیے

چوں دقاق آں قیامت را بدید

رحم او جو شنید و اشک او دید

کہ اچانک ان کی نظر دریا کی طرف لگی اور ادھر سے فریاد فریاد اور بچاؤ

بچاؤ کی آوازیں سنیں اور دیکھا کہ ایک کشتی طغیانی میں پھنسی ہوئی ہے جب حضرت دقاقؒ نے یہ قیامت خیز سماں دیکھا تو رحم نے جوش مارا اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے

تپ آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی یا مولانا کے گناہوں کو نہ دیکھ بلکہ اپنی
رحمت کو دیکھ۔ اور ۷

اے کریم دے رحیم سرمدی
در گزار از بدسگالان ایں بدی
کہ اے گنہگار بندوں پر ہمیشہ رحم و کرم کرنے والے ان گنہگاروں کو بھی معاف
کر دے۔

پس یہ عرض کرنے کی دیر تھی کہ کشتی صحیح و سلامت کنارے جا لگی۔

○ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابزید بسطامیؒ خروستان
کے جنگلوں میں بمعہ اپنے مریدوں کے سیاحت کر رہے تھے کہ ایک سخت آپ کا چہرہ مبارک
متغیر ہو گیا۔ اور صرخ آندس پر ولایت کا جلال رقص کرنے لگا۔ ایک مرید نے عرض کی یا
حضرت آپ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے۔

فرمایا :-

گفت بگوئے بوالعجب آمد ز من

ہمچنان کہ مربی را از یمن

کہ مجھے اس مٹی سے اپنے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے جیسے کہ نبی کریم علیہ السلام
کو یمن سے حضرت اویس قرنی کی خوشبو آ گئی تھی۔ غلاموں نے عرض کی یا حضرت آپ کے
اس دوست کا نام کیا ہو گا۔ اور اس کا حلیہ کیا ہو گا۔

۷ چیت ناشن گفت نامش برا حسن

حلیہ اش او گفت زا برد و ذقن

فرمایا۔ اس کا نام برا حسن ہو گا۔ اور پھر اس کا تمام حلیہ بھی بیان

کر دیا۔

۷۔ کہ حسن باشد مرید و مستم
درس گیرد ہر صبح از تنہیم
اور فرمایا کہ وہ میرا مرید اور غلام ہو گا۔ اور ہر صبح میری قبر سے فیض حاصل
کرے گا اور پھر حضرت ابراہیم خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے
وصالِ پاک سے ایک سو سال بعد میں پیدا ہوئے اور پھر حضرت ابراہیم خرقانیؒ ہر
روز حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر شریف پر جاتے۔ ایک دن گئے تو دیکھا کہ تمام قبریں
پوشیدہ ہیں۔ آپ حیران ہوئے کہ پیر و مرشد کی قبر کہاں لگی کہ ۷

بانٹش آمد از خطیرہ شیخ جی

انا ادمک کے تسبیح الی

ایک جگہ سے شیخ بایزید بسطامیؒ جو کہ زندہ تھے آواز دی کہ اومیری قبر کو تلاش
کرنے والے ادھر آ، میں یہاں ہوں۔

○ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بختیار
کامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہوئے تو مرشد پاک نے ریاضت و جہد کشتی میں ایک حجرے
میں بٹھا دیا۔ کئی سال کے بعد حضرت خواجہ اجمیریؒ جو کہ خواجہ بختیار کامیؒ کے مرشد تھے
دہلی تشریف لائے اور فرمایا بختیار اپنی کمائی دکاؤ۔ آپ نے اپنے تمام خلفاء کو حاضر خدمت
کر دیا تو خواجہ صاحب نے فرمایا وہ حجرے والا کہاں ہے۔ عرض کی وہ جگہ کسی میں مشغول
ہے۔ فرمایا اس کے پاس ہم خود چلتے ہیں۔

بابا صاحب اتنے کمزور اور لاغر ہو گئے تھے کہ تعظیم کے لئے بھی نہ اٹھ سکے خواجہ اجمیریؒ
نے فرمایا۔ بیاتم اٹھنے کی تکلیف نہ کرو۔ ہم خود ہی اٹھا لیتے ہیں پھر ایک بازو خواجہ اجمیریؒ
نے اور دوسرا بازو خواجہ بختیار نے پکڑا اور اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ فرید کہاں تک اٹھنا
چاہتے ہو۔ عرض کی جہاں سے پھر میں بیٹھ نہ سکوں پھر خواجہ صاحب نے فرمایا بابا قطب الدین

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ — ذُو بَلَدٍ إِذَا هَا جَارِيَتُهُ فَكَانَ ذَلِكَ —

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو ابھی پیٹ میں ہے۔ میں اسے رکھتا ہوں — پھر ایسا ہی ہوا۔ یعنی ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وفیہ کرامتان لابی بکر رضی اللہ عنہ احداهما اخبارہ انہ یحیوت فی ذالک الموضع۔

ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپ نے خیر دے دی کہ میرا وصال اسی مرض میں ہو گا۔ اور دوسری یہ کہ ماں کے پیٹ میں کیے۔

دیوبندی و نجدی حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیے؟

اور ایسے گستاخ لوگ اسی بنیاد پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر انزام دھرتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں کیے۔ یعنی لڑکھائی لڑکی کا علم ہوتا تو درکنار ہمارے نبی کو تو نعوذ باللہ اتنا بھی علم نہیں تھا کہ دیوار کے دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ مگر یہاں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پکا دستچا غلام — جانثار ساتھی اور وفادار خادم بتلا رہا ہے کہ میری بیوی حضرت حبیبہ بنت خاریجہ کے بطن مبارک میں لڑکی ہے۔

حضراتِ گرامی!

— مقاماتِ اولیاء — کا دوسرا ایڈیشن

پیش خدمت ہے۔ جس میں میں نے قرآن و حدیث اور مستند روایات کی روشنی میں اولیاء کرام کے مقامات کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے تاکہ ہمارے دلوں میں اولیاء عظام بزرگانِ دین — صوفیائے کرام اور مردانِ کاملین کی محبت و عقیدت پیدا ہو اور ہمارے سینے رشد و ہدایت کے چراغوں — حقیقت و معرفت کی قندیلوں اور حق و صداقت کے انوار سے منور ہوں۔ تاکہ اگر کسی وقت اس ضلالت و گمراہی کی تار کیوں — فسق و فجور کی ظلمتوں اور

بے ادب و گستاخ مجذروں کی پھیلائی ہوئی بدعتیدگی کی ساہیوں میں بھیج اور سیدھا راستہ
 تلاش کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ہم انہیں اولیاء اللہ کا دامن تمام کر دیو بندیت کی تمام
 دیواروں کو پاش پاش کر دیتے اور مجذبت کی ساری زنجیروں کو توڑتے ہوئے آسانی سے
 منزلی مقصود تک پہنچ جاتے۔
 اسلئے — کہ

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
 فقر ہے میرن کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ
 علم کا مقصود ہے پاک عقل و خرد
 فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ
 اور

دارا دکندر سے وہ مردِ فقیر ابدی
 جو جس کی فقری میں ہوئے اسدا للہی

آخر میں خداوندی میں میری دعا ہے — کہ —

عطا اسلاف کا جذبہ دروں کو
 شریکِ زمرہ لایمخزفوں کو
 خود کی گتھیاں سلجھا چکا میں
 میرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کو

(طالبِ دعا : صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی)

Collection Of Advocate Showkat

Digitized By eGangotri

اگر وہ علم سے تعلق رکھتا ہے

Collection Of Advocate Showkat

